صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸	۵	بجتے	بہی	۷۸			
۶۰	۲	ترق یہ	تری یہ	״			
۶۱	۱۰	بیرداستے	بیراغ کے	״			
״	״	دولہن	ڈولہن	۷۹			
۶۳	۲	سنگھنے	سینچئے	״			
״	۷	تکیہ	سکینہ	۸۰			
״	۱۱	خنجر	خیفر	۸۱			
۶۶	۱۳	ستے	سبتے	۸۲			
״	״	خدہ	دزا	״			
۶۷	۸	دعدی لوئی	دعدے ہوں	۸۴			
״	۱۹	۱۹	۱۹ اور ۲۰	۸۵			
۶۹	۱	قانوس	فانوس	״			
۷۱	۹	برار	مزار	۸۶			
״	۹	مواسوں	مواسوں	۸۷			
״	۱۰	جون	خون	״			
״	۱۲	سادکن	ساربان	۸۸			
۷۳	۲	کی	گی	״			
״	۱۲	سیا	مسیحا	״			
۷۴	۱۷	دیکھئے	دیجئے	۸۹			
۷۵	۶	برس اور	برس روز	״			
۷۶	۷	سرگ	سرگ	۹۰			
״	۱۱	انہوں	انھوں	۹۲			

غلط نامہ کلیات شعلہ حصہ دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۸	دار	دار	۱۸	۱۸	آرو	آرزو
۴	۱۲	ین	میں	۱۹	۳	بڑوی	بُروی
۵	۱۴	دمن	دھن	״	۹	آئنے	آئینے
۸	۱۲	ماکہن	ماکھن	״	۱۰	دلشن	دلنشیں
۱۰	۴	ادوہار	اُدوحار	۲۱	۱	نہیں	نہیں ہے
۱۱	۱۳	کی	کسی	״	۹	افشانی	افشانی
״	۱۷	نختی	بجتی	״	۱۰	نہیں	تھیں
۱۲	۱۸	م	نام	״	۱۹	گیروه	گروہ
۱۴	۸	سطحہ	سطحہ	״	״	سخن	سخن
״	۱۲	مدوشانکا	مہوشانکا	۲۲	۱۳	اد	آد
۱۵	۲	سر	سُر	״	۱۴	فراموشی	فراموشی
״	۳	غارت	غارتِ	״	۱۶	دانستہ کئی کی	دانستہ کئی کی
״	۴	اندازنے	اندازنے	۲۳	۷	گدائے	گدائے
״	״	دماز	دمساز	۲۵	۷	دل دلدادوں	دلدادوں
۱۷	۳	اکہیلیوں	اٹکھیلیوں	۳۱	۹	لبہ میں	لباس
״	۱۷	پیگاں	پیکاں	۳۲	۱۰	بتادے	بتادے
۱۸	۱۷	حدنپ	حدیث	۳۳	״	صحرائی	صحرائے
״	״	ہے سب	سبب ہے	״	۱۹	نازوادائی	نازوادائے
״	۱۸	لس	کس	۳۴	۱۸	جبیں	جلیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۵	۱۶	نراین	نارائن	۱۱۵	۱	وہام	دہام
۹۶	۸	جیر	خیر	〃	۱۴	برج دہول	برج دہول
۹۷	۱۵	غفتوں	غفلتوں	〃	〃	پراتھنا نہیں وہ	پراتھنا نہیں وہ
۹۹	۱	لطاموں	لتاڑوں			سب	سب
〃	۳	بیں	میں	〃	۱۶	ودولت	وہ دست
〃	۷	جھلنے	چھلنے	〃	۱۷	مسرہے	میسر ہے
〃	۱۷	ترابوں	شرابوں	۱۱۸	۶	سناتن کی جے	سناتن کی
۱۰۰	۵	مییں	میں				ہو جے
〃	۱۴	بہ	یہ ہے	〃	۱۷	مت	ست
〃	۱۹	جرات	جرأت	۱۱۹	۶	سب سبکو	سبکو
				〃	۶	گلاب تیرج	گلاب برج
۱۰۱	۱	کٹھنے	گھٹنے	۱۲۰	۵	جلدان	جل داتن
〃	۲	ہٹنے	ٹھٹنے	۱۲۲	۶	پتی پرتا	پتی برتا
〃	۱۰	چکھنا	چکھا	۱۲۴	۹	سجدہ	بہ سجدہ
〃	۱۲	کرینکے	کرینگے	۱۲۵	۳	در	دُر
۱۰۲	۱۵	انسان	انساں	〃	۴	حبپہ	جسپہ
۱۰۳	〃	مییں	میں	〃	۱۱	اک	ایک
〃	۱۶	لیوایا	گنوایا	〃	۱۲	راک	راگ
۱۰۶	۴	بری نغمہ	تیری یہ نغمہ	۱۲۶	۸	عندی	ٹھنڈی
۱۰۸	۸	الپس	آپس	〃	۱۷	بہیم	بھیم
۱۱۲	۸	ہمی	یہی	〃	۱۹	اودہرموںنے	ادہرموںنے
۱۱۳	۴	کس	مچتیں	۱۲۷	۳	برصہ	برھے
〃	۵	ایک ایک	اک اک	۱۳۲	۶	سمیں	سے

۹۶ بنٔ ۱۵ حسن جشن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۵	۸	ڈہول	ڈھول
رر	۱۰	دہڑک	دھڑک
رر	۱۵	دہری	دھری
۱۸۶	۱۰	دہینہ	دھینہ
رر	رر	بدہو	بدھو
رر	۱۱	دکہوں	دکھوں
رر	۱۳	برہمہ	برھمہ
رر	۱۴	برہمہ	برھمہ
رر	۱۶	گہر	گھر
رر	۱۹	پچہمن	پچھمن
۱۸۷	۵	ہوتب	ہوتیہ
رر	۱۰	بہر	بھر
۱۹۰	۱۳	کہٹنے	چھٹنے
رر	۱۸	نیترونکو	تیرونکو
۱۹۲	۵	پکاریں	پچھاریں
رر	۱۵	نکل	نکُل
۱۹۳	۱۹	قدم	ہرقدم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۴	۱۶	ہیں	ہیں
۱۹۵	۱	بکہار	بکھار
رر	۱۳	اُنکر	آنکر
رر	۱۶	چھائی اور	چھائی ناؤ
رر	رر	سجھائی	سجائی
رر	۱۷	سنوبہت	سنوبھت
رر	رر	جٹرہی	جٹرھی
۱۹۶	۵	بلوبادن	بادبان
۱۹۸	۱	گرام باسی	گرام باسنی
رر	۱۰	مُسکا	مسکاکے
۱۹۹	۱	راستہ	رستہ
۲۰۰	۱۸	پھل	چھل
۲۰۲	۴	کیوں	کون
رر	۵	نہیں	کہیں
رر	۷	دکے	دئے

یا فتاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں جبہ سا ہوں اُس درِ عالی مقام کا
سنگِ رواں ہے کس بتِ محشر خرام کا
کیا پاس غیر قصد ہے گر قتلِ عام کا
اے رہروانِ منزلِ مقصود مرحبا
خنجر سنبھالنے پہ ہے تسلیم خم یہاں ہم
یہاں اور آرزو ہے وہاں اور آرزو
کیا انتخاب کیجیے مضمونِ نقش ماہ
خاک لحد سے گور نہ پیدا کریں نہیں
وہ اور کسی سے وصل کے وعدہ کی پختگی
پہنچے لحد سے ... نالہ ہائے دل

کعبہ جہاں جواب نہ پائے سلام کا
نقشِ قدم نہیں ہے قیامت کے نام کا
ایک مردہ دور رکھ دے مسیحا کے نام کا
چمکا کلس وہ روضۂ دار السلام کا
گردوں جواب لیکے اٹھے کی سلام کا
دل میرے کام کا ہے نہ دل کے کام کا
گردوں ہے حاشیہ ورقِ ناتمام کا
صبح وطن ہیں رنگ ہے غربت کی شام کا
اے دل برا ہو تیرے خیالاتِ خام کا
زینہ زمیں کی تہ میں ہے گردوں کے بام کا

یہاں کسے ہے دماغ نکہت گل	دم میرا جنبش صبا نکلا
آخر آئے میری عیادت کو	درد دل خوب جانفزا نکلا
زخم دل پر ذرا نمک چھڑکو	پھر بھر آیا تو کیا مزا نکلا
بت پرستی کوئی گناہ نہیں	میں اگر بندۂ خدا نکلا
مر گئے ابتدائے عشق میں ہم	آسماں کا نہ حوصلا نکلا
کیا کروں اس کا کچھ علاج نہیں	غیر بھی درد آشنا نکلا

شعلہ پہلو میں مجھ تو جھگڑا ہے
دل بے تاب کیوں خفا نکلا

دل کیا تھا کیا تھی جو صرف فغاں رہا	گھر میں ذرا سی آگ کا کتنا دھواں رہا
قالب غبار حسرت عمر رواں رہا	صحرا کی گرد میں رم آہو نہاں رہا
شب بھر خیال گیسوئے عنبر فشاں رہا	مہکا ہوا نسیم سے سارا مکاں رہا
کیا کیا نہ کاوشوں پہ میرے آسماں رہا	بجلی گرائی مجھ پہ نہ جب آشیاں رہا
ہیں وہ ہی شوخیاں کف نقاش میں ترے	تصویر کے بھی پردہ میں دامن کشاں رہا
گویا ہے بے جواب وہاں مہر لگ گئی	میں مانگتا ہی بوسۂ قال و ہاں رہا
محشر بھی کوئی درد ہے جو اٹھ کے رہ گیا	شکوہ بھی کوئی غم ہے جو دل میں نہاں رہا
لپٹے بھی ہم مگر مجھے چھونے نہ دی کمر	ایک بال بھر کا فرق عجب درمیاں رہا
مجنوں سے کیسے بڑھ گیا لیلیٰ کا ساربان	اے نامراد تو ہی پس کارواں رہا
ان کے جوان ہونے میں تھی سال بھر کی دیر	یوسف کا بھاؤ ایک برس بھی گراں رہا
وہ حرف ہوں کبھی جو مکرر نہ ہو سکا	وہ لفظ ہوں جو معنی میں اپنے نہاں رہا

ہجراں سے زرد خون جگر سے ہوں سرخرو
ہر رنگ میں ہیں رنگ بہار و خزاں رہا

خورشید آسماں پہ گیا تو زمیں پہ تُو ہے
میزان حسن میں ترا پلہ گراں رہا

کیا گرمیٔ محبت اعدا کے ہوں گلے
وہ سرد مہر کوئے دون مہرباں رہا

مقتل میں آج ڈوب گئے سیکڑوں کے سر
اونچا ایک ہاتھ تیغ کا پانی رواں رہا

تھا شمع رو عدو کا مگر انجمن فروز
شب بھر ہمارے سینہ میں گھٹتا دھواں رہا

وہ چھینے پھر آئے ہیں میری خاک گور پر
تربت پہ اپنے سایۂ سرو رواں رہا

دم لب پہ جان آنکھوں میں مژگان پہ دل لگیا
یہاں آتے آتے بیٹھ گیا دل ہار قافلہ ہمرہاں رہا

جینے میں کیا مزہ جو نہیں موت کا یقیں
مرنے میں لطف کیا ہے جو وہ بدگماں رہا

حسرت نے یاس یاس سے حسرت لپٹ گئی
ماتم نئی طرح کا سرِ کشتگاں رہا

لینے دیا نہ ایک بھی دم چین گور میں
میرے لئے زمیں کے تلے آسماں رہا

خورشید کی مثال ہیں آئینہ دار حسن
ایک ایک ذرہ میں ترا جلوہ عیاں رہا

ہوگی ہماری کیا در جنت پہ روک ٹوک
گر تیرے آستاں کا جبیں پر نشاں رہا

فرصت ملی نہ رونے سے مرنے کے بعد بھی
آنکھوں کے بند ہونے پہ دریا رواں رہا

عنقا کی طرح گم ہو جو شہرت پسند ہے
پایا اسی نے نام کہ جو بے نشاں رہا

خندہ تھا لب پہ گریہ پہ تولید کی غرض
مرنے کی کیا خوشی تھی جو میں شادماں رہا

کثرت حجاب دیدۂ عارف کبھی نہیں
ذروں میں ایک مہر کا جلوہ عیاں رہا

بیمار ہجر موت سے اٹھکر لپٹ گیا
وعدہ پہ آیا جب کوئی تیرا گماں رہا

میں آپ ہو رہا تھا تمہارا حجاب وصل
تھا پردہ حیات کہ جو درمیاں رہا

دل بھی گیا جگر بھی گیا جان بھی گئی
میں پھر بھی دیکھتا ہی ترا آشیاں رہا

قاصد نہ آیا لوٹ گئے یہاں وقت نزع ہے
یارب کہاں ہمیں آخر زباں رہا

میں گنہگار ہوں بہت پچھتا چکا ہوں میں
رحمت لپٹ کے کہنے لگی تو کہاں رہا

نالہ نکل نہ جائے کہیں چاک سینہ سے
ضبط فغاں اگر یونہی ہمدرد جاں رہا

اے شعلہ کیا طبیعت نازک پہ درد ہوں
قدر سخن رہی نہ کوئی قدرداں رہا

دل تو کہتا ہے نہ گھبرائے گا
زلف کہتی ہے ہوا کھائے گا

غیر اور بر طلب مشکل کلیم
کہیں پانوں میں نہ آجائے گا

چھوٹ کے وہ مصیبت میں جنون دل
کوئی جھلوائے نہ سنوائے گا

بے وفا غیر تمہیں کہتا ہے
مجھے ناصح سے نہ لڑوائے گا

کیوں پریشاں ہو تم گیسو پر
دل جو الجھے تو نہ سلجھائے گا

بخت خفتہ کی تو آنکھیں کھلجائیں
خواب ہی میں نظر آجائے گا

وار خنجر کا نہ اوچھا رہ جائے
اے دم قتل نہ گھبرائے گا

ہو چکا غیر سے تو وعدہ وصل
کچھ میرے حق میں بھی فرمائے گا

میں اٹھا کر تجھیں دلمیں رکھ لوں
گھر سے باہر کہیں ملجائے گا

حیرت حسن سے بگڑی صورت
مجھے آئینہ نہ دکھلائے گا

چھوٹی بندش مجھے سب ہے معلوم
بات ناحق کو نہ کھلوائے گا

شعلہ کچھ بات بنی ہے نہ بنے گی
یونہی مرتا ہے تو مر جائے گا

ایک کیا جوش جنوں بے سر و ساماں آیا
چاک سینہ میری نظروں میں گریباں آیا

ایک جلوہ ہی پئے گبر و مسلماں آیا — آئینہ خانہ میں جو آیا سو حیراں آیا
پانو رستہ پہ لگے جبکہ بیاباں آیا — ہاتھ کام آئے جو ہاتھوں میں گریباں آیا
جامہ وحشت کا جو مجنوں نے کیا زیب گلو — میرا اور تیرا ہوا کیا ٹھیک گریباں آیا
چونک اٹھے تیرے خوابیدہ جو سوتے سوتے — حشر آیا کہ کوئی خواب پریشاں آیا
آبلہ پائی ہوئی جوش جنوں کی رہبر — خلش خار سے جانا کہ بیاباں آیا
آنکھ کھلنے نہیں پائی تھی کہ آئے آنسو — اشک قطرہ نہ بنا تھا کہ جو طوفاں آیا
دل کا جانا کوئی آنا تھا کہ جا کر آئے — جس کا دشوار تھا جانا وہی آساں آیا
وسعت جوش جنوں بعد فنا بھی ہم کو دہی — پھر سمٹ کر مری تربت میں بیاباں آیا
پردۂ حسن بھی ہے جلوۂ عالم افروز — سے تجھے جانا جو نظر سے کوئی پنہاں آیا
جوش وحشت نے ازل ہی سے اڑائے ٹکڑے — صورت غنچہ میں سو جامہ میں عریاں آیا
ہائے کیوں میرے رحمت کی گنہگاروں پر — کس کے ہاتھوں میں ترا گوشۂ داماں آیا

شعلہ گذری جو شب ہجر کسی نے نہ کہا
کوئی بھی تو نہ مرے حال کا پرساں آیا

شہر میں حضرت دل چاک گریباں کیسا — ہوش میں آؤ بھلا گھر میں بیاباں کیسا
کھل گئے زخم خیال لب خنداں کیسا — اور بڑھ جائے اگر درد تو درماں کیسا
قطع جامہ ہوا دامن سے قریں چاک ہوا — دیکھتے رہتا ہے اندازہ گریباں کیسا
دل جگر سے ہی الگ اور جگر جاں سے الگ — آج ایک مجمع کا مجمع ہے پریشاں کیسا
خاک عاشق ہے کہ اٹھ اٹھ کے قدم لیتی ہے — اور وہ جاتا ہے اٹھائے ہوئے داماں کیسا
بیکسوں کا ہے خدا حافظ و ناصر ہر دم — کشتی مے کے لئے نوح کا طوفاں کیسا

لِلّٰہ تامّل ہو ذرا ذوقِ تپیدن
بیتابیٔ دل بس دمِ کشتن ہے ہمارا

ہے طائرِ جاں ابروئے خمدار پہ مائل
شاخِ سرِ آہو پہ نشیمن ہے ہمارا

شعلہ بخدا رکھئے نہ امید بتوں سے
سب جھوٹ ہے کب وہ بتِ پُرفن ہے ہمارا

ہر ایک سانس میں لختِ دلِ فگار آیا
ہوا کے گھوڑے پہ آیا جو شہسوار آیا

خمار نیند کا رندانِ بادہ خوار آیا
جگا دو ساقی کو پھر نشہ کا اُتار آیا

بتوں سے کرکے [illegible] سے [illegible] پھر شہسوار آیا
[illegible] مگر گنہگار آیا

کبھی تو قیس کبھی کوہکن کبھی وامق
ہزار رنگ میں تیرا امیدوار آیا

شکن جبیں پہ پڑے مجھ سے اور بھی اٹھے
یہ کیوں خیالِ خمِ زلفِ تابدار آیا

وہ چھپتے پھرتے ہیں گھبرائے کیا قیامت ہے
یہ کون عرصۂ محشر میں بیقرار آیا

تمہارے رنگ سے کیا کیا چمن نے کھائی داغ
تمہارے سبزۂ خط سے گلوں کو خار آیا

جنوں نہیں مجھے شعلہ کہ سر کو ٹکراؤں
فراقِ یار میں کہئے کیسے قرار آیا

جگر آنکھوں سے ٹپکا اور دلِ شیدا نکل آیا
میں ایک آنسو ہی سمجھا تھا یہاں کیا کیا نکل آیا

خیالِ ابروئے قاتل نے جیتے دل پر کر بازی
یہ دشمن اور میرے خون کا پیاسا نکل آیا

کرے ضبطِ فغاں کیونکر [illegible]
جو روکا آہ کو سینہ میں تو نالا نکل آیا

کہاں لہرائیں روئے پُر عرق پر آ کے زلفیں
یہ شبنم چاٹنے کو سانپ کا جوڑا نکل آیا

کیا ہے نوح کے طوفاں کو پانی میرے رونے نے
اٹھی جب آہ تو آنکھوں سے ایک دریا نکل آیا

اٹھاتا ہے وہ گل مجھ ناتواں کو بزم سے شعلہ
رقیبوں کے جگر سے اپنا کانٹا سا نکل آیا

بنا ہے کعبہ رتہ تیغ عشق بازی کا
ہیں بانیاز تیرا شیوہ بے نیازی کا
کس آستانہ پہ سجدہ ہے عشق بازی کا
بتوں کے عشق میں آخر خدا نظر آیا
منگایا جاتا ہے گلگیر نالۂ دل چپ
تم آؤ پھر خدا انتو دوست بننے کو

جھکا ہے دیر سے سجدہ میں سر نمازی کا
میں دردمند تجھے ذوق چارہ سازی کا
کہ چومتی ہے زمیں سر ترے نمازی کا
یہاں حقیقی سے رتبہ بڑا مجازی کا
لگا ہے شمع پہ تہمت زبان درازی کا
قریب وقت ہے دشمن کی چارہ سازی کا

وہ چھوٹ بوسہ کو کہدیں تو دیکھ لوں [illegible]
ڈرو خدا سے نہ لو نام پاک بازی کا

جو ہی مشتاق وہ پابند قلت کا نہ کثرت کا
ہوا ہو غافل مقتل میں قاتل کی ملاحت کا
دعا کے مانگنے کو ہاتھ کب اٹھتا ہی ہمت کا
عجب کچھ ناتواں نے کیا [illegible]
ہوئی ہی شمع پانی جب آ بیٹھے وہ محفل میں

یہاں ہر ایک ذرہ میں ہے پرتو مہر وحدت کا
فراہم زخم نے بخشا تجھے شور قیامت کا
بلا سے گر کھلے سو بار دروازہ اجابت کا
نہ پروا ہے کفن تجھکو نہیں محتاج تربت کا
سحر تک دیکھئے کیا حال ہو [illegible] صورت کا

تم اور پھر آرزو ہے وصل [illegible] تیری قدرت کا
تمنا ان کے بوسوں کی بھلا منہ کیا ہے حضرت کا

ہجوم یاس میں لیتے وہ کب تیر آیا
تجھے میں کوسے ستم میں جا بجا خنجر
دکھائی مرگ نے کیا کیا بلندی و پستی
ہمیشہ عشق تیرا ہے گناہ و [illegible]

اجل نہ آئی تو تکتا کس امید پر آیا
رگ گلو کا لہو پاؤں میں اتر آیا
چلے زمیں کے تلے آسماں نظر آیا
ہمیشہ رحم تجھے میرے حال پر آیا

تو اگر روزِ جزا مجھ سے پشیماں ہوگا
قیس کے ہاتھ میں لیلیٰ کا گریباں ہوگا

ستمِ غیر پہ مرنا مجھے آساں ہوگا
صبر آجائیگا دشمن جو پشیماں ہوگا

کیا اب ہجر میں پھر درد کا درماں ہوگا
دل کا آرام سے رہنا قلقِ جاں ہوگا

حشر میں دیکھئے نظارہ کی مشکل کیا ہو
منہ چھپانا ہی تمہارا اگر آساں ہوگا

بند ہوگا نہ کبھی نغمۂ طوطی ہرگز
آئینہ میری طرح سے جو سخنداں ہوگا

زخم کھو دیں گے مگر سینۂ اغیار کے داغ
گل کو دو کوڑی کا یہ سینۂ خنداں ہوگا

آئینہ دیکھتے رہئے مجھے کیا دیکھتے ہو
تم تو بیٹھے رہو ہوگا کوئی حیراں ہوگا

پھاڑ کر جیب پسِ مرگ بکاری وحشت
پہلے تیار کفن سے یہ گریباں ہوگا

ایک قدم چل کے دو عالم کو کرینگے پامال
پاؤں رکھو گے جہاں گنجِ شہیداں ہوگا

شعلہ چھپتا ہے کہیں شوقِ سخن تا دمِ زیست
رشتۂ عمر سے شیرازۂ دیواں ہوگا

کہتے ہیں تو کیوں لطف کا قائل نہیں ہوتا
آنکھوں میں مروت کی جگہ تل نہیں ہوتا

کیا آئے جو جانا او نہیں مشکل نہیں ہوتا
ہیں جوشِ قلق یوں ترا قائل نہیں ہوتا

نظروں کا بچانا تیری مشکل نہیں ہوتا
پہلو تو نکل آتے اگر دل نہیں ہوتا

آئینہ دہر و عکس کے نظارہ نکو رو کو
کیوں بیچ میں پردہ کوئی حائل نہیں ہوتا

گر دام چمن میں ہے تو مقراض قفس میں
صیاد کبھی فکر سے غافل نہیں ہوتا

غمزہ تو بلا خیز ہے عشوہ ہے قیامت
مرنا تو ذرا بات پہ مشکل نہیں ہوتا

جب حال میرا غیر ہے پھر فرق ہا کیا
کیوں غیر میرے حال کے شامل نہیں ہوتا

مرنا ہی بڑا عقدہ رہا کار پہ ورنہ
کچھ بھی ہو جو جیتے ہیں موت کے قائل نہیں ہوتا

کم سن ہو خدا کے لئے ہٹ جاؤ یہاں سے
لڑکوں کا تماشا سر بسمل نہیں ہوتا

تکلیف ذرا جنبش ابرو کی اٹھاؤ
باتوں سے علاج دل بسمل نہیں ہوتا

ہر روز نئے طور نظر آتے ہیں شعلہ
کمبخت کے قابو میں کبھی دل نہیں ہوتا

اے دل چلی وہ چرخ کی بنیاد یا نصیب
کر لے وہ ایک اور بھی فریاد یا نصیب

میں داد خواہ تم سر بیداد یا نصیب
جو کچھ ہو میرے واسطے ارشاد یا نصیب

رشک عدو نگاہ غضب گردش فلک
ایک بیکسی کے سیکڑوں جلاد یا نصیب

پہلا قدم اٹھاتے ہی میدان عشق میں
کہتا تھا مجھ سے قیس کہ استاد یا نصیب

ہوگی کبھی تو آپ کے کوچہ کے رخ ہوا
ہونے دو میری خاک کو برباد یا نصیب

بہتر ہے اپنی کوہکنی سے توجہ کی
ایک تیشہ اور لے سر فرہاد یا نصیب

پامال کر گئے تو مٹا دو نشاں میرا
جو کچھ پڑی ہے چرخ کی افتاد یا نصیب

آئے پھنسے چلے گئے مرغ چمن ہزار
ہے اب تلک میری تاک میں صیاد یا نصیب

شعلہ انہیں پسند نہیں ہے میری خوشی
ہوتا ہے شاد پھر دل ناشاد یا نصیب

اے حضرت عیسیٰ نہیں کچھ جائے سخن اب
وہ آ گئے رکھوائے تہ کر کے کفن اب

سینچا گیا پھولا ہی نہیں سر سے چمن اب
اشک پی لئے گئے سر میرے داغ کہن اب

او شوق اسیری کھلے گیسو کے شکن اب
ترسینگے قفس کے لئے مرغان چمن اب

خاموشی نے تمہارے وہم کیا اور دہن اب
تم ہی کہو باقی رہی کیا جائے سخن اب

یاران وطن کو ہے غریبوں سے کنارہ
غربت تو نہ تھا ہے کرو ترک وطن اب

دیرینہ کشمکش ہوں زمانہ میں ازل سے
کیا جور نکالیگا تیرے چرخ کہن اب

بس لیجیے کچھ قصہ تنہا دل کو
جو جی میں ہو کہہ لیجیے پھر شوق سخن اب

سیماب بنایا تپ ہجراں نے جگر کو
دل ٹھہرنے دیتی نہیں سینہ کی جلن اب

بن بن کے سنورتے ہیں بگڑ جاتے ہیں [illegible]
نکلا ہے نئی ساخت کا بیساختہ پن اب

چلتے ہیں سر بازار ہو غیروں کو پرے [illegible]
بیٹھے نہ لگا کے کہیں یہ چال چلن اب

زنجیر مری توڑ دی اے جوش وحشت
پھر سر پہ چڑھا چاہتا ہے نجد کا بن اب

آخر کوئی حد بھی تیری اے دوری غربت
پاؤں ہوئے جاتے ہیں یاران وطن اب

پھر سینہ میں پیکاں نہ سمایا ہو کسیکا
کیا بات ہے کھلتے نہیں زخموں کے دہن اب

کیا مہر کے [illegible] کو ہیں کھائے ہوئے ہیں
دکھلا دو زلیخا کو ذرا چاہ ذقن اب

ہنگامہ محشر میں جو مستی ہے کہاں کی
سننے کا نہیں کوئی یہاں عذر [illegible] اب

کیا رخ پہ بہار آئی ہے سبزہ خط سے
ہے غیرت گل تجھ سے تو ہے رشک چمن اب

مدت ہے کیا قیس کشمکش کا زمانہ
پیدا تو کرے تجھسا کوئی چرخ کہن اب

پہونچا نہ کبھی کان تلک نالہ مجنوں
چلاؤں اگر کوچہ سے اٹھے نجد کا بن اب

کیا فکر ہے اے شعلہ جو بادہ رنگیں
ڈالو بھی کہیں بھاڑ میں یہ رنج و محن اب

کیا سر راہ سنے شکوہ دیدار کی بات
سنئے ہنگامہ محشر کو جو بازار کی بات

طشت از بام ہوئی محرم اسرار کی بات
جیسے ہوتی ہے کہی تھی تیری گفتار کی بات

[illegible] ہی رہی ابرو کے خمدار کی بات
رک گئی آ کے لب زخم پہ تلوار کی بات

کاش ہو بالیقین تقریر تجلی تیری
ورنہ گفتار میں ہو تکملہ تکرار کی بات

بوسے مجھکو دے یا غیر کو انصاف کرو
تم تو ایک بار کی کہتے ہو میں ہر بار کی بات

اس کے یہ معنی کہ پھر نامہ و پیغام نہ ہو
پوچھتے ہیں میرے قاصد سے وہ اغیار کی بات

گل نیا کھلتا ہے اور تفرقہ انداز چمن
چھڑ گئی بلبل و گل میں تیرے رخسار کی بات

طلب بوسہ لب یار پہ مجھے کہہ ہی بیٹھے
دیکھ پھر تو نے اٹھالی وہی تکرار کی بات

وعدۂ غیر لب یار پہ تو نا شنیدہ سنا
منہ سے نکلی ہی جو تھی کیوں نہ پھرا اقرار کی بات

شعلہ حشر دیدہ و دل نذر لئے لیتا ہے
ابتو محشر پہ گئی آپ کے دیدار کی بات

ہوں ناتواں وصال کا کھینچے نقش عبث
کروٹ بدل رہی ہو پہلو لیا نہیں عبث

آنکھیں تو لڑ رہی ہیں سر بزم غیر سے
اور یہ لحاظ بھی ہے کہ شرمگیں عبث

یہاں کس نہیں ہے ہم کو شکر و شکایت کیواسطے
تم حال پوچھتے ہو دم واپسیں عبث

افشاں سے انکی عقدہ پروین کو کیا مثال
کیوں پیچ کر رہا ہے یہ چیتان چیں عبث

یہاں جو لکھی لب پہ نہیں شکوہ تابے جور
پوچھو جو مجھ سے ہوتے ہیں پرچیں جبیں عبث

آزاد عشق کو نہیں پرواے دو جہاں
کیوں کھائے جاتا ہے غم دنیا و دیں عبث

یہاں تاک ہیں حسن کا بھی رتبہ بلند ہے
کھینچے ہوئے ہیں آپ کو عرش بریں عبث

آرامگاہ عشق ہے گھر عیش کا نہیں
اے شعلہ قبر میں ہے دم آتشیں عبث

بیمار عشق چشم فسوں ساز کا کیا علاج
اچھا نہ ہو اگر تو مسیحا کا کیا علاج

شکوہ نہیں گلہ نہیں ذکر ستم نہیں
اے دوست اور رنجش بیجا کا کیا علاج

معشوق پر جفا ہو تو عاشق کی موت ہے
یوسف کہیں ہی جائیں زلیخا کا کیا علاج

ہے عالمِ شباب کو پیری کا انتظار
جیسے مسافر ہوتا ہے امیدوارِ صبح

میری شبِ فراق کو بھی ہو سحر نصیب
پردہ اٹھا بھی دے کہیں اے پردہ دارِ صبح

پہلو نشیں تھا صبح تلک اضطرابِ شام
دن بھر گنا کیا ہیں غمِ بے شمارِ صبح

لا ساقیا شرابِ صبوحی کہ بے پیے
دن بھر بگاڑتا ہے طبیعت خمارِ صبح

مشتاقِ رخ کا گرچہ گیسو ہیں کام کیا
کیا جانیں لطف رات کا اہلِ دیارِ صبح

وہ ہمکنارِ غیر ہے میں ہمکنارِ غم
یارب شبِ فراق بھی ہو ہمکنارِ صبح

ہے عکس روئے یار میرے داغ داغ میں
خورشید کی طرح سے ہوں آئینہ دارِ صبح

پیری میں شعلہ عشقِ صنم کیسے چھوڑ دوں
کچھ اور لطف دیتا ہے بوس و کنارِ صبح

پانی ہو کر بھی ہے خونِ عاشقِ دلگیر سرخ
میرے پہلو سے نکلتے ہی تمہارا تیر سرخ

آگ سی جسم میں لگی ہے گرمیٔ رفتار سے
کھنچتے کھنچتے ہو گئی ہے پاؤں کی زنجیر سرخ

کب گوارا ہو سکیں بہزاد کی گستاخیاں
ہو گئی غصہ کے مارے خود بخود تصویر سرخ

ہمتِ دل کیا کھلیگا انگلیاں رہ رہ گئیں
کر دیے ہیں اس گرہ نے ناخنِ تدبیر سرخ

ایک پیر کا بھی نہ چھینٹا ہاتھ اٹھا کر رہ گیا
سخت جانی پر ہوئی کیا کیا تیری شمشیر سرخ

بیگناہوں کا چھپائے سے لہو چھپتا نہیں
ہو گئی خوں سے مرے دستِ ستم بے پیر سرخ

شعلہ ایک ایک حرف ہے نسخہ ہمارے خون کا
قتل کے محضر کی ہے شنگرف سے تحریر سرخ

رکی نہ دل میں نہ ٹھہری سرِ زباں فریاد
ضرور سیکھ گئی تیری شوخیاں فریاد

ہیں نیم جاں وہ بلند اور ناتواں فریاد
کہاں ہے چرخ کہاں میں ہوں اور کہاں فریاد

دل برشتہ سے کیا ہو سکے کباب لذیذ
شراب تلخ ہے اور میرا خون ناب لذیذ

ہے بوسہ سیب ذقن کا و دم عتاب لذیذ
ہمارے کو کرتی ہے گرمی آفتاب لذیذ

رقیب واقف اشک گرم کیا جانے
بجھا ہوا ترے بیمار کا ہے آب لذیذ

غم فراق نے چکھا نہیں دل بریاں
حرام خور کو لگتا نہیں کباب لذیذ

ذرا چکھا اور ہے خون جگر میں اے شعلہ
کچی ہے زخم کے انگور کی شراب لذیذ

پھینکدوں نوچ کے گل پھول ہیں رخساروں پر
توڑ دوں عقد ثریا کو ترے ہاروں پر

کنگھی باندھی اچھی نہیں رخساروں پر
آنکھیں کھو بیٹھیں گے کسی دن ترے نظاروں پر

خط کو پیدا کیا اللہ نے رخساروں پر
کالے رکھدیے ہیں سب بانکی تلواروں پر

پھر نظر ڈالی ہے آپ کے رخساروں پر
ہنسے بلبل کے کیا آج تو گلزاروں پر

کون بازار میں رشک مہ کنعاں آیا
مفلسی چھائی ہے یوسف کے خریداروں پر

تشنۂ شربت دیدار پہ کیوں تیر ہوئے
آگ برساتے ہو پانی کے طلبگاروں پر

دھجیاں جیب کی ان کے ہیں ٹکڑے ٹکڑے ہو
آجکل یار ہے جوبن ترے آواروں پر

جھونٹوں کو مرے گھر سے ہے کچھ ایسی نفرت
چاندنی تک نہیں پڑتی مری دیواروں پر

دل جلا نیکو وہ پہلو میرا دیکھا ہی کئے
بجلی گرتی رہی کیا کعبہ کی دیواروں پر

اچھی صورت کی طرف شعلہ نہ دیکھا کیجئے
آنکھیں کھو بیٹھو گے اک دن انہیں نظاروں پر

ہم بھی بگڑ بیٹھیں گے زمانہ سے تیری خو ہو کر
بیٹھے پر مرتے ہیں پھر مائل ابرو ہو کر

باغ میں بیٹھ تماشا آپ سمجھ کر کھولیں
دم بلبل نہ نکل جائے کہیں

تیغ ایک وار میں کردیتی ہے دو ٹکڑے
تولنی ہے ترے بسمل کو ترازو ہو کر

کوہسار شک چمن آج ہے آمادہ رقص
تال ہر غنچۂ گل دیتا ہے گھنگرو ہو کر

گریۂ عشق نے کیا آبرو پانی کردی
گر گیا خلق کی نظروں سے میں آنسو ہو کر

عشق ابروئے بتاں کچھ تو اثر کر ہی گیا
شعلہ کعبہ کو چلا دیکھئے ہندو ہو کر

گرمی تلک ہی نہ دل برہمن سے دور
نالہ نکل گیا کبھی چرخ کہن سے دور

صیاد ظلم پیشہ نے فصل بہار میں
پر نوچ نوچ کر مرے پھینکے چمن سے دور

بیتابیاں میری نہ گئیں بعد مرگ بھی
لاشہ پڑا ہے گور سے باہر کفن سے دور

کیوں کشمکش ہے جذبۂ وحشت کے پاس پاس
مجنوں سے کہہ دو جا کے رہے میرے تن سے دور

بیکس ہے ایسی جسم میں آکر عدم سے روح
بیچارہ جیسے کوئی مسافر وطن سے دور

حسرت ہے ایسے آئے یہ کب آکے پاس وہ
جب جاں پہونچ گئی تھی نکل کر بدن سے دور

اے دل کہاں چلا ہے دکھانے کو آج داغ
گل شمع وہاں نکالی گئی انجمن سے دور

تاتاریوں کی کھل گئیں نازک دماغیاں
پہونچی شمیم زلف سواد ختن سے دور

غربت حصار کھینچے ہوئے ابتدا سے ہے
شعلہ تمام عمر رہے ہم وطن سے دور

نہ جھگڑا تجکو مجھ سے نہ دعویٰ تیر دامن پر
وہ بیکس ہوں کہ میرا خوں رہا میری ہی گردن پر

کیا ساقی بلوریں نے اندھیرا شمع روشن پر
ہوا ہی ڈھیر پروانوں کا آکر تیرے دامن پر

جھکا پڑتا ہے بسمل خود بخود شمشیر آہن پر
سمٹ کر آگیا سارے بدن کا بوجھ گردن پر

نہ تھا کچھ فاتحہ موقوف اپنا دوست دشمن پر
مگر کچھ بیکسی نے پانوں پھیلائے ہیں مدفن پر

آ گیا غش دیکھتے ہی دیکھتے زہرہ جبین
مجھ سے یوں آنکھیں ملا کر جادوئے بابل چھوڑ

مال و دنیا خیر کیا ہے دل ذرا سا چاہیئے
جان بھی گر مانگئے تو خالی کاسۂ سائل چھوڑ

ماہ کو اس نوجواں سے کیا ہی نسبت افلاک
اس پہ ڈر ہائے ہیں تمیز ناقص و کامل چھوڑ

زہر سے بھر دے مرا ساغر نہیں ہے گر شراب
دور سے خالی مجھے اے ساقیِ محفل چھوڑ

اس نگاہِ گرم سے صیاد کچھ تو ہو حصول
آشیاں کو خاک کر دے برق کا حاصل چھوڑ

کھل نہ جائے ساربان پر لیلیٰ پردہ نشیں
شوقِ مجنوں پردہ در ہے پردۂ محمل چھوڑ

کر جفا اے برق وش سیکھا ہے گر طرزِ ستم
بے حصولِ مدعا تحصیل لاحاصل چھوڑ

خود بخود گردن جدا ہوتی ہے تیغِ رشک سے
عرصۂ مقتل میں مجھکو غیر کے شامل چھوڑ

عمر لے کس سے وفائی ہے جو تجھ سے ہو امید
پھیرے جیتے جی جفا کو اے جفا مائل چھوڑ

سامنے ہیں پائے جمع ٹھوکر کے لئے افزائے قیس
اے ہوائے نجد ایسا ذرہ لیلیٰ محمل چھوڑ

مشتعل بیتابیِ پروانہ ابھی دیکھی نہیں
دل کو چمکے سے اٹھا لے یوں سرِ محفل چھوڑ

آیا نہیں ہے وہ بتِ رشکِ قمر ہنوز
کیوں زندگی نہیں ہے مری پردہ در ہنوز

ہم مٹ گئے دبا نہیں سوزِ جگر ہنوز
ذرہ کی جا ہیں خاک میں اڑتے شرر ہنوز

وہ دل میں ٹھوکر سے مجھے پامال کرتے ہیں
بھولے نہیں خرامِ سرِ رہگذر ہنوز

نقشہ جما تمہارا تو کس کے خیال کا
کیوں صورتِ مربع ہیں دیوار و در ہنوز

دامن اگر نہیں ہے تو سینہ ہی چاک ہے
ہاں میرا صبر ہے وہی وحشت اثر ہنوز

وحشت پکار اٹھی کہ چلو شہر کی طرف
بسنے نہ پایا تھا ابھی صحرا میں گھر ہنوز

چھٹنا نہ بعدِ مرگ بھی میں وہ اسیر ہوں
ٹوٹے ہوئے قفس میں ہیں دو چار پر ہنوز

ہم کر چکے ہیں اسپہ چمن کے چمن نثار
آگئے دے بیخودی سے مجھے ہوش ہیں اجل
ہم وہ اسیر ہیں کہ رہا ہوئے پہ بھی
وہاں بات تھی کہ آئے بگڑ کر چلے گئے
سو حشر اٹھ کھڑے ہوئے طرز سلام پر
بے بات سنے ہائے خوشی پہ جان دی
وہاں جس نے سنے چاک ہیں [illegible]
اور کبھی [illegible]

بلبل پرکھتی پھرتی ہے غنچہ کا زر ہنوز
یہاں سے ٹلے نہیں ہوا میرا پہلا سفر ہنوز
سمجھے ہوئے ہیں کنج قفس کو ہی گھر ہنوز
اور یہاں نئی ہوئی ہے دل و جان پر ہنوز
سینہ ہا نہیں ہوا اٹھا بت فتنہ گر ہنوز
اور ان کو اعتبار نہیں بات پر ہنوز
پہنا رہے ہیں مجھکو کفن بخیہ گر ہنوز
اٹھا نہیں ہے بار سے زانو سے سر ہنوز

اے شعلہ جان کھوتا ہی سے سودا ہو گیا
سمجھے ہوئے تھے فائدہ ہی کا ظفر ہنوز

آیا نہیں جو اپنی جگہ پر جگر ہنوز
دیکھا وہی ہے جانب دشمن نظر ہنوز
کس سے لپٹے سوئے تھے زلفیں الجھ گئیں
میں وہ خبر ہوں جسکی کوئی ابتدا نہیں
کیوں ہے مزہ دعوت دشمن کا انتظام
خود رفتگی نہ پوچھیے گم کردہ عشق کی
وحشت فزا تھی چارہ سے بیچارگی مری
یہاں ایک جوری میں جہاں سے گزر گئے
تجھ جہاں ہیں آتے ہی [illegible] تھا

سیدہی نہیں ہوئی تری ترچھی نظر ہنوز
اپنا دل نہیں ہوا ہے فغاں کارگر ہنوز
ملتی نہیں نہیں تو تمہاری کمر ہنوز
وہ ابتدا ہوں جسکی نہیں کچھ خبر ہنوز
[illegible] نہیں تم سے جیتے گھر ہنوز
میری تلاش میں ہے میرا راہبر ہنوز
آوارگی سے ہے وہی ویرانہ گھر ہنوز
اور وہاں کسی ستم سے نہیں درگذر ہنوز
قطرہ بنا نہیں [illegible] گہر ہنوز

آ چکی لب پہ جان اے شعلہ
کس چکے ہو کمر خدا حافظ

سوز پنہاں کے بھی دیکھیگی اثر شمع
کچھ ہمسے بھی رکھیگی در پردہ اگر شمع

ہو جاتی ہے گل گور پہ کیوں پیش سحر شمع
کچھ دیتی ہے تربت کے اندھیرے کی خبر شمع

ہے کثرت عشاق کہاں بزم کدھر شمع
پروانوں کے جھرمٹ میں آگئی نظر شمع

یوں آہ دل و جاں سے شب ہجر تھی آگے
جوں پیشرو قافلہ ہنگام سفر شمع

وہ آئے ادھر اٹھکے ہوا بزم کی بگڑی
کچھ خیر ہو ہلکی ہوئی جاتی ہے کدھر شمع

جو آیا تری بزم میں جلتا نظر آیا
یہاں دل وہاں پروانہ ادھر داغ ادھر شمع

کچھ پردۂ فانوس میں ہے منہ کو چھپائے
جلتی ہے شب وصل بہ انداز دگر شمع

دل ایسا جلا ہے کہ بجھائے نہیں بجھتا
کرتی ہے مرے سامنے کیا عرض ہنر شمع

انگشت حنائی جو اندھیرے میں اٹھائے
آجاتی ہے کافر کے اشارہ میں نظر شمع

بجھکاتے ہیں وہ جنبش دامن سے ہوا کو
یارب وہ جلا دے کہیں تربت کا شجر شمع

وہ بزم ہے تیری جسمیں شب و روز
خورشید جلاتا ہے بجھاتا ہے قمر شمع

او سوز محبت نہ اٹھا منت شیریں
فرہاد کی تربت پہ ہو فرہاد کا سر شمع

اٹھے جو وہ صد قتل تری دست حنائی
تھا تیغ مرا رشتہ ادھر تیغ ادھر شمع

سایہ کی طرح خوف آگ برستی ہے لحد میں
تھک جاتی ہے گور پہ ہر شعلۂ تر شمع

ایسے نہیں داغ جگر کوئی خطرہ
آندھی میں بھی جلی رکھتی ہیں ارباب ہنر شمع

اے سوز محبت میں اثر کچھ نہیں شعلہ
ہے ماتم پروانہ میں کیوں خاک بسر شمع

پڑا نہ پھر رکھو گے گوشۂ دامن دہانے لو
رکھو نہ بے نقاب رخِ ارغوانِ تیغ

سینے میں کھپ گئے تو نکالوں کہاں سے تیر
دلمیں اتر گئی تو کہاں دوں نشانِ تیغ

میرے لہو سے واں قاتل ہی پر بہار
پھولا پھلا ہی کیا چمنِ بے خزانِ تیغ

مژگان اگر کہیں سرِ نشتر کی نوک لوں
ابرو اگر کہے تو کروں امتحانِ تیغ

دریا کی طرح جوش ہے رکتا نہیں کہیں
پست و بلند پر ترا آبِ روانِ تیغ

ہر زخم یہاں ہی باعثِ آرایشِ بدن
آلودہ ہوئے ہیں جامۂ تن پر نشانِ تیغ

یہاں موت و زندگی مری قاتل کے ہاتھ ہی
کیا توسنِ حیات ہوا ہمعنانِ تیغ

ٹانکے لگا لئے رگِ جاں سے جگر میں ہم
بخیہ گری نگے بیٹھ کے زخمِ نہانِ تیغ

بے میری قتل گاہ میں بسمل رہے پڑے
یوسف بغیر چل نہ سکا کاروانِ تیغ

پھولے پھلے سی کبھی نہیں ظالم کے فائدہ
بے شیشہ شگافی تیغ کا پھل ہی زبانِ تیغ

تشبیہ تیغ لیلی پردہ نشیں سے ہے
مقتل اگر بنے تجھے تو محمل میانِ تیغ ؛

اے شعلہ اور کہی سہی ایک مطلع بلند
جس سے زمین تیغ بنے آسمان تیغ

گردن میں بنگئی رگِ گردن نشانِ تیغ
آیا گلے گلے تلک آبِ روانِ تیغ ؛

قصہ مسیح و مرگ کا ہو داستانِ تیغ
جھگڑا نہ ڈالنا لبِ خنجر بیانِ تیغ ؛

پروانہ کے لئے کبھی اگر حکم قتل ہو
پیدا امتثال شمع ہو سر پر زبانِ تیغ ؛

سنئے قصہ گو کی بات پہ کٹ کٹ گیا ہی جی
یا میری سرگذشت تھی یا داستانِ تیغ ؛

ابر شکے کیا اشاروں کا وعدہ وفا ہوا
بولے تھم بات باتیں گویا زبانِ تیغ ؛

دلمیں نگاہ چبھتے جگر چاک کر گئی
آئی لبِ سان تیر تجلی لسانِ تیغ ؛

خم ہو گئی تو گردنِ بسمل میں تا رکھی
کتنا سبک ہی پھول سے بارِ گرانِ تیغ

کیا سر کے بل چلیگا کوئی راہِ عشق میں
جائے نشانِ نقشِ قدم ہے نشانِ تیغ

ابرو پہ بل بنا نگہہ بد کے واسطے
زنگی پسر ہوا ہے مگر پاسبانِ تیغ

گردوں نے کب جڑے ہیں ستارے ہلال پر
جوہر چمک رہے ہیں مگر درمیانِ تیغ

گردن جھکا کے جیسے کوئی نازنیں چلے
اب تو تمہاری شان سے ملتی ہی شانِ تیغ

لگتا ہے ہلالِ عید کے کہکشاں بنا
گردوں پہ لالہ رنگ سے ہوئی نشانِ تیغ

ہم جب تلک جئیں وہی دم خم بنا رہے
یا رب رہے وفا شعار ہمیشہ جوانِ تیغ

یہاں سیدھی ہی ترچھی نظر کا ہی زخم آیا سا
کچھ آپ ہی سمجھتے ہیں جو دو زبانِ تیغ

بسمل تمہارا سایۂ شمشیر میں دبا
ٹوٹا پڑا ہے سر پہ مگر آسمانِ تیغ

جو آئے سامنے سرِ بازار قتل کر
لے ابروئے خمیدہ لگا دے دکانِ تیغ

مشکل مگر ہے کوچۂ قاتل ادب کی جا
یہاں سر کے بل چلے تو نہیں کسرِ شانِ تیغ

نالۂ دل اک طرف ہے شورِ محشر اک طرف
سا ہی تنہا اک طرف ہیں بند و در اک طرف

ہوں گدائے عشق کوچہ میں پڑا رہتا ہی دو
در پہ مجھکو بھی لگا لینے دو بستر اک طرف

سمجھا مجھ کو حسرتِ دیدار کیا بعدِ فنا
بیکسی بیٹھی رہی تربت کے باہر اک طرف

ہیں ترے تیرِ ستم سے غیر بھی جو ناگہاں
اب تمہارے ہاتھ تو چلنے لگے ہر اک طرف

آج تو کچھ جذبۂ دل کی کشش ہی چارسو
دیکھتا ہوں بزم میں دیکھیں وہ کیونکر اک طرف

اٹھ گئے جوشِ گریۂ غم اللہ رے سیلاب اٹھا سا
سارے دریا اک طرف تھا اور دیدۂ تر اک طرف

شوق سے آجاؤ سینہ میں نہیں کوئی غیر
آرزو بیٹھی رہیگی دل کے اندر اک طرف

دفتر بخشش میں گو ہے تیری رحمت بے حساب
مجھکو بھی لکھ لے کہیں اے نکتہ تیرو اک طرف

چرخ کا شکوہ کبھی شکوہ جفائے یار کا
سارے صدمہ اک طرف اور جان مضطر اک طرف

شعلہ قسمت سے عجب کچھ انقلاب بزم ہے
چلتے چلتے رہ گیا ہے دور ساغر اک طرف

آپ میں اور نو بہار میں فرق
ہیں بتا دوں کہو ہزار میں فرق

اب اجل بھی نظر نہیں آتی
آگیا چشم انتظار میں فرق

کینہ جو ہے کمینہ پرور ہے
کچھ تو ہے چرخ نابکار میں فرق

جاں کو سمجھے ہیں بے وفا جیسے
آگیا تیرے اعتبار میں فرق

بات سمجھی نہ سخت جانی نے
پڑ گیا شان جاں نثار میں فرق

داغ کتنے رہے قیامت تک
رہ گیا پھر بھی کچھ شمار میں فرق

شعلہ کیسے ہو کس زمانہ کی
روز ہے طرز روزگار میں فرق

ضبط فغاں سے آگئی ہونٹوں پہ جاں تلک
دیکھو گے میرے صبر کی طاقت کہاں تلک

غفلت شعار تیرے تغافل کہاں تلک
جیتا رہیگا کون ترے امتحاں تلک

واعظ کا ربط ضبط چھپاؤ گے کہاں تلک
توبہ کی بات پہونچی ہے پیر مغاں تلک

وہ میری آرزو بھی جو گھٹ گھٹ کے رہ گئی
وہ دل کی بات تھی جو نہ آئی زباں تلک

جوش جنوں سے دامن گردوں بھی چاک ہے
پہونچے زمیں کے ہاتھ مگر آسماں تلک

ڈھونڈھو گے پھر کبھی مشق ستم کے لیے مجھے
دشمن جفا سہے گا تمہاری کہاں تلک

گلشن میں آگئے تم تو عجب حال کر گئے
بھولے ہوئے ہیں مرغ چمن آشیاں تلک

پامال کرکے خاک اوڑانے سے فائدہ
ایسے چلو کہ میرا مٹا دو نشاں تلک

باد وائے چھوٹکے دام سے صیاد کے کرم
پہونچا دو کوئی مجکو میرے مہرباں تلک

کہتا ہے کون مر گیا حاجت طلب نہیں
یہاں دم رکا ہوا ہے فقط تیری ہاں تلک

دل گرمی رقیب سے جل بھن کے رہ گیا
اور میرا ضبط دیکھ نہ اٹھا دھواں تلک

شعلہ کے بعد ختم ہے ایجاد طرز نو
کچھ لطف تھا سخن کا اسی خوش بیاں تلک

ہے گلشن حیات کا بے اعتبار رنگ
ٹھہرا کبھی نہ دہر پہ ناپائدار رنگ

بدلے ہے روز روز نئے روزگار رنگ
گردوں کے ایک رنگ میں ہیں کئی ہزار رنگ

مخلوط ہو کے بھی ہیں عناصر جدا جدا
کیا خوب ایک پانی میں کھولے ہیں چار رنگ

اب زرد ہے کبھی چہرۂ عاشق ہو سرخ کیا
چڑھتا نہیں اوتر کے یہاں بار بار رنگ

ہجراں میں زرد چہرہ ہے آنکھیں سفید ہیں
اُلٹا چڑھا رہی ہے شب انتظار رنگ

چھینٹے لہو کے گلشنے ہو دامن پہ کیوں ابھی
عاشق کا خون لائے گا روز شمار رنگ

ایک ایک بوند کرکے نکلتا ہے دل کا خون
سارا نچوڑ لے مژہ اشکبار رنگ

کیوں میری خاک دامن قاتل کی ہے بہار
شعلہ جما رہا ہے کچھ اپنا غبار رنگ

وہ میں نہیں کہ چھپائے پھروں کنار میں دل
جو لینے والے ہیں پھینکدوں ہزار میں دل

کہے میر تنگ ہیں ہم کہ ہے انتظار میں دل
بہت دنوں سے ہے آنکھوں کے اختیار میں دل

یہ خوف ہے کہ آتا نہیں کنار میں دل
مچل گیا مرا آغوش غمگسار میں دل

ہزار حصہ محشر ہو میر کے قابل
اٹھے گا کون اگر لگ گیا مزار میں دل

بُرا ہو سوزِ دروں کا بدل گئی صورت
اُڑی وہ خاکِ جگر اُڑگیا غبار میں دل

تمہیں بتاؤ کہ قابو ہے کیا طبیعت پر
تمہیں کہو کہیں ہوتے ہیں اختیار میں دل

اٹھا قدم کو ذرا طفلِ اشک آہستہ
کہ مثلِ شیشۂ بشکستہ ہے کنار میں دل

اٹھیگا حشر لگا دیگا کوئی تو ٹھوکر
کہ راہ دیکھتے ہیں رکھکے رہگذار میں دل

وہی ہے نالۂ پُر درد ناتوانی میں
یہ نغمہ تار میں ہی یا ہے جسمِ زار میں دل

تمہارے تیر کی حسرت کو بھی جگہ نہ بچائے
جو ایک اور بھی نکلے دلِ فگار میں دل

یہ کس کا آبلہ پا سوئے دشت آتا ہے
پرو دیا قیس کا لیلیٰ نے خار خار میں دل

تمہیں نے خاکِ کدورت بھری ہی پہلو میں
تمہیں نے دیکھا تھا آئینہ سا کنار میں دل

مرے ہی نالۂ بے رخنہ کئے ہیں پتھر میں
مرا ہی گرمِ فغاں دہر کے شرار میں دل

بجائے اشکِ ندامت امیدِ رحمت پر
نکلکے آیا ہے چشمِ گنہگار میں دل

کہاں دکھائے شعلۂ ہجومِ حسرت میں
کہاں بتائے غمہائے بے شمار میں دل

ہوئی ہیں خون تماشائے نوبہار میں دل
لیے حنا کی طرح سے خرامِ یار میں دل

ندوں تو کیا کہیں لیجاؤگا قرار میں دل
ابھی نکال دوں ہو بھی مگر کنار میں دل

وہ شوقِ گریہ ہے اکدم نہ سلسلہ ٹوٹے
گرہ لگاتا ہے اشکوں کے تار تار میں دل

کہو کو قول تو دیتے ہو ناتے ہے لیکن
نہ ٹوٹ جائے کوئی عہدِ استوار میں دل

ابھی ہوں پھر وہی مخمورِ چشمِ مستِ سیہ
ابھی ہی جامِ تغافل ترے خمار میں دل

اٹھا ہے سینہ و پہلو سے جوششِ گریہ
کنار میں ہے کہ ہے بحرِ بیکنار میں میں

وہ درد دے مجھے ساقی کہ درد بنجائے
بدن کی طرح سے ٹوٹا کرے خمار میں دل

دکھا دکھا کے لحد کو سکندر و جم کی
سنا رہا ہے فسانہ مجھے مزار میں دل

ذرا سرک کے سرہانے سے بیٹھنے دیجئے
نہ بیکسی کو کہیں کھینچ لے مزار میں دل

وہ توبہ غم سے ہی پہلو میں کچھ تہ و بالا
یہ اضطرار ہے دل میں کہ اضطرار میں دل

ضرور نکلیگی ملئے تو کچھ کدورت بھی
غبار آنکھوں میں پایا ہے اور غبار میں دل

کوئی کسی کو بھی دیتا ہے مال بے مطلب
سوال بوسہ ہے دست امیر دار میں دل

خدا کے واسطے نالوں کو روک اے شعلہ
پھر آیا تا نگہ ہو شعلہ بار میں دل

ہوئے اب تو تیر اٹھانے کے قابل
بنے ہو گلے سے لگانے کے قابل

نہیں دیدۂ تر بہانے کے قابل
ہر آنسو ہے موتی لٹانے کے قابل

وہ آئے تو کب آئے پردے سے باہر
ہوا جب نہیں اپنے چھپانے کے قابل

ہم اپنی ہی دیوار سے پھوڑ مر لئے
اگر سر ہی ہوتا اٹھانے کے قابل

وہیں پر سے اہل جہاں کو ہٹا دو
جگہ کچھ تو چھوڑو تلملانے کے قابل

ابھی سے مری جان ٹھیرو نہ یعہد سے
ابھی تم کہاں آئے جانے کے قابل

تبسم سے کیا خندۂ گل کو نسبت
کہیں منہ بھی ہے مسکرانے کے قابل

خدا کے لئے گیسوؤں کو نہ بل دو
یہ موذی نہیں سر چڑھانے کے قابل

مرے قیس کی کوہکن کی کہانی
یہ قصے نہیں ہیں سنانے کے قابل

نہ آئے کہیں موت عشق بتاں میں
الٰہی رہیں منہ دکھانے کے قابل

دل اس غیرت خال ہندو پہ مائل
مسلماں کہاں مر کے جانے کے قابل

بتوں سے امید وفا کیسی شعلہ
زمانہ نہیں دل لگانے کے قابل

لیں بوئے پیرہن تری گلہائے تر سے ہم
چھینیں شمیم زلف نسیم سحر سے ہم

کون آ گیا نظر میں جو حیرت پسند ہیں
مثل نظر چھپے ہیں کچھ اپنی نظر سے ہم

آئی بہار چھوڑ کہیں گر پھڑک اٹھے
صیاد توڑ دیں گے قفس بال و پر سے ہم

اچھا کہا جو غیر کو اچھا وہی سہی
پر ہم سے یہ تو کہئے برے ہیں کدھر سے ہم

محشر تلک نہ ہاتھ سے دامن کو چھوڑتے
پھر جی میں ڈر گئے تری نازک کمر سے ہم

نالہ پکارتا ہے اکھاڑوں فلک کے پاؤں
اور اشک کہہ رہے ہیں گذر جائیں سر سے ہم

ہاں اے خراش ناخن غم کیا مزے دیئے
منہ چوم لیں ترا لب زخم جگر سے ہم

اے دل ہے خونبہا کے لئے اضطراب کیوں
کیا حشر مانگ لائیں کسی فتنہ گر سے ہم

شعلہ ہمارا داور روز جزا نہ تھا
شکوہ زباں پہ لائے نہ ظالم کے ڈر سے ہم

کون ہے تجھ سے جو دو چار نہیں
ایک میں ہی گنہگار نہیں

ہائے فصل بہار و جوشش جنوں
یاں گریباں میں ایک تار نہیں

سینکڑوں درد اک نہیں درماں
لاکھ غم کوئی غمگسار نہیں

ہم نہیں وہ جو ایک بھی مانیں
آپ کرتے ہیں ہزار نہیں

سب ہی گل بھی مے بھی مطرب بھی
تو نہیں ہے تو کچھ بہار نہیں

وصل کیا جب نہ ہجر کے ہوں عوض
وعدہ کیا جس کا اعتبار نہیں

غیر سے مل کے کیوں لگاتے ہو
ہیں کدورت کا کچھ غبار نہیں

ہاتھ آ جائے آپ کا دامن
حشر کا بھی کچھ انتظار نہیں

کیا ثبات وجود پر مرتے
زندگی کا کچھ اعتبار نہیں

کون کہتا ہے کہ تمنے عنبر کو بوسہ دیا ‌ ‌ دیکھئے تو اپنا منہ آئینہ لیکر ہاتھ میں

کل کسی کا خون ہوگا شہر میں مشہور ہے
شعلہ مہندی لگ رہی ہے آج گھر گھر ہاتھ میں

کی ہیں ہائے آہ گرم جو فرقت کی رات میں ‌ ‌ گل چھڑ گیا کہ آگ لگی کائنات میں
لاکھوں تپے ہیں دوچار ہوا سنش جہات میں ‌ ‌ تجھسا نہ پایا ڈھونڈ لیا کائنات میں
چلتی ہے تیرے ساتھ قیامت قدم قدم ‌ ‌ اعجاز عیسوی ہے تری بات بات میں
بیچی نگاہ ناز نے کچھ تو ہنر ایسا ‌ ‌ آنکھیں لگی ہوئی ہیں مگر دل کی گھات میں
مردوں میں جان آ گئی جب تیرے لب ہلے ‌ ‌ عیسی کو کیا کلام رہا تیری بات میں
سن لے تمہارے گر لب جاں بخش کا مزا ‌ ‌ مر جائے خضر ڈوب کے آب حیات میں
ایسے سخن ہیں کیا ہے مزا جسکے سامعین ‌ ‌ معنی ہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کے پھر کثرت اللغات میں

کیا تاب شمع ہے سر محفل جو سر اٹھائے
شعلہ زبان کٹتی ہے وہاں بات بات میں

ہزاروں گردشیں پیش آیا دل ہی قابو میں ‌ ‌ خدا نے کوٹ کر بھر دی ہے بجلی کوئی پہلو میں
تن لاغر نے کیا کیا داغ کھائے عشق گلرو میں ‌ ‌ یہ وہ کانٹا ہے جو تلتا ہے چھوٹی کی ترازو میں
نہ سینہ میں نہ پہلو میں نہ آنکھوں میں نہ آنسو میں ‌ ‌ الٰہی کون دل کو لے گیا پہلو ہی پہلو میں
نہیں ہیں پتلیوں ڈورے کی بندش پر نزاکت سے ‌ ‌ نشان زلفوں کی لٹ کے پڑ گئے ہیں گوشے یا ترو میں
پسند طبع آرائش نہیں وحشت پسندوں کو ‌ ‌ کبھی دیکھا نہیں ہے سرمہ کسی نے چشم آہو میں
خیال خال و بیاد کتبہ ابرو میں جان نکلی ‌ ‌ [illegible] یہ جھگڑا ہے مسلماں اور ہندو میں
دکھائی اثر کر بعد مردن وحشت مجنوں ‌ ‌ رہے گی روح لیلی بنکے [illegible] چشم آہو میں

شتانہ تو کرتے چلو پہنچ گئی ایذا پانو میں
دیکھیے اُلجھیگی پھر زلفِ چلیپا پانو میں

پھر بہار آئی چمن میں زور آیا پانو میں
باندھ دے لے جوشِ وحشت لا کے صحرا پانو میں

مانعِ راہِ فلک ہے آبلہ پائی مری
سوزنِ عیسیٰ چبھو دیتی ہی کانٹا پانو میں

آمد و شد ہی تری کسکے تصور میں مدام
وجد کیا ہی روز پڑ جاتا ہی چھالا پانو میں

رفعتِ اعلیٰ سے ہو جاتا ہی ادنیٰ کو زوال
آفتاب آتا ہی جب سر پر تو سایا پانو میں

ہاتھ تم ملتے پھروگے مجھکو کر کے پائمال
رنگ لائیگا مرا خونِ تمنا پانو میں

ہاتھ اُٹھا کر رقص میں دامن کو جب چکر دیا
ایک ہالہ گرد سر تھا ایک ہالہ پانو میں

گردشِ چشمِ فسوں پرداز کس کی دیکھکر
سر پھرا گردن کے اوپر چکر آیا پانو میں

کون آیا ہاتھ کیوں نکلے ہزاروں گور سے
مُردے کیوں چونکے یہ کسکا دامن الجھا پانو میں

آبلے کے ٹوٹتے ہی دشت میں طوفاں اُٹھا
بنگئیں ساری لکیریں موجِ دریا پانو میں

روز مہندی کا لگانا تم سے خالی نہ تھا
دل پسا ہی دو جگہ یا ہاتھ میں یا پانو میں

نہ خونِ دل ہی نہ مے کا خمار آنکھوں میں
بسی ہوئی ہی تمہاری بہار آنکھوں میں

پھری ہیں پتلیاں بیگانہ وار آنکھوں میں
چھپا ہوا ہے کوئی پردہ دار آنکھوں میں

تو وہ شریر کہ ٹھہرے نہ چار آنکھوں میں
میں وہ نحیف کہ کھٹکوں ہزار آنکھوں میں

بلائے جان ہو طلسمِ بہار آنکھوں میں
جو سرمہ ڈالئے وقتِ خمار آنکھوں میں

پھڑک رہا ہی دمِ شعلہ بار آنکھوں میں
ہر ایک اشک ہے سیماب وار آنکھوں میں

کہاں گئی تو دمِ نزع حسرتِ دیدار
وہ عکس دیکھتے ہیں بار بار آنکھوں میں

ہر ایک لخت جگر ہے گل تر و تازہ
ہر ایک اشک ہے ابر بہار آنکھوں میں

امید جلوۂ دیدار بعد مرگ کہاں
بھری ہی یاس نے خاک مزار آنکھوں میں

میں دیکھ لوں کہ نکلتے ہیں کس طرح باہر
وہ آ بھی جائیں کہیں ایک بار آنکھوں میں

ڈبے بغیر ترے باغ میں گلوں نے داغ
چبھو سے نرگس شہلا نے خار آنکھوں میں

کسی کی چشم زدن میں کٹی اپنی عمر دراز
گذر گئے مرے لیل و نہار آنکھوں میں

الٰہی دیدۂ حیراں کھلا نہ رہ جائے
ٹھہر نہ جائے کہیں انتظار آنکھوں میں

یہ کیا غضب ہے پس پشت لڑ رہی ہے آنکھ
بہار ہو گئے ہے آئینہ دار آنکھوں میں

وہ رونے والا ہوں شغل کہ بعد مرگ مرا
بنا ہیں مردم دیدہ مزار آنکھوں میں

وابستگی کاکل خمدار رہے ہیں
پھانسی بھی دیجئے تو سزاوار رہے ہیں

اے ضعف اب تو جاں بھی گرانبار ہوئی ہیں
اک لاکھ من کا بوجھ دل زار ہی ہیں

گر یہیں موت آئی ہے ویرانہ گھر ہوا
رونے پہ مستعد در و دیوار رہے ہیں

رشک عدو میں کہیں کہاں حشر سے فزوں
ہنگامۂ محبت اغیار رہے ہیں

دنیا کے خوبرویوں کی زلفوں سے کام کیا
سرکار ہی سے ایک سروکار ہی ہیں

پھر کیا وعدہ وعدہ فردا ہی ٹل گیا
اب تو قیامت آنے سے انکار رہے ہیں

سنتے ہیں اپنے کان سے دل میں کسی کی بات
نالہ صدائے محرم اسرار رہے ہیں

کیوں خوں بہا کے نام پہ لڑتے ہو خیر ہے
صاحب گناہگار ہیں اقرار ہی ہیں

نظارہ کر رہے ہیں ترا اپنے دل میں ہم
ناسور سینہ رخنۂ دیوار رہے ہیں

دل یوں کراہی پہلو میں اور ہم پہ چھینکیں
کیا کیجئے شغل خاطر بیمار رہے ہیں

صورت غنچہ نہیں رکھتے ہیں زر مٹھی میں
کوئی لے لوٹے پھرے ہیں جگر مٹھی میں

ہاتھ گر پیرہن چست کا مضمون آئے
ایسا باندھوں تری آجائے کمر مٹھی میں

لیکے چھوڑ دیا دل میرا یہ نشتر کیا تھا
ہے مگر کوئی تو جادو کا اثر مٹھی میں

اقربا کو نہ شکایت نہ عزیزوں کو گلہ
کر لیا غیر نے اس شوخ کا گھر مٹھی میں

ہاتھ ملتے ہی رہے اہل قفس دنیا کے
اوڑ گیا طائر جاں رہ گئے پر مٹھی میں

دست صیاد سے پھر کیا ہو رہائی کی امید
ذبح کرتا ہے مجھے داب کے پر مٹھی میں

ہاتھ میں ہے وہ صفائی وہ کشش نظروں میں
آنکھ ادھر دل پہ پڑی آیا ادھر مٹھی میں

ہاتھ کیا ہم کو دکھاتے ہو نظر بھی اوڑی
شرط ہم باندھتے ہیں دل ہو اگر مٹھی میں

کیا درِ اشک سے لے لے شغل لیا ہے ہولی
دیدۂ تر کی بدولت ہے گہر مٹھی میں

اے آہ پھر ہمارے دم آتشیں نہیں
دشمن کا گھر نہیں کوئی عرش بریں نہیں

کیوں میرے اشک نظروں میں رنگیں نہیں
چین لیجئے کچھ ہمیں جہان و چنیں نہیں

بے لطف ہے وہ درد کہ جو دل نشیں نہیں
کس کام کا ہے دل کہ جو درد آفریں نہیں

کیا صاف ہو رہا ہے ہجوم نگاہ شوق
ٹل جائے نگہ ترے رخ پر کہیں نہیں

احباب اقربا کو ہے گور و کفن کی فکر
یہاں سانس ہے وہم ہو چکے وہاں یقیں نہیں

قسمت کا تھا لکھا کہ جو پامال سر ہوا
نقش قدم ہے آپ کا نقش جبیں نہیں

ٹپکے مزار میں یہ الٰہی نہ اشک گرم
جل جائیں کاش ہاتھ اگر آستیں نہیں

ہو جاؤ میری آنکھ سے پنہاں فراسی دیر
احباب کر رہے ہیں دم واپسیں نہیں

ہوتی نہیں ہیں چرخ میں کیوں رخنہ سازیاں
کیا تیر آہ میں پر روح الامیں نہیں

جینے کی آرزو ہو یہاں کس امید پر
دنیا میں خضر کے لئے گزر یہیں نہیں

کہہ آئے کیا عدو کو بھی آپکے واسطے
کیوں خوش تمہارے آنے سے جان حزیں نہیں

لاکھوں کے سر اڑا دئیے اشاروں سے آپ نے
بل پڑ گئے ہیں تیغ میں ابرو میں چیں نہیں

کہتا ہوں میں کبھی وصل کی شب کو شب فراق
اب آپ کہتے رہئے سحر تک نہیں نہیں

کیا شورشیں ہیں گور میں لے تا لیا ہے دل
وہ آسماں نہیں ہے یہاں وہ زمیں نہیں

دنیا میں شعلہ سیکڑوں آئے چلے گئے
یہ وہ مکاں ہے کوئی بھی جسکا مکیں نہیں

اُدھر جھککر رگیں ساری رگ ذوق تپیدن میں
لپٹکر تیغ جھٹ سے اتر گیا بسمل کی گردن میں

نہ مجکو صبر صحرا میں نہ مجکو چین گلشن میں
میں وہ کانٹا ہوں جو کھٹکا ہمیشہ چشم دشمن میں

دل پر داغ نے کیا شعلے بھڑکائے مری تن میں
چراغ زیر داماں سے لگی ہے آگ دامن میں

مجھے اٹھنے یا نو ہاتھوں ہیں تو لپٹے ہاتھ گردن میں
عجب کچھ لطف آتا ہے مجھے طرز تپیدن میں

یہ کیسی سخت جانی الفت طفل برہمن میں
پڑا جو وار خنجر کا بنا زنار گردن میں

لگا ہے آنسوؤں کا تار تم بھی اک نظر دیکھو
یہ موتی لٹ رہے ہیں آؤ بھر لو جیب و دامن میں

تہ و بالا کیا ہے ذوق گریہ نے یہ اشکوں کو
جگر سے سینے سے آنکھوں میں گرے آنکھوں سے دامن میں

ڈبونے کو تن عاشق کے پھر کچھ آنکھ بھر آئی
الٰہی خیر پانی آ گیا کشتی کے روزن میں

تصور ہے کسی کا کوئی تو آنکھوں میں پھرتا ہے
نظر آتا ہے اک پردہ نشیں غیرت کا چلمن میں

عدو سے کہہ رہے ہیں وہ کہ کوئی مر گیا ہوگا
خدا جانے مگر کھٹکا سا ہے آواز شیون میں

تری نظریں گواہی دینگی تیرے جور کی کیا کیا
جدا گر روز محشر فرق کچھ ہیں دوست و دشمن میں

در زنداں پہ دیوانوں کو جوش جنوں نے للکارا
بہار آئی گریباں کر چلو پیوند دامن میں

اٹھائیں یا وعدہ او صنم کی کیفیت | جو رکھیں میرا سا دل شیخ و شباب پہلو میں
تنفس کی تھمیں سوزن بنکے ٹوٹ جاتے ہیں | جگر کے آبلے مثلِ حباب پہلو میں
وہ شب ہوا گیا اور خیال دل میں رہا | چھپی جو ہاتھ سے آئی رکاب پہلو میں
تمہیں ہو نام کو بھی جان حضرت بیسنے | تڑپ اٹھے ہو کیسے اسے جناب پہلو میں

نہ آیا ذکر شب ہجر لب تلک شعلہ
یہ آگ رکھی ہے کیسا دابے پہلو میں

آنکھوں کے سامنے ہو مگر کچھ خبر نہیں | اسکے نظر میں ہو کہ تم آتے نظر نہیں
حسرت سے دیکھنا کوئی عیب نظر نہیں | کیوں رخصتِ نظارہ بیدادگر نہیں
عشقِ بتاں میں مستیِ دل کی خبر نہیں | پتھر میں جیسے ناک ہی فروغِ شرر نہیں
چارو تیرے سے سجدۂ ابرو میں غلو ہے | تم ہی میں گھر سے ہو تو کعبہ کدھر نہیں
افتادگی سے عشق میں رتبہ بلند ہے | جو اشک آنکھ سے گرے وہ گہر نہیں
اولیٰ نبردِ عشق کے مردوں کی بات ہے | اہلِ جگر وہی ہیں کہ جن کے جگر نہیں
کیوں کھائے ہو بار نزاکت سے پیچ و تاب | خنجر تجھے ہی دو جو تمہارے کمر نہیں
مایوسی وصال سے کیا مردہ دل ہے | لب پر فغاں نہیں ہے فغاں میں اثر نہیں
شب بھر وہ گل دیار رہا آغوشِ غیر میں | نکہت ہوا ردوش نسیمِ سحر نہیں
آنکھوں سے ہے کھٹکے ٹپکے تو پینا ثواب ہے | ہے کسطرح حرام یہ خونِ جگر نہیں
شب بھر جلا ہوں عشقِ دہن کیواسطے | ہو جاؤں آپ گل وہ چراغِ سحر نہیں
لیں لب پہ گر نہ غیر کی خاطر سے ٹھوکریں | ہم خاکِ راہ ہو گئے تو راہ پر نہیں
احسان تیغ مشتِ صندل کہاں تلک | یا سر نہیں ہے دوش پہ یا دردِ سر نہیں

خنجر سے بھی ہوا نہ سبک بار زندگی
کاندھے چھلے ہوئے ہیں جو گردن پہ سر نہیں

اے جان کیا ہے توشۂ واماندگی کی فکر
اک دو قدم عدم ہے کچھ ایسا سفر نہیں

کیا دل ہی میں گریۂ غم جذب ہو گیا
طوفاں یہ جوش کیوں مری مژگان تر نہیں

یاران رفتگان سے وہ کیا روشناس ہے
جو آنکھ نقش پائے سر رہگذر نہیں

کیا ہو گیا خیال دم تیغ آبدار
ظاہر شگفتہ روئی زخم جگر نہیں

دل سوختوں کو چاہیے کیا شعلہ پیرہن
جز خاک اور کوئی لباس بشر نہیں

گر تو رحیم ہے تو قیامت کا ڈر نہیں
رحمت سے تو گناہ مرے بیشتر نہیں

یہ راہ وہ ہے جس میں قدم راہبر نہیں
خود رفتگی کی واسطے فکر سفر نہیں

موسیٰ سے بار بار ہے کیوں ذکر طور کا
کیا اہل حسن تم ہو ہم اہل نظر نہیں

دل پر بنی جگر پہ بنی جان پر بنی
ہنگامہ ہے کسی کا کسی کو خبر نہیں

کیوں دلجلائے بوسۂ رخ بار بار کی
گستاخ تیرے گیسوئے خود سر اگر نہیں

ہم حسرت نظارہ میں ٹھوکر ہی کھا گئے
پھر کیوں غبار سرمۂ اہل نظر نہیں

کچھ جامہ در مصر و زلیخا کا شوق ہے
یوسف کو پیرہن کی بھی اپنے خبر نہیں

کیا ہو رہی ہے کوئی بلا دوش پر سوار
سودائیاں زلف کی گردن پہ سر نہیں

وہ سر نہیں جو زینت زانو نہیں ہوا
زانو نہیں ہے وہ کہ جو بالین سر نہیں

یوں ہی شب فراق میں اک عمر کٹ گئی
اے ہمنفس فسانۂ گیسو کا سر نہیں

قسمت میں تھا نہ آپ کا دیدار دشت قتل
الزام تیغ دستی جلاد پر نہیں

وہ صید ہوں جو بستۂ دام شکستگی
اے ہمصفیر یاد مجھے بال و پر نہیں

تم بھی دکھاؤ جلوۂ عالم فروز کو — موقوف حشر پر ہی فریاد پر نہیں

کیا باریاب ہوں تری خلوت میں اہل حسن — مثل چراغ گوشہ نشیں بھی قمر نہیں

ہم پھر بھی دیکھتے تری تیغ آزمائیاں — پر کیا کریں کہ دوش پہ دو چار سر نہیں

اے اشک خاک و خون میں ہی ملنا پسند ہے — دل میں جگہ نہیں تجھے آنکھوں میں گھر نہیں

جو چاہا تم سے کہدیا جو چاہا سن لیا — جب دل میں ہو تو حاجت پیغامبر نہیں

روشن ہے یہ کہ کوئی بھی مثل نگیں یہاں — جب تک کہ روسیاہ ہو نامور نہیں

دیتے عدو کے خندۂ بیجا کے سو جواب — ہم بھی بشر ہیں ایک طبیعت میں شر نہیں

شعلہ سخن کی جنس کا بازار بند ہے
دنیا میں قدردانیٔ اہل ہنر نہیں

کبھی نظر میں نہ کھٹکوں نزار اتنا ہوں — اٹھا کے آنکھ میں رکھے تو غبار اتنا ہوں

بتوں کو چاہتا ہوں اسقدر مسلماں ہوں — شراب پیتا ہوں پرہیزگار اتنا ہوں

جو اس نے زور سے کھینچا تو چوم کر انگلی — پکارا تیر کلیجہ کے پار اتنا ہوں

نہ مجھکو خواہش دنیا نہ خواہش عقبےٰ — کرم سے دیکھئے امیدوار اتنا ہوں

نحیف ہوں پئے غم یار تیرے کھانیکو — تجھے تو اب بھی بہت ہوں نزار اتنا ہوں

پس فنا مجھے گھبرا کے گور سے باہر — زمیں نے پھینکدیا بیقرار اتنا ہوں

غم فراق پکارا کہاں گئے دل و جاں — یہی ہیں سب مجھے ہیں بگڑی میں یار اتنا ہوں

کبھی کھلی نہ کسی پر تری نظر کی بات — دہان زخم سے راز دار اتنا ہوں

ابھی تو شعلہ وہی سوز دل ہے پیری میں
چراغ صبح ہوں بے اعتبار اتنا ہوں

وہ نازک ہے خلش ہے ہر رگ گل تر میں | نکال اے جنبش باد صبا سلوٹ ہیں بستر میں
[illegible] زیور میں | پڑی ہم آنکھیں کسکی رہ گئی ہیں تیرے بستر میں
کہاں کی مے کہاں کا جام دینا ہجر دلبر میں | لہو آنکھوں میں بھر آیا جو ٹپکی بوند ساغر میں
جنوں پیغام لایا ہے جو تجھ پر جا بجا گھر میں | یہ کسکا ذکر ہوتا ہے جو دیواریں جھکیں در میں
لگا رشک عدو کا داغ ناحق جان مضطر میں | تجھے پر کاش مر جاتے جو مرنا تھا مقدر میں
نہ تجھے کعبہ میں کھاتا تھا نہ کچھ رکھا تھا پتھر میں | کسے ہم سجدہ کرتے تو ہی گر ہوتا مقدر میں
وہ چشمے ہیں جو پانی سی کریں سیراب پیاسوں کو | وہ آنکھیں ہیں جو کام آئیں غم شمشیر و خنجر میں
عدم سے لوٹ کر آنا کوئی مشکل نہ تھا لیکن | سمند عمر کا جی چھوٹتا ہے ایک چکر میں
کسی پہلو گر انجانی سے یہاں راحت نہیں ملتی | شرار و سنگ کا عالم ہے مجھ میں اور بستر میں
مرے دم پر بنی ہے اور تمہیں دم دیتے آتے ہیں | یہاں تو اور کا کچھ اور ہو جائیگا دم بھر میں
ادائیں نازنیں غمزہ ہیں یکتا ہیں تری آنکھیں | غضب کے دل چلے ہیں وہ سپاہی سارے لشکر میں
چھلیگا آفتاب حشر گرمی میں مگر دیکھا | جگہ لیجائیگی تھوڑی جو دامان پیمبر میں
کہاں لیجائیگی بیتابی دل ہو گیا اب تو | زمیں آسماں کا فرق مجھ میں اور نشتر میں
بس اے آرائش حسن آچکا اب گل افشانی | دبا جاتا ہے وہ نازک بدن پھولوں کے زیور میں
نکلجانے نہ روح ناتواں کیوں جنبش دم سے | سمند عمر کوسوں جا پڑا ہے ایک ٹھوکر میں
لجاتے یوں پیارے ہاتھ لینے کو بڑھے جیسے | کھلے آغوش مادر شوق طفل ناپرور میں

ق

بڑھیگی جب زیادہ آفتاب حشر کی گرمی | تری رحمت پکاریگی یہی میدان محشر میں
چلے آؤ چلے آؤ چلے آؤ گنہگارو | ہزاروں کوس کا سایہ ہے دامان پیمبر میں
زباں پائیں تیری بانکے شیخ کہ اعجاز مسیحا ہے | دوبارہ جان آجاتی ہے ہر حرف مکرر میں

پہاڑ میں ڈالو کسی پہلو میں کہوں اب کے
کچھ جگر اخگر نہیں کوئی شرارا دل نہیں

خال نیکو روئے زیبا پر سیہ کار ات دن
چھوٹ جائے رخ سے قشقہ کا ستارا دل نہیں

اس قدر برہمی سے کیوں تیغ تغافل کے وار ہیں
اے بت سنگیں جگر کچھ سنگ خارا دل نہیں

چشم پوشی کر رہی ہے پھر بھی چشم نیم باز
پھر کھو گئے تم کہ ٹکڑے ٹکڑے سارا دل نہیں

ضعف سے دم آنکھ میں آنا سفر ہے دور کا
ناتواں کچھ ابھی پانا سہارا دل نہیں

تم ہمارے ہے اور آئینہ تمہارے روبرو
یہاں ہمارا دل نہیں ہے وہاں تمہارا دل نہیں

تم کہاں اٹھے یہاں دل کی کدورت ہے وہی
تم سنور بیٹھے یہاں ہم نے سنوارا دل نہیں

پھیر نیکو سیکڑوں دل بھر کے دامن لائے ہو
ان دلوں میں بندہ پرور کیا ہمارا دل نہیں

ٹھہر بھی جاؤ ابھی قربان ہیں کی تمنی جاں
بیٹھ بھی جاؤ ابھی صدقہ اتارا دل نہیں

چپکے آئے بزم میں اور جانے کیا کیا لیکئے
کوئی بولا جاں نہیں کوئی پکارا دل نہیں

شیخ موزوں کیا کرے جیسی طرح ویسی غزل
کچھ زمین شعر پر اپنا : اجارا دل نہیں

شعلؔ لاکھوں بار ڈوبا اور اچھلا لاکھ بار
پھر بھی بحر عشق سے کرتا کنارا دل نہیں

برق کہتے ہیں کسے کسکو شرر کہتے ہیں
جانتے ہو جسے یاں تیغ کا تیور کہتے ہیں

مرحبا صل علی از خم جگر کہتے ہیں
چشم بد دور اسی کو تو نظر کہتے ہیں

آنکھ بھر آتی ہے جب سوز جگر کہتے ہیں
اب بھی ان آنکھوں میں پانی کا اثر کہتے ہیں

کچھ وہ گھبرائے سے آکر مرے گھر کہتے ہیں
کیا اسی کو ترے نالوں کا اثر کہتے ہیں

گور کچھ دور نہیں فکر مسافت کیا ہے
گھر بدل لینے کو دنیا سے سفر کہتے ہیں

بیخودی عشق کی یہ بھی کہ خبردار ہوئے
ابتدا جسکی نہیں اسکی خبر کہتے ہیں

پھر دعا کیجئے لب ہائے جراحت وا ہیں
کچھ اگر کہئے تو سنتے نہیں دیتے ہیں عدو
چھوٹتے طوفان اٹھا ابر بہاری ہیں مرگ
موت مانگے سے بھی پیری میں نہیں آتی ہے
آنکھ مجھ سے بھی جو مل جائے تو میں بھی سن لوں
ہائے پیری بھی صیاد ستانے کو مرے
دیدۂ تر میں برسنے لگتے ہیں خالی آنسو

کچھ ترا حق نمک زخم جگر کہتے ہیں
بات کہنے نہیں دیتے وہ اگر کہتے ہیں
یہاں تہ خاک بھی کچھ دیدۂ تر کہتے ہیں
بہر مقبول دعا وقت سحر کہتے ہیں
کچھ ترے تیر نظر دل کی خبر کہتے ہیں
نوحہ گر کہتا ہے کیا انکو ہی پر کہتے ہیں
لوگ اولاد کو جب لخت جگر کہتے ہیں

خاکساری سے ہوا رنگ یہ اپنا شعلہ
زرد مٹی ہے نظر میں جسے زر کہتے ہیں

تم ہو کہ ماہتاب ہی پیرہن میں کون
دل میں اگر نہیں ہے خیال لب ملیح
صیاد کا گمان تھا کہ آہٹ نسیم کی
شوق فنا میں یہ ہی وہ مشتاق قتل ہے
شانہ جھٹک کے جب کہ وہ کہتے ہیں بار بار
باہر نکل کے پردہ سے ہی قدر حسن کی
دل ہے نہ جان ہی نہ جگر ہی نہ چارہ گر
ہاں اسطرف بھی ایک نظر دور سے سہی
مرنا قبول جوش جنوں میں ہے مجھے مگر
غربت میں رہتے رہتے زمانہ گذر گیا

دیکھو قبا بڑھا کے ہو اوجلا بدن میں کون
پھرتا نمک ہی زخم جگر کے دہن میں کون
کہلا کے یہ بلبلوں نے پکارا چمن میں کون
آگے چلے گا دیکھئے روح و بدن میں کون
الجھا ہوا ہے زلف شکن در شکن میں کون
یوسف کو جانتا ہی تھا پہلے وطن میں کون
پیچ ہے تمہارے بعد نہ تا جسے رنج و محن میں کون
بیٹھا ہے او قریب عدو انجمن میں کون
لپٹا رہیگا مردہ کی صورت کفن میں کون
شعلہ اگر گئے بھی ملیگا وطن میں کون

لکھتا رہوں میں حشر تلک نامۂ فراق
آرزو وہ گر طبیعت مینا بسر نہ ہو

اے اہلِ بزمِ عشق بھرو جامِ بیخودی
ایسی پیو کسی کی کسی کو خبر نہ ہو

کیا کیا ہیں انتظام صفِ قتل گاہ میں
یہاں کا وہاں بجائے ادھر کا اُدھر نہ ہو

تو آرزوے دل ہے تمنائے جان ہے تو
کیوں میرے جی کو چین تجھے دیکھکر نہ ہو

گریہ نے پھر دکھائی ہیں خانہ خرابیاں
اے سیلِ اشک دیکھنا دیوار در نہ ہو

سنتا ہوں میں وہ کھنچتے ہیں ہر قتلِ غیر
ایکاش یونہیں سچ ہو کہ اُنکے کمر نہ ہو

اوڑتے پھرے جو خواب میں شب آسمان پر
تکیہ میں کوئی طائرِ سدرہ کا پر نہ ہو

شغل بغیر عشق تو جینا محال ہے
کس کام کا جگر ہے جو دردِ جگر نہ ہو

ماجراے دلِ شیدا سُنلو
میرے دُکھ درد کا قصہ سُنلو

اے بتو دل کا بھی نالہ سُنلو
بانگِ ناقوسِ کلیسا سُنلو

طشت از بام ہوئی طور کی بات
لوگ کیا کرتے ہیں چرچا سُنلو

جو کہوں گا سرِ محشر اُٹھکر
پہلے تم بیٹھ کے تنہا سُنلو

نہ سنو غیر کی کہنے دو مجھے
نہ کہو کچھ مرا کہنا سُنلو

غش ہوئے حضرتِ موسےٰ تمپر
اے لو اک اور تماشا سُنلو

وعدۂ وصل عدو سے ہی سہی
کچھ ہماری بھی تمنا سُنلو

عمر برباد خط و لب پہ گئی
حسرتِ خضر و مسیحا سُنلو

ٹھہرو ٹھہرو کہ بڑا تارِ فغاں
راگ اک اور بھی چلتا سُنلو

قہرِ درویش بجانِ درویش
لو مرے خون کا دعویٰ سُنلو

حضرت ناصح بھی ہیں چیز کوئی | ذکر دنیا سے نرالا سُنلو

شعلہ ہوتا ہے غزلخواں ٹھہرو
بلبل خلد کا نغمہ سُنلو

خیال مجھے ہیں نقش ونگار ہونیکو | دل خموش ہے تصویر یار ہونیکو
کسیکی ٹھوکریں کھائیں غبار ہونیکو | اٹھے زمیں سے ہوا پر سوار ہونیکو
قفس میں روئیے جوش بہار ہونیکو | ہوا چمن کی نہ تھی سازگار ہونیکو
خدا کرے کہیں آجائے ہاتھ میں دامن | وہ کھیل سمجھے ہیں لیے اختیار ہونیکو
مجھے قبول ندامت اگر تری رحمت | کرے پسند مرے شرمسار ہونیکو
تمہاری چوٹی جو ایڑی تک آلی چلتے ہیں | بلا کے سر پہ تھا فتنہ سوار ہونیکو
بنے ہیں پیری میں داغِ جگر مرے سرسبز | خزاں نے بدلا ہے جوڑا بہار ہونیکو
وہ مرنیوالا ہوں لے حسرت ہم آغوشی | زمیں نے ہاتھ پسارے مزار ہونیکو
کبھی تو وعدۂ فردا ترا وفا ہو گا | قیامت ہوئیگی انجام کار ہونیکو
جگر نہیں تو جگر کی عوض سہی پیکاں | کوئی تو ذرد رہے بیقرار ہونیکو
ہزار ہیں مجھے تم ایک ہو خدا کی قسم | میں ایک ہوں تمہیں مجھسے ہزار ہونیکو
یہ شوق باعث محرومی وصال نہ ہو | نہ روک دے کہیں حیرت دوچار ہونیکو

فنا سے شعلہ طلی عمر کی وفاداری
جہاں میں آئے تھے بے اعتبار ہونیکو

نظر چلی ہے جگر میں دوسار ہونیکو | چھٹا ہے تیر کلیجہ کے پار ہونیکو
ابھی سے ہو جو ہے روز شمار ہونیکو | وہ ہو چکے کبھی جیسے ایک بار ہونیکو

آفریں وقت تصور آہ کی تاثیر کو
دیکھ او ناوک فگن شوق دم نخچیر کو
سمجھو دستاویز زخم عاشق دلگیر کو
زلف کے مضموں سے ہیں ہر بات میں پیچ جبیں کی
یہی غنیمت تھی کہ مر کر بھی نہ کچھ حاصل ہوا
کیا ہوگا خوں بہا دیتے ہیں بھی خوف خدا
وہ دکھا کر زلف مشکیں ہوش میں لائی مجھے
موت کا آنا مقدم ہے بستر کیواسطے
ہو کشش تھوڑی اگر پھر اوج و پستی کچھ نہیں
میں وہ ہوں وابستہ صحرا اگر روکے مجھے
آپکی ہے نیک نامی اور مری بدنامیاں

کروٹیں لاکھوں بدلوائیں تری تصویر کو
حسرت زخم جگر کھا گئی ہے تیر کو
کب مٹا سکتے ہو اپنے ہاتھ کی تحریر کو
تم ہی سلجھاؤ مری الجھی ہوئی تقدیر کو
زندگی سمجھے ہوئے تھے خواب بے تعبیر کو
حشر کے دن کیا کرو گے رنگ کی تغییر کو
سانپ کے جوسا ہوا اپنے زہر کی تاثیر کو
اور میں کچھ کہہ نہیں سکتا تری تاخیر کو
ذرہ نے کھینچا ہے کتنا مہر کی تنویر کو
جیب میں رکھ لوں اٹھا کر خار دامنگیر کو
آپکی شہرت سے کیا نسبت مری تشہیر کو

زلف کے پھندے دل کو کھولو پھر دم مشتاق اڑ کا
کیوں شکنجے میں گھونٹتے ہو جان بے تقصیر کو

رو دئے ہیں ضبط سے کیا نالۂ شبگیر کو
ہاتھ ہیں بیکار گھسکر ناخن تدبیر کو
آزماتے ہیں اگر جذب دل دلگیر کو
ہو امید خوں بہا ایسے کو کیا سمجھے ہیں جو
دل میں یوں بیٹھا ہے جمکر تیری ابرو کا خیال
بت پرستی میں طواف کعبہ کی تدبیر کیا

راہ سے الٹا ہٹا لیتے ہیں چلتے تیر کو
اور مشکل کر دیا ہے عقدۂ تقدیر کو
صفحہ کاغذ سے کرتے ہیں الگ تصویر کو
عکس رنگ رخ مرے خون گریباں گیر کو
جسطرح سانچے میں کوئی ڈھالدے شمشیر کو
پھوڑ کے سنگ در بتخانہ پر تقدیر کو

لیلئے مجنوں لئے پھرتی ہے مری فکر جنوں
کیا کہے داموں پہ بیچا نجد کی جاگیر کو

کشتہ ناز بتاں وہ ہوں کہ سر پہ برہمن
لے چلا ہے مری بتخانہ کی تعمیر کو

عقدۂ تقدیر مشکل اور فلک سینہ سیاہ
بدر کی صورت بڑھاؤں ناخن تدبیر کو

شعلہ یاد آتا ہے جب تیری فصاحت کا بیاں
بھول جاتی ہیں خدا جانے کلام میر کو

لب و ابرو کا اشارہ دیکھو
جیتے مرنے کا تماشا دیکھو

پھر مری آنکھ میں کچھ آتا ہے
غیر نے پھر تمہیں دیکھا دیکھو

کوئے قاتل ہے یہ اے حضرت خضر
جا کے اپنا کہیں رستہ دیکھو

زندگی تم پہ فدا ہوتی ہے
اٹھ کے بیٹھائے کہیں پروا دیکھو

ہے بری سستی پیماں ہر روز
اس کے کیا معنی کہ اچھا دیکھو

شانہ کشوں میں کہلاتا ہے وہ زلف
اس مداری کا بھی لٹکا دیکھو

وہ نہیں ہیں کہ جفا سہتے ہیں
غیر پر تو ذرا بھلا دیکھو

اس پہ مرتے ہیں کہ ہم جیتے ہیں
بیوفائی کا یہ جینا دیکھو

مجھ کے خط میں لکھا مجھ کو سلام
میری تقدیر کا لکھا دیکھو

کیا دکھانے لگا قیامت شعلہ
یار کا وعدۂ فردا دیکھو

حسن سے قتل ہی پھر حسن کا دعوا کیا ہو
تم سے جب تم ہی انہیں پھر کوئی تمنا کیا ہو

آنکھیں پتھرا لی ہیں آنسو کی تمنا کیا ہو
ہائے جس قطرہ میں پیاس ہو دریا کیا ہو

چھپکے چھپکے ہی رہے ظلم تو رسوا کیا ہو
دل ہی میں چٹکیاں لیلو تو پھر افشا کیا ہو

ضبط نے تھام لیا رونے کا چرچا کیا ہو
صبر نے روک دیا پھر ترا شکوا کیا ہو

تم مجھے ہو تو غیروں سے اشارا کیا ہو
ظلم کرنے نہیں آتے ستم آرا کیا ہو

یہاں قیامت ہے ہو پہلے ہی قیامت برپا
آج موت آئے تو کل وعدۂ فردا کیا ہو

تمہیں مل جاؤ ہمیں جان ہو ہمیں جینے کی امید
تم ہی جب غیر کے ٹھہرے تو ہمارا کیا ہو

وعدۂ روز جزا ابھی ہمیں منظور مگر
دیکھتے ہیں کہ عدو سے تو وعدہ کیا ہو

روح ہو تم سے زیادہ ہو محبت کس کی
جان ہو تم سے زیادہ مجھے پیارا کیا ہو

لو نکل دل میں سما جائے وہ آنسو کیسا
لب تک آ کے جو رہ جائے وہ نالا کیا ہو

بات سچی ہو تو محشر ہی کی امید کریں
جھوٹے وعدے ہوں تو مرنے کی تمنا کیا ہو

آنکھ فتنہ ہی بلا زلف ہی آفت قد ہے
جس کا ہر عضو قیامت ہو سراپا کیا ہو

ان نہیں چاہتی بیجا ہوں کہ لیں کہ لوں
تم اگر چاہو مجھے تو مرا چاہا کیا ہو

کون عاشق ہو تمہارا جو نہ معشوق ہو
جب تلک تم نہ ہو رسوا کوئی رسوا کیا ہو

میں بھی مانگے گیا بوسہ کا کل ان سے
کھائے بیٹھے ہیں مال نہیں مفت ہیں سودا کیا ہو

زندگی عیش و ان کی ہو اک ٹھہری
ہوں چراغ سر رہ میرا بھروسا کیا ہو

مرنے والوں کا شب ہجر کے بعد وصل علاج
میں اگر وصل میں مر جاؤں تو ہتلا کیا ہو

کہئے کانوں میں ہو مرا ایک کی سن لیتے ہو
تجھ غماز ہیں تیرے مرا کہنا کیا ہو

تاکتے رہتے ہیں ابرو کو اشارے کے لئے
آنکھ کو دیکھتے رہتے ہیں کہ ایما کیا ہو

نیم بسمل کا کوئی دم تو تڑپنا دیکھو
بھاگتے ڈر کے ہو پھر کہئے تماشا کیا ہو

مستحق اہل سخن ہوں تجھے بزم سخن
جب طبیعت ہی مخالف ہوں تو چرچا کیا ہو

بیٹھتے ہی مرے پہلو میں ہے شعلۂ شب وصل
نکلے آگ کلیجہ مرا ٹھنڈا کیا ہو

قابو میں دل ہے تو ہے عشقِ بتاں کا لطف
بالیں پہ کس سے آپ کے جیسے نفس کہا

گویا طواف کعبہ ہو بیت الصنم کے ساتھ
جینے کا غم ہوا مرا مرنے کے غم کے ساتھ

شعلہ کسی شرر کا چمکتا وہ بار بار
کانٹے چبھو گیا خلش دمبدم کے ساتھ

کیا بادشہ نے لگانے ہی تلوار کے ہاتھ
خون برساتے ہیں مہندی بھرے دلدار کے ہاتھ

کھوٹے وصل میں کسی طفل طرحدار کے ہاتھ
او مسیحا نہ لگانا دلِ بیمار کے ہاتھ

موت لکھی تھی مگر ابروئے خمدار کے ہاتھ
میرا پیغامِ اجل آتا ہے تلوار کے ہاتھ

کبھی ہے تیر کی جنبش کبھی تلوار کے ہاتھ
نچلے رہتے ہی نہیں شوخ ستمگار کے ہاتھ

تیری بخشش ہے تو کیا گرمیٔ محشر سے خطر
گوشۂ دامنِ رحمت ہے گنہگار کے ہاتھ

کھینچتا ہے کوئی دل میں سے تصور تیرا
اٹھتے سینہ سے نہیں کیوں ترے بیمار کے ہاتھ

میں وہ ہوں جنس کہ ہوتا نہیں سودا میرا
بکیے مفت بھی گر مجھ کو خریدار کے ہاتھ

بیت ابرو پہ تُل ہیں یہ مضمون ہے اور
چڑھ گئے رات کسی شاعرِ میخوار کے ہاتھ

کشمکش بند فتا بھی نہ گئی دنیا کی
ایک کے ہاتھ سے چھوٹے تو پڑے چار کے ہاتھ

بوالہوس پہنچے جو آگل کو تمہارے چھو کر
بات کچھ تنگ پڑی محرمِ اسرار کے ہاتھ

شانہ کی دست درازی ہے ستم کا باعث
روز کٹ جاتے ہیں ناحق اسی بیچار کے ہاتھ

نہ بچا سیلِ فنا سے یہ مکانِ حنا کی
اک زمانے نے لگائے در و دیوار کے ہاتھ

نہ تو دیندار سے مطلب ہے نہ کافر سے غرض
کب ہیں پابندِ ایمان سبحہ و زنار کے ہاتھ

اک زلیخا سے بھلا قیمتِ یوسف کیا ہو
بھاؤ بڑھتا ہے مگر گرمیٔ بازار کے ہاتھ

کیمیا عاشقِ ابرو کو مسلماں کس نے
وہ لگانے نہیں دیتے مجھے زنار کے ہاتھ

اب گلے لگتے ہیں بیساختہ اُن کے شعلہ
ہاتھ لگانے نہیں پاتے تھے کبھی ہار کے ہاتھ

لوٹ جاتی ہے سر تیغ سے قیامت آئی
نہیں ٹلتی نہیں رکتی پہ طبیعت آئی

جسقدر رنج کو چھیڑا ہمیں راحت آئی
زخم جتنا کہ کریدا گئے لذت آئی

شمع گل ہوگئی کیا بزم میں آفت آئی
بے تکلف ترے اٹھتے ہی قیامت آئی

ابتدائے عشق میں یاد قد و قامت آئی
میں ابھی مر چکا تھا کہ قیامت آئی

شب تنہائی مرقد میں جو فرقت آئی
بیکسی دور سے چلائی کہ حضرت آئی

طول کیوں کرتے ہو یوں قصۂ قامت چلکر
مختصر کیوں نہیں کہتے کہ قیامت آئی

کھا چکے تیر مگر ہاتھ کا بوسہ لیں گے
لب تک جان اگر پہنچ کے سلامت آئی

تو وہ غفار ہے لینے گنہگار و نکلے
عرصۂ حشر سے باہر تری رحمت آئی

جا لگی تیر بھی اسکے نہیں ہوتی معلوم
مجھسے پھر کچھ دل دشمن کو محبت آئی

سامنے پھر گئی آنکھوں کے مگر زلف دراز
کچھ تڑاروپ بنا کر شب فرقت آئی

دیکھ لو پہلے دہن بوسہ کا وعدہ تو کیا
بات بگڑ گئی اگر بیچ میں حجت آئی

عرصۂ حشر کو خالی کرو شعلہ آیا
اہل محشر کو ہٹا دو مری نوبت آئی

بھول کر کچھ تذکرے دل کے زباں پر آگئے
تم تو اتنی بات کے سنتے ہی ہیں گھبرا گئے

رنج کیا ہے گر گل داغ جگر کملا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

تم تو کچھ تیر نگاہ ناز پر اترا گئے
دیکھ لو پہلو ہی میں کیا دل کو بھی ہم کھا گئے

میں سلامت ہوں تو انکا نہیں کچھ دم قرار
بیقراری کہتی ہے ہم آپ کیوں گھبرا گئے

اُٹھا دوپٹہ کو سینہ سے دیکھ لیں تو ذرا
یہ کیا چھپا ہوا تیرے گلو کے ہار میں ہے

زمانہ ناقۂ لیلےٰ نے کر دیا پامال
ہزاروں پھرتے ہیں یہاں قیس کس قطار میں ہے

عدو تو کیا ہے فلک کا پتہ نہیں چلتا
یہ آگ شعلہ مری آہ شعلہ بار میں ہے

مشقِ خرامِ ناز سے پامال ہم سہی
چلنا تو دیکھ لیں ترا دو ہی قدم سہی

مہر و وفا کے بدلے ستم ہی ستم سہی
دلمیں خوشی نہیں نہ سہی غم ہی غم سہی

خنجر بکف پھرتے ہو یہاں بھی کرم سہی
آئی کسی کی کیوں نہ ہو پر اُنکے ہم سہی

ملجائے بیٹھ رہنے کو تھوڑی جگہ کہیں
کعبہ اگر نہیں ہے تو بیت الصنم سہی

مرنے بھی دے مجھے کہیں اے انتظار یار
آتی نہیں ہے نیند تو خوابِ عدم سہی

سمجھے نہیں ترا روشِ مژگاں کا وہ اثر
اسکے ذرا کچھ اور بھی اے چشم نم سہی

آخر تو انکسار و ندامت میں فرق ہے
میری طرح سے غیر کی گردن بھی خم سہی

دل اور ایک بوسہ کو انصاف کیجئے
اس پر بھی یہ گراں ہے تو کچھ اور کم سہی

تم دل کی آرزو ہو تو کیا دل سے دور ہو
آرام جاں ہوا کہ طبیعت میں رم سہی

صاحب ادھر سے کب ہے رہِ خانۂ عدو
گھبرائے کیوں ہیں آپ مجھی پر کرم سہی

سنتے نہیں ہو کیوں مرے گریہ کی بات چیت
لگتی ہے یہ بھی زہر تو رونا قسم سہی

باقی کوئی ستم ہے جو ایں بدگمانیاں
تمکو یہی یقیں ہے تو پھر مجھ میں دم سہی

دل کی عوض جگر کی عوض جان کی عوض
اک بوسہ دیجئے مفت نہ کوئی رقم سہی

تیغ علی کی مار ہو اسیر چھپے منہ
میری طرف سے گو ترے ابرو میں خم سہی

موجود قتل گاہ میں ہے عاشقوں کی فوج
پھر جو کاٹتے ہیں تو سب اک قلم سہی

پھر روز بدلتا ہے زمانہ نئی رنگت | ہجراں کا کبھی دن ہے کبھی وصل کی شب ہے

شعلہ جو یہی بیت ہیں یہی آپ کا ایماں
پھر قابل بخشش ہو امید یہ کب ہے

اب کیا ہی جوش گریہ میں دل بھی کھو چکے | ہم تو تیری چال کو پہلے ہی رو چکے
جو کچھ خرام ناز سے ہونا ہو ہو چکے | محشر بپا ہی ہو کہیں جھگڑا چکو چکے
مدت تک رہی ہے حسرت دیدار قبر میں | کبھی تک بھی کہیں اٹھو بھی سو چکے
بیٹھے رہو کبھی جب ہم تصور میں ایکدم | نکلے نہیں رہو گے تو تصویر ہو چلے
حسرت اگر یہی ہے تو رونے کی کیا امید | رونا اگر یہی ہے تو ہم ہاتھ دھو چکے
اب خوں بہائے رونے کی امید ہے عبث | دامن کو وہ نچوڑ چکے ہاتھ دھو چکے
رونے میں تھا تصور گیسوئے تابدار | ہم تیرے بال بال میں موتی پرو چکے
چلئے کہیں چمن سے کہ گل زرد ہو گئے | بلبل تھکے ہیں سیکڑوں کانٹے چبھو چکے
دل بیچتے ہیں لیجئے ایسا گراں نہیں | بوسہ پہ کیا مدار ہے قیمت ہی جو چکے

شعلہ کو زندہ سمجھے وہ کہتے ہیں تیر سے
ہم نے تو آج ہی یہ سنا تھا کہ ہو چکے

دیر و حرم میں جلوۂ جانانہ ایک ہے | پردہ اٹھے تو کعبہ و بتخانہ ایک ہے
گھر ہے کہ طور جلوۂ جانانہ ایک ہے | سننے کی بات سو ہیں پر افسانہ ایک ہے
ارمان دل میں خاک اڑاتے ہیں سیکڑوں | مجنوں ہزار دل ہے پہ ویرانہ ایک ہے
میں آپ پر فدا ہوں فدا آپ غیر پر | میرا اور آپ کا تو کچھ افسانہ ایک ہے
دل ایک اور خون کے پیاسے ہزار ہا | سو رند بادہ نوش ہیں پیمانہ ایک ہے

ذرا جو ہاتھ کسی بندۂ خدا کے چلے
قیامت آگئی دامن کماں اٹھا کے چلے

چرائی آنکھ تو جان و جگر چرا کے چلے
نچی نظر تو لگا بولنے نہیں تم سما کے چلے

جو میری جان نہیں کیوں چلے ہو پہلو سے
جو میری روح نہیں کیوں جدا بنا کے چلے

رہے گا قرب خدا قافلے شہیدوں کا
ذرا بہشت میں ٹھہرے تو کربلا کے چلے

یہ کیا کہ آتے ہی پھر اچھے گئے مطلب
اٹھے گھر سے ہوئی منہ چھپا مسکرا کے چلے

جگانا نقش تمنا تمہارے کوچہ میں
نشانِ سجدہ سرِ پا سے مٹا کے چلے

عدم کی آمد و شد میں بھی رنج و راحت ہے
پیا وہ آئے تجھے کاندھوں پہ قبر تک کے چلے

ہماری خاک امانت ہے انکی ٹھوکر کی
صبا سے کہدو کہ تربت ذرا بچا کے چلے

نہیں وہ شوقِ شہادت تھا عہدِ طفلی میں
زمیں ہی پانو اٹھے تھی کہ سر جھکا کے چلے

کسی کی آمد و شد کا ہے بیخودی میں دھیان
جو اس جا کے جو آتے کہ تو اٹھ آکے چلے

قدم اٹھاتے ہی مشکل ہے منزلِ مقصود
کہاں قیام کریں کوچۂ فنا کے چلے

وہی نہیں ہے وہی دل کا انتشار بھی ہے
جو درد تھا سو بدستور برقرار بھی ہے

ہزار درد ہیں کچھ ان کا چارہ کار بھی ہے
ہزار غم ہیں مگر کوئی غمگسار بھی ہے

ستائے کیوں نہ مری نامرادی وحشت
جنوں بھی ہے گریباں بھی کوئی تار بھی ہے

امیدِ عفو مجھے اس کو رحم کی عادت
وہ بخشدیگا اگر تو گناہگار بھی ہے

لبوں پہ جان بھی ٹھہری تو کس بھروسہ پر
جو وعدہ آنے کا ہے لطف انتظار بھی ہے

کہے ہے چشمِ فسوں ساز شب کی کیفیت
خمار ہے کہ ابھی کچھ نیند کا خمار بھی ہے

او چھڑ رہا تو ہے بوسہ کیواسطے ایدل
مگر خیالِ خمِ زلف تابدار بھی ہے

سرد مہری سے تری داغ جگر سبز ہے
روزن سینہ سے کچھ ٹھنڈی ہوا آتی ہے

ہائے وہ گریہ خاموش سے بھی گرم ہوئے
اشک غماز کو کیا آگ لگا آتی ہے

کسکے تلووں سے تصور میں ملی ہیں آنکھیں
اشک خونبار سے کچھ بوئے حنا آتی ہے

ہاتھ جب سینہ کے ناسور سے اپنا سرکا
دل بیمار پکار اٹھا کہ ہوا آتی ہے

شعلہ ہے الفت دنیا تو فقط تا دم مرگ
زندگی یاد کسے بعد فنا آتی ہے

بیگانہ گر ہو کوئی تو اپنا بنائیے
کافر ہے کیا بگاڑ چکے اور کیا بنائیے

ملتے ہیں مفت حضرت دل بوسہ ہائے زلف
جان پر نظر نہ کیجئے سودا بنائیے

بہر خدا نہ دو سر بازار گالیاں
عاشق کو راہ راہ سے بندا اپنا بنائیے

جھٹکے نہ دیجئے کہ پھنسے ہیں ہزار دل
بیساختہ نہ زلف چلیپا بنائیے

کتنا سہے کون یہ کہ وہاں دکھ نہیں
سارے جہان کو تو خدا نہ بنائیے

محشر بپا نہ کیجئے یوں راہ چلتوں پر
والان کے لئے کوئی پردا بنائیے

شعلہ نے کیا بگاڑ کیا تم کو دل دیا
غیروں کے سامنے تو نہ اتنا بنائیے

تمکو شکوہ جفا سمجھے
کیا کہا ہم نے آپ کیا سمجھے

ہم تری بات ناصحا سمجھے
کوئی سمجھے ہوئے کو کیا سمجھے

مرض الموت کو شفا سمجھے
درد کو جان کی دوا سمجھے

اس تڑپنے کو مدعا سمجھے
دل بد خو تجھے خدا سمجھے

ہائے نادانی سرشک نہ پوچھ
گریہ کو طرز التجا سمجھے

زندگی اور اجل میں کبھی جھگڑا ہوگا
آپ اگر گرمِ سخن بھی دمِ رفتار ہوئے

شعلہ کس فکر میں خاموش ہو دو دن کے لئے
زندگی چیز ہے کیا جس سے کہ بیزار ہوئے

بعدِ فنا بھی داغِ تپِ غم بغل میں ہے
جنت میں بھی گیا پہ جہنم بغل میں ہے

کیا کیا شبِ وصال عدو ہم بغل میں ہے
کچھ جی ہی جانتا ہے جو عالم بغل میں ہے

نظارہ کر رہے ہیں ترا سر سے پانوں تک
دل ہے کہ آئینہ قدِ آدم بغل میں ہے

ہم مر کے بھی چھٹے نہ رقیبوں کے رشک سے
دیکھا جو گور کو تو اک عالم بغل میں ہے

پالا ہے سانپ آپ نے آغوشِ ناز میں
کہتا ہے کون گیسوئے خوش خم بغل میں ہے

ناطاقتی سے ہوتی ہیں زور آزمائیاں
پہلو میں دل ہے یا کوئی رستم بغل میں ہے

اب کیا رہا ہے جس کے بھروسے پہ زندگی
اک دل ہے سو بھی یا الٰہی ماتم بغل میں ہے

پھر کیوں بغل میں دوسرے دشمن کو دوں جگہ
اپنا ہی دل ہے آپ سو کیا کم بغل میں ہے

اوراقِ دل پہ وصفِ خطِ یار ہے رقم
یعنی کتابِ عشق کی ہر دم بغل میں ہے

ہر وقت میرے ہاتھوں کی کچھ دل پہ چوٹ ہے
اے شعلہ کوئی تو ہے جو ہر دم بغل میں ہے

دل سے وحشت کی آرزو نہ گئی
زلفِ خود پیچ کی سر سے بو نہ گئی

تلخیٔ مرگ کا مزہ مت پوچھ
زہر کی تہ نشست تا گلو نہ گئی

اپنے دل پر بھی رشک آتا ہے
نہ گئی کاوشِ عدو نہ گئی

تاب کیا عکسِ روئے زیبا کی
آرسی رخ کے روبرو نہ گئی

اس گلِ چیت پیرہن پہ مرے
جس کا دامن نسیم چھو نہ گئی

سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں — حسرتِ دید ایک تو نہ گئی
رات آ ہی گئے تھے کچھ آنسو — شکر کیجے کہ آبرو نہ گئی
حشر میں بھی وہی ہیں ہم بازی — بُتِ بدخو کی ایک خو نہ گئی
اور حسرت تری وصال کے بعد — دل کے بھی تیری جستجو نہ گئی

ہو چکا حشر کا بھی ہنگامہ
شعلہ پر تیری ہائے ہو نہ گئی

خدا کیواسطے ہاتھوں میں تیغ خونفشاں لیجے — جھکا پڑتا ہی سر کہتا ہے میرا امتحاں لیجے
اگرچہ میں یہ ہی ہے آئیے تیر دستاں لیجے — نہ یوں مژگاں دکھا کر دل ہی میں چٹکیاں لیجے
بتا پڑتا ہے جوں اب خدا حافظ ہے محرم کا — خمار جوش مستی سے نہ یوں انگڑائیاں لیجے
سمندر کیا ہے یہاں طوفاں بھری بیٹھی ہیں آنکھوں میں — اک آنسو گر ٹپکنے دیجے دریا رواں لیجے
ہیں وحشی ہوں لیلی کہہ رہی ہے میرے ندائیں — لو حضرت مر گیا مجنوں یہ اپنی بیڑیاں لیجے
خموشی بھی کیا پروا مگر گرمی صحبت کو — تکلم کہہ رہا ہے شمع کی منہ میں زباں لیجے
دکھاؤں سینہ پر زخم اپنا طفل خوش نظر کو — تختی اہی ہے مجھی دیدہ خوشخط بوستاں لیجے

جو لکھ کر ایک خبر شعلے نے دیواں کی چھاپا
زمین شعر بول اٹھی کہ ساتوں آسماں لیجے

گر نمک پاش سر زخم ملاحت ہوتی — میرے ناخن کے لئے اور بھی لذت ہوتی
سخت جانی کے لئے اور بھی ہمت ہوتی — گر اجل میں بھی تمہاری سی عادت ہوتی
جھوٹھ سچ وعدہ فردا کا تو ہونا معلوم — اے شب ہجر تو ہی کاش قیامت ہوتی
قول ہالینے کو کیا حشر میں ہم سوئے ہوتے — گر قیامت بھی تمہارے قد و قامت ہوتی

للہ کس کے تیغ کا ڈورا نہ باندھیے
امید قطع ہوتی ہے امیدوار کی

ہاتھوں کو ہے نقاب سے منظور کشمکش
جالی بنا دمیرے گریباں کے تار کی

مجھ پر ہی کیوں خفا ہو کہ تیری نظر لگی
میں کیا ہوں تم پہ پڑتی ہیں آنکھیں ہزار کی

تم نے سنا نہ بیٹھ کے کچھ حال چشم تر
اوپری بات اور گئی ابر بہار کی

آنے دو روز حشر دکھا دونگا بعد مرگ
تم خود کرو گے آکے زیارت مزار کی

اپنا ہی ایک غم ہے سو کیا کم ہے ہمنشیں
دل میں کہاں جگہ ہے غم روزگار کی

دل پھینکدوں نکال کے سینہ سے جب کہو
حسرت نکالیں ہے مرے اختیار کی

بیدل ہوں شغل پر ہوں میں اسکے رکاب کا
ملتی نہیں ہے گرد بھی جس شہسوار کی

داغ جل جل کے جلاتے ہیں مجھے
زخم ہنس ہنس کے رلاتے ہیں مجھے

لاغری لطف نما دیتی ہے
لوگ پھردوں نہیں پاتے ہیں مجھے

بزم کیونکر تہ و بالا نہ کروں
بیٹھ کر غیر اٹھاتے ہیں مجھے

مہربانی میں بھی ہے طرز ستم
ٹھوکروں سے وہ جلاتے ہیں مجھے

سب سمجھتا ہوں رقیبوں کے لگاو
آپ ناحق کو بناتے ہیں مجھے

کبھی ہاتھوں سے کبھی پانوں سے
کھیلتے ہیں کہ مٹاتے ہیں مجھے

حال دل کہیے تو کس سے کہیے
سنکے لاکھوں وہ سناتے ہیں مجھے

کیوں ابھی آپ نہیں گرم خرام
اہل محشر تو جگاتے ہیں مجھے

غیر کے ہاتھ سے لیتے ہیں وہ جام
زہر بھر بھر کے پلاتے ہیں مجھے

دل یہ کہتا ہے کہ جب دے ہی چکے
آپ پھر کس سے چھپاتے ہیں مجھے

حشر کسکا وہاں تو پھر خبر نقاب آنکھو سے
دور ہے ساقی مگر جام شراب آنکھو سے
رخنہ بندی ہو رہی ہے سینہ صد چاک کی
چھا گئی ہے دیکھوں عروسان چمن پر بیخودی
بچ رہو تم بھی اپنے دل میں عذر خون بہا
نالہ سینہ سے نکل آیا در دل توڑ کر
خود بخود ہوتے ہیں میرے دیدۂ بیدار بند

سو رہو کس طرح اگر آنکھوں میں خواب آنکھو ہی
اتر آتا ہوں ہاتھ ہٹا کے نقاب آنکھو سے
دلمیں ہر پردہ ہو شرم سے حجاب آنکھو سے
چھپتے بلبل زیدہ نرگس ہیں حباب آنکھو سے
زخم گنے دو مجھے روز حساب آنکھو سے
آج پہلو سے تو ہٹتے ہو حجاب آنکھو سے
کچھ تمہاری وضع سے انکھو خواب آنکھو سے

ساقی پرست آتا ہے لئے جام و سبو
شعلے اٹھے بھبوکہ محفل میں شراب آنکھو سے

رہو گے پردۂ رخ کب تلک چھپائے ہوئے
پھرے گی باد صبا پھر کسی اڑائے ہوئے
خودی میں آؤ کہ عاشق پہ بیخودی چھائی
مگر تو تو رہی دیتی مری گناہوں نے
نگاہ کی طرح چپکے سے نکلے جاتے ہو
پھر اونکو حشر کا کیا ڈر جو ہیں زمانہ میں
تمہاری یاد میں نے دی ہیں لاکھوں داغ
دکھا کے آئے ہی کیا بات جی میں ٹھہر گئی
تمہیں کیوں ستم کا نہیں سلیقہ تھا
تمہاری جنبش دامن نہ جب تلک ہو گی

بہت زمانہ ہوا طور کو جلائے ہوئے
کہ خاک بھی نہیں ہوتے ترے جلائے ہوئے
چلے ہو ہاتھ سے دامن کہاں چھڑائے ہوئے
ترا کرم ہے مگر آسرا لگائے ہوئے
تمہیں تو چین نہیں آنکھ میں سمائے ہوئے
تمہاری طاقت دیدار آزمائے ہوئے
اس ایک غنچہ کی کیا ہیں گل کھلائے ہوئے
اٹھائے جاتے ہیں جو بزم سے تمہارے ہوئے
یہ ناز و غمزہ ہیں کسکے کہو سکھائے ہوئے
ہیں فتنۂ حشر کیا خاک کے ملائے ہوئے

جگر کو دیکھا دل سینہ میں لگو پہلو میں
جما ہوا ہے زمانہ میں رنگ پانی
نگر حنا کے نکلے کسی شہید کا ہاتھ
شب فراق سے محشر کو کونسی نسبت
لگا تجھے ہے وحشت بناؤ کی باتیں
ہٹا لیا ہے گریباں کو چاک سینہ سے
نہ ضبط گریہ سے کیا کیا کھلیں گے ایکے گل
پری ہو حور ہو غلماں ہو مہر ہو مہ ہو

وہ بھی نظر نہ جانیں کچھ چرائے ہوئے
ہزار فتنہ ہیں اک پاؤں کے اٹھائے ہوئے
خدا کیواسطے دامن ذرا اٹھائے ہوئے
ستائیے جائیے پھر کیا تری ستائے ہوئے
لڑائی تجھسے نظر غیر سے لڑائے ہوئے
کھڑے ہیں دیر سے پردہ ترا اٹھائے ہوئے
ہنسیں گے زخم کی صورت ترے رلائے ہوئے
بنائیں کیا تمہیں تم ہو بنے بنائے ہوئے

ہمارا عجز ہے اے شعلہ نقش بند خیال
قلم کی چال سے چلتے ہیں سر جھکائے ہوئے

فغاں کا طرز جو رنگینی سخن میں ہے
کھلونکا چاک گریباں کیوں چمن میں ہے
الہی فرق نہ داغ تو وطن میں رہے
الجھ الجھ کے عدو جیسے اک سخن میں ہے
فنا کیواسطے آتش بدن میں پنہاں ہے
دل اسیر تیرے گیسوؤں سے کیا سمجھے
نہیں اٹھا سکی سر بر ہی گراں جانی
عدو کی بزم میں ہو جائیں گے کہاں معلوم
نگاہ ناز پہ قربان ہوں ہے سرمہ کا

چھپی ہوئی مری فریاد پیرہن میں رہے
مزا تجھی کہ خود رفتگی وطن میں رہے
چمن کھلا ہوں اگر کبھی اس چمن میں ہے
تو کیوں نہ حشر کا ہنگامہ انجمن میں رہے
حباب کسطرح کیا خاک پیرہن میں ہے
جو بال بال میں الجھ شکن شکن میں ہے
یہ بوجہ وہ ہے کہ بیماری ہزار من میں ہے
اثر ذرا بھی اگر آہ شعلہ زن میں رہے
کہ جیسے تیغ کوئی دست تیغ زن میں رہے

اگر محفل میں کشاں ہیں آہیں	تھی مکلے کی شیخ جی کی

شعلہ جب تک لگے نہ جوہر
ہوتی نہیں قدر آدمی کی

کہا تھا کیا جو ہوئے تم خفا سنو تو سہی	لو آؤ جانے دو بیٹھو ذرا سنو تو سہی
یہ اختیار ہے مانو نہ مانو پر کچھ تو	ہمارے دل کا ذرا مدعا سنو تو سہی
عدو سے کہتے تھے کیا بات پھر کہو تو سہی	مکالی آپ نے کیا کیا حیا سنو تو سہی
وصال میں ترے انداز کیا کہوں تجھ سے	وہ کس طرح سے کہ ٹھہرو ذرا سنو تو سہی
یہ بات جانے دو کس نے بھری تمہارے کان	یہ تو ہماری بھی بہر خدا سنو تو سہی
بڑی کسی نے کہا اور کسی نے دیوانہ	تمہارے واسطے کیا کیا سنا سنو تو سہی
خدا کے واسطے دامن نہ ہاتھ سے جھٹکو	یہ کس سے وعدہ ہی جلدی کیا سنو تو سہی

جو آئیں حضرت ناصح تو آئے دو شعلہ
بھلا یہ دیکھیں وہ کہتے ہیں کیا سنو تو سہی

حسرت زخم سے پھر بھی نہوا دل خالی	کر چکا لاکھ نمکداں ترا بسمل خالی
کر کے پہلو کو چلا شوخ شمائل خالی	کیوں نہ حسرت ہیں کر دوں کر گیا دل خالی
جسم سے رخصت جاں ہی کہیں جلدی آؤ	لیلی روح کئے دیتی ہے محمل خالی
بوسہ رخسار کے وعدے پہ لیا تھا تم نے	بھاڑ میں جو نکد کیا لیکے کروں دل خالی
تیری درگاہ سے محروم نہیں ہے کوئی	تیرے دروازے سے پھرتا نہیں سائل خالی
انکی جلوت ہی جو منظور ہو دل در و سے بھر	کیا ہوا شیشۂ مے بزم میں داخل خالی
مہر قربان تمہارے نگہ بد کے لئے	چاند سے رخ پہ لگا لیجئے اک تل خالی

آرزوؤں کا ترا ہو کہ کبھی جی نہ بھرا
بھر گیا پر نہ تمنا سے ہوا دل خالی

کاندھا دینے کوئی آیا جو جنازہ کے قریب
ہوتے جاتے ہیں جو تابوت کے حامل خالی

ہر نفس آمد و شد لب پہ ترے ذکر سے ہے
صورت دانۂ تسبیح ہوا دل خالی

اسکو کیا رووں کہ آتا نہیں آساں اونکا
دل کیا تھا یہاں رد و کد مشکل خالی

یاد تیری ہے ترا ذکر تصور تیرا
شغل سے کبھی رہتے نہیں عاقل خالی

ہر نفس رفع کدورت ہی گھڑی بھر ٹھیرو
کر لئے دو شیشۂ ساعت کی طرح دل خالی

جسم سے فرقت جاں کوئی نئی بات نہیں
ایسے لاکھوں گئے اس لیلی کے محمل خالی

بہوت کم ہمتی کم ظرفت پہ کیا کیا رویا
نظر آیا جو حباب لب ساحل خالی

تشنہ ہے حسن ہوا عین تغافل میرا
تیرے جلوؤں سے نہیں پردۂ حائل خالی

ہاے اندھیر لیے غیر چلا شکوہ میرے
حکم ہوتے ہیں کہ ہو بزم سے محفل خالی

چین دل نے تہ تیغ تڑپنے نہ دیا
تجھ پہ سو بار پڑا خنجر قاتل خالی

کام کیا آئیں گے پھر دست و زباں اے مشعل
کیا کیا کرتا ہے بیٹھا ہوا غافل خالی

جنوں کا سلسلہ در پردہ نکلا حسن پنہاں سے
حجاب یار رسوا ہو مرے چاک گریباں سے

چلے ہیں پاؤں باہر دور گردون گرداں سے
ترے وحشی کا جی گھبرا گیا تنگی میداں سے

دل و جان و جگر مل مل کے ٹپکے چشم گریاں سے
یہاں تو خانماں کے خانماں ڈوبے ہیں طوفاں سے

بچھونا اب بھی خون کشتگان نازداماں سے
چلو دیکھیں وہ باہر آ گئے محشر کے میداں سے

سحر اٹھتے ہی اٹکے ہو گئی چاک گریباں سے
مرا داغ جگر ہم خواب تھا خورشید تاباں سے

جلا سارا بدن لو شمع رویاں سوزش جاں سے
لگی ہے آگ اس گھر میں چراغ زیر داماں سے

سیہ خانہ ہو گئی یا روشن طلوع مہر تاباں سے
جنوں نے لیے سر و ساماں نہ رکھا تا دم آخر
نظر کا ٹھہرنا آساں نہیں رخ پر کوئی پوچھے
عدم والوں کو بھی دکھلائینگے جنوں کی کیفیت
نظر نیچی کرو پھر خندہ اب خط نکل آیا
رہا عیش وصال یار یہاں حسرت ہی حسرت میں
تصور پردہ ہائے چشم پر تصویر کھنچے ہے
نہیں کھلتا ہوا کیا دست وحشت تیری غیرت کو
غلط ہے یہ کہ حق خونبہا سے [illegible]
سوار حسن آئے ہے کوئی او دیدہ مجنوں
مثال بوئے گل چھوٹی نہ ہے الفت گلشن
جراحت زا تری شیریں کلامی تیغ و بسمل
دم تحریر خط کیا کیا خجالت نامہ بر سے ہو
نہ لکھوا عشق سے یہ چاک سینہ کی جا رفو
اٹھا لے دست حسرت سے نظر کر اپنی بخشش کی
وہ خنجر لیکے آئے اور یہاں میں کہہ نہیں سکتا
غمزہ وجد یعقوب کی تاثیر اٹھی ہے
لگا نو آرزو کی لاش رکھا دوش زماں پر
تغافل اسقدر کیا کوئی شان دلربائی ہے

سحر بیہودہ ہے دست گریباں شام ہجراں سے
کفن کے کام آیا جو بچا کپڑا گریباں سے
ترے نظارہ کی دشواریوں کو چشم حیراں سے
بچا کر کوئی دنکی زندگی گر لیگئے یہاں سے
کسی شے کو کبھی اونچا نہیں رکھتے ہیں قرآں سے
ملا ہے مجھکو لطف زندگی مرنیکے ارماں سے
بنائی ہے عجب کلک مصور نے فرشگاں سے
گلا گھٹنے لگا عاشق کا تنگی گریباں سے
مگر ہاں پاکدامن بچ گئے خون شہیداں سے
مٹا دے نقش پائے ناقہ لیلی بیاباں سے
ہوا پر آشیاں باندھا اگر اٹھی گلستاں سے
ہوئے ہیں زخم کیسے پھر و شور نمکداں سے
ورق سادہ ہی رہجاتا ہے دلکر چشم گریاں سے
دل وحشت زدہ پھر آگیا تنگی میداں سے
ڈرا جاتا ہوں میں ذرہ زمیں ہیں بار عصیاں سے
نقاہت مجھکو زیادہ گراں ہے سختی جاں سے
محبت ہو گئی کس طرح یوسف کو زنداں سے
کفن دو حسرت مردہ کو عاشق کے گریباں سے
نہیں کچھ فائدہ مجھی ہی مری بیتابی جاں سے

کھلا جاتا ہے راز عشق کیا کرتے ہو اے شعلہ
اُدھر دیکھو تو رونے کی قسم لو چشم گریاں سے

غیر پر چشم عنایت کیسی / یہ اشارات یہ کنایت کیسی
خوب کہیے ہم بھی چپ ہیں / شکر کی جا ہے شکایت کیسی
تیر و خنجر سے ذرا کام تو لو / چشم و ابرو کی حمایت کیسی
طور پر تم ہی تو تھے جلوہ فگن / بات سچ ہو تو روایت کیسی
جو نکلتا ہے قیامت قد ہے / اِن بتوں کی ہے ولایت کیسی
قتل ناحق کا تو فتوے مجھ پر / غیر کے حق میں رعایت کیسی
جور ہوتے ہیں کرم کے بدلے / پھر گئی چشم عنایت کیسی
سن تو لو میری شب ہجر کی بات / قصہ کیسا ہے حکایت کیسی
اشک آ آتے ہیں آنکھوں میں / کر گیا دل میں سرایت کیسی
مصحف رخ پہ مکمل آیا خط / پڑھ گئی اور یہ آیت کیسی
کچھ کھلی جاتی ہیں آنکھیں آخر / حسرت مرگ نہایت کیسی
حضرت ناصح لو ہیں رہنے دو / دل نہ دینے کی ہدایت کیسی
نہ ہوں میں تو تمہارا کیا زور / نہ سنو تم تو شکایت کیسی
وعدہ اک وقت کا کر جائیگا / ابتدا اور نہایت کیسی

شعلہ کیوں کرتے ہو ٹکڑے ٹکڑے
دل کے دینے میں کنایت کیسی

بیٹھو اٹھو خیال نوک مژگاں چاہیے / کروٹیں لیتے کہ ہر پہلو میں پیکاں چاہیے

دلکو بہلاویں کبھی کچھ وحشت کا ساماں چاہئے
سینہ کے اندر ہی چھوٹا سا بیاباں چاہئے

صحفتِ دستِ پاے گرفتِ جاناں چاہئے
مصرعۂ موزوں کا ہر اک لفظ پیچاں چاہئے

عاشقوں کو کیا خیالِ کفر و ایماں چاہئے
بت بنانے کے لئے خاکِ مسلماں چاہئے

سخت جانی کیلئے کیا تیغِ براں چاہئے
عمر کا کٹنا بہت مشکل ہے کہ آساں چاہئے

ہمکو پہلو میں بٹھا لوں بیٹھتے سے پیشتر
درد کا اٹھنے سے پہلے کوئی درماں چاہئے

خود بہک گئے دیکھ لینا تم تو مجھکو ڈھونڈتے
حشر میں ملنے کا کسکو عہد و پیماں چاہئے

گر یہی دیدار یاری ہے عدو کی بے حجاب
آنکھ میں کوئی لگا ہو نگا نگہباں چاہئے

باعثِ آسودگی ہے خانہ ویرانی مری
در ہی جب گھر کے نہیں ہے کسکو درباں چاہئے

ہر نفس چلنا پڑا ہے کاروانِ روح کا
ہر گھڑی مثلِ جرس ہیہات لب پہ فغاں چاہئے

بت پرستی جب تلک ہوتی تلک ہے زندگی
صورتِ زنار گردن میں رگِ جاں چاہئے

پھر جلوہ پردہ پردہ آئینہ خانہ ہے
دیدۂ بینا تری صورت پہ حیراں چاہئے

چرخ کیسا گریہ کس کا نوح کی کشتی کہاں
اک نئے اک ہر روز میرے سر پہ طوفاں چاہئے

بوسہ لب کیوں نہ وقتِ قتل ہو لذت فزا
بہرِ تسکینِ زخم سے پہلے نمکداں چاہئے

تا سخن سنجی میں بھی شعلہ رہیں مضموں گرم
کچھ تو کی ہونٹوں کے اوپر آہِ سوزاں چاہئے

اس لقا ہستی سے جنوں حق بن بیاباں چاہئے
ہاتھ میں رومال کے بدلے گریباں چاہئے

آنکھ لگتے ہی خیالِ زلفِ پیچاں چاہئے
نیند سے پہلے مجھے خوابِ پریشاں چاہئے

خط بھی زیبِ مصحفِ رخسارِ جاناں چاہئے
کچھ نہ کچھ ملتا ہوا صورت سے قرآں چاہئے

چٹکیاں لیتا ہوا سینہ میں پیکاں چاہئے
کوئی تو حالِ دلِ مضطر کا پرساں چاہئے

رنگ لایا صورت لالہ مرا عشق جنوں
داغ ہم آغوشی چاک گریباں چاہیے

آپ ناحق کیوں بناتے ہیں مرا ابرو پہ بل
کون کہتا ہے در کعبہ پہ درباں چاہیے

حسرت نظارہ مژگاں کی تراوش کیلئے
آنکھ میں دل چاہئے اور دل میں ارماں چاہئے

تو ہی آ آ جی یہاں تاکتا ورنہ آئی ہے اجل
بیوفا کوئی تو وعدے سے پشیماں چاہیے

بہر مضمون قیامت وصف قامت ہے ضرور
ایک مصرعہ دوسرے مصرعے سے چسپاں چاہیے

کہتے پھرتے ہیں وہ مقتل میں ضیافت کیطرح
زخم کسکو چاہیے کسکو نمکداں چاہیے

ہاتھ خالی چلیے کیا لے کر یہاں سے عدم
ہر سفر میں ایک منزل کا ساماں چاہیے

قتل سے کیا غم جنوں کو سر نہیں سودا تو ہے
دست وحشت کیلئے خالی گریباں چاہیے

مشغلہ کچھ تو ہی چہرہ ہو بزم سخن سنسان ہے
اے چمن میں کوئی تو بلبل خوش الحان چاہیے

سحر جو قد موزوں سے ترے ہاتھ آگئے ہے
کسکا نقش کف پا آگئے ہے

عشق نبت جاسے مجازی کیلئے
اس سے لب پار خدا آگئے ہے

جاکے دل کوچہ گیسو میں پھنسا
یہ نہ سوچا کہ قضا آگئے ہے

دم قربت پہ پکارا فتنہ
یہاں فراز شہدا آگئے ہے

گور سے تاب عدم کا رستہ
منزل روح فزا آگئے ہے

دل کہاں خط میں یا سوئے قتل
دیکھتا ہی ہوگیا آگئے ہے

قصہ شوریدہ دل سب سن لو
اس کہانی میں فرا آگئے ہے

ہائے وا ماندگی عشق نہ پوچھ
خاک مجنوں سے سوا آگئے ہے

جوشش شوق نے پامال کیا
کہ اثر سے کبھی دعا آگئے ہے

زندگی ہجر میں بھی یونہیں گذر جائیگی
وصل کی ایک ہی تو رات ہے یہ بھی نہ سہی

میری تربت پہ لگاتے نہیں ٹھوکر نہ لگاؤ
یہی بس آپکی کرامات ہے یہ بھی نہ سہی

کاٹ سکتے ہیں گلا خود بھی نہ کیجے ہمیں قتل
آپکے ہاتھ میں اک بات ہے یہ بھی نہ سہی

حوض خون جگر بادہ گلرنگ تو ہو
اور یہاں یہ بھی مساوات ہے یہ بھی نہ سہی

قتل قاصد پہ کمر باندھی ہے شعلہ اسنے
خط کتابت کی ملاقات ہے یہ بھی نہ سہی

کہاں ہے حشر جو پرسش ہے مدعا کے لئے
تمھیں لپٹنے دے اپنے ہمنفس جدا کے لئے

مریض عشق ہو کیوں فکر ہو شفا کے لئے
یہ درد وہ ہے جو ملتا نہیں دوا کے لئے

پڑے رہے جاؤں میں دم نالہ رسا کے لئے
کسی کا ڈر نہ ہو گر عمر لے وفا کے لئے

خدا سے مانگے ہاتھ تھا تمہیں جفا کے لئے
قدم اٹھے اوتر کر مری دعا کے لئے

نشان خاک نشینی ہے بے نشاں ہونا
کہ سر بلندی ہے تمنا ہی نقش پا کے لئے

یہ خبر تھی کہ جو پردہ میں تھی کلیم سے بات
کسے تھی تاب نظر حسن برملا کے لئے

جو چھیڑا نالہ جانسوز ساز حسن ہوا
وہ آئے پردہ سے باہر مری صدا کے لئے

جدھر کو چاہے کھچا ہے روح قالب سے
بہت سے رستے ہیں آلکو پہ فنا کے لئے

اگر نہیں نہ سہی میں وفا شعار مگر
بھلا نہیں تو برا ہی تمہیں جتا کے لئے

لپسا کے کعبہ نہ آجائے آستاں کے قریب
سمٹ رہی ہے زمیں تیری جبہ سا کے لئے

زمانہ کہتا ہے اک دن قیامت آئیگی
تمہارے وعدے تو ہوتی نہیں قضا کے لئے

ادہر کو فکر ہماری بھی مضموں آئیگی
جو روز بھیجا ہے کاسہ گدا کے لئے

چلے ہیں جان و جگر لب پہ رہ گیا نالہ
رکھا ہے قافلہ اہل دل درا کے لئے

رہے نہ حشر میں دعوؤں کی تا خصوصیت — رواج جور کرو عذر خوں بہا کے لیے
نہیں ہے سینہ میں دل ہاں مگر نفس میں کوئی — گرہ پڑی ہے ترے تیر دلکشا کے لیے
نظر میں نور ہو دل میں سرور جسم میں جان — جو منہ کھلے بھی تو سو پردہ ہیں حیا کے لیے
الٰہی خیر ہو امید مرگ بھی نہ رہی — کہ مشورے ہیں عدو سے مری قضا کے لیے
ذرا تو چھیڑ کے دیکھو مری سخن سنجی — ہیں ساز نغمہ ہوں طوطی خوش نوا کے لیے

رہے نہ دل میں اگر شعلہ سرکشی و خودی
تو شمع ہے حرم خاص کبریا کے لیے

یہاں وہ ہاتھ نہیں جو اٹھیں دعا کے لیے — لب خموش کھلے کس کی التجا کے لیے
نہیں ہے دم کبھی لینے کی ایک نفس فرصت — حباب ابھرا ہے دریا میں کس ہوا کے لیے
جنوں میں چھوڑ رہے ہیں ورق ورق دل کا — یہ برگ گل نہیں ٹکڑے تری قبا کے لیے
بلند رتبہ ہیں کیا کیا تمہارے کشتوں کے — زمین عرش سے اتری ہے کربلا کے لیے
بڑھے نہ گرمیٔ گفتار حضرت موسیٰ — چراغ طور کو ٹھنڈا کرو خدا کے لیے
ہزار فتنہ سمائے ہیں فتنہ گر اس میں — جگہ کہاں ہے تری آنکھ میں حیا کے لیے
دل مریض اجازت دے چاک سینہ کی — جو دم گھٹے ہے تو در کھول دوں ہوا کے لیے
یہ تو نکلی گھات بری ہے کہاں ہو حضرت دل — بچائے رکھئے گا ایمان کو خدا کے لیے
بنو نہ تم مرے دشمن عدو کے دوست سہی — لگا تو رکھتے ہو کچھ سلسلہ جفا کے لیے
گرا ہوں چشم جہاں سے تمہاری الفت میں — اجل کی طرح اٹھا تو نہیں خدا کے لیے
مجھے چھپائے ہیں کس پردہ دار سی حجاب — یہ کون آیا کہ پردے تنے قضا کے لیے
دم سوال جو حیرت سی چھا گئی مجھ پر — تمہارے بوسہ نہیں آئینہ دکھا کے لیے

ہمارا چاک گریباں تو تا بدامن ہے
ابہی ہاتھ کانپ رہے ہیں تری قبا کے لئے

میں آؤں بزم میں کیونکر تمہارے حکم بغیر
کہ دست شمع میں پروانہ ہی صبا کے لئے

وفا نہ ہو تو نہ سہی لطف انتظار تو ہے
ابھی سے مرتے ہیں ہم وعدۂ جزا کے لئے

وہ نغمہ سنج ہوں منقار سے نکل آئی
زبان بلبل سدرہ کی مرحبا کے لئے

کسیکی تیغ کے اقبال سے اوڑا یا سر
یہاں جگہ ہی نہیں سایۂ ہما کے لئے

کمر کو صاف لکھا ہے نشان وہم تحریر
دہن کو چھوڑ دیا غیب کی ندا کے لئے

تری نظر میں نہیں شیخ و برہمن میں فرق
ہے ایک جلوہ ترا غیر و آشنا کے لئے

پیو بھی شوق سے شعلہ کہاں کا تقوی ہے
شراب رنگ ہی ناموس پارسا کے لئے

وحشت میں روئیے گریہ سے تری ہو جائے
شاخ آہو جسے کہتے ہیں ہری ہو جائے

نجد میں جا کے جو رو دوں تو تری ہو جائے
بید مجنوں کی ہر ایک شاخ ہری ہو جائے

اوڑ چلی رخ پہ ترے زلف پریشاں پھیری
اک تماشا ہے یہ ناگن جو پری ہو جائے

ڈھانپ کر منہ جو کفن میں ترا کشتہ روئے
نخل تابوت کی ہر شاخ ہری ہو جائے

ہوش اوڑ جائینگے مضمون سے لکھیں خط ایں
رفتہ رفتہ نہ کبوتر بھی پری ہو جائے

سرد مہری بتاں کا جو اثر ہو شعلہ
کوہ طور ایک برس کوہ مری ہو جائے

شامت ہی پھنسے ہائے نہ تقدیر کسیکی
اللہ نہ ہو زلف گلوگیر کسیکی

آیا کوئی دامن کو سنبھالے ہوئے تربت
تعویذ لحد کرتا ہے تسخیر کسیکی

کیوں طور کی باتوں پہ عبث ناز ہے موسی
ہم بھی تمہیں سنوائینگے تقریر کسیکی

لے چرخِ جفا کار کو بھی میری قسم ہے | مت مانیو اے نالۂ شبگیر کسیکی

شعلہ کی دمِ نزع بھی آنکھیں نہوئیں بند
تکتا رہا صورت دمِ تکبیر کسیکی

تم دل کو جلا کے اور رولا کے | جاتے ہو کہاں لگا بجھا کے
گورِ شہدا بچا بچا کے | دامن کو چلو ذرا اٹھا کے
انسان کو بھی پری بنایا | صدقے اس شانِ کبریا کے
تھی الفتِ جسم خاک آخر | لو روح چلی ہوا بتا کے
گیسو نہ بنا بنا بگاڑو | پچھتاؤ گے ان کو سر چڑھا کے
محشر میں بھی سرمہ در گلو ہیں | کشتہ تری چشمِ سرمہ سا کے
ساغر سے ملا کے لب لگا رہا | کم ظرف کو تم نے منہ لگا کے
مرنا ہو جائے اک تماشا | تم بھی ساتھ آؤ گر قضا کے
پایا تجھے کھو کے ساری ہستی | ہم کھو کے گئے ہیں تجھ کو پا کے
اے بارِ گناہ کر سبکدوش | رکھ دینگے جنازہ یار اٹھا کے

اِن سبزہ خطوں کو دل نہ دیجے
شعلہ سو رہئے زہر کھا کے

ہے کلائی کے لچکنے کا تمہارے ڈر مجھے | ہیں گلا خود کاٹ لو لگا لاؤ خنجر مجھے
کیا خیال روئی تجھ بن نے رہا مضطر مجھے | دیکھ کر زخم ہنسے رلایا خوب ہنس ہنس کر مجھے
داغ کھائے پر کہا ہے عشق نے زر گر مجھے | میرے آقا نے دیا ہے خلعتِ پر زر مجھے
تھا اگر عشقِ بتاں میرے مقدر کا لکھا | دے گئے [illegible] بلا ہوتا کوئی [illegible] مجھے

ساقیا طرز تکلف دور گستاخی معاف
ایک سے ہوتا ہے کیا دو چار دے ساغر مجھے

اسقدر شعلہ بلند ہے شوق پر پرو کی ہوا
لے اڑے تخت سلیماں کی طرح بستر مجھے

جو ذبح کرنے پہ آمادہ میرے تو ہو جائے
ہر ایک عضو مثل رگ گلو ہو جائے
دکھاؤں گلشن فردوس کی بہار ہمیں
جو داغ سینۂ سوزاں میں رنگ بو ہو جائے
اگر ہو گرم فغاں میرے ڈھنگ سے بلبل
چمن ہو خشک نسیم بہار لو ہو جائے
نکل کے اشک جو آ جائے آنکھ سے باہر
در یتیم کی کوڑی کی آبرو ہو جائے

یہ عشق ایسی بلا ہے کہ جس سے اے شعلہ
جگر کے ٹکڑے ہوں پہلو میں دل لہو ہو جائے

کون ہے تاب جسے جلوۂ رخسار کی ہے
دھوم ہی دھوم فقط حشر میں دیدار کی ہے
مجھ سے بہتر جو کشش ابروئے خمدار کی ہے
دلپہ کچھ چوٹ اچٹتی ہوئی تلوار کی ہے
اور کس دل میں جگہ زلف سیہ کار کی ہے
میرے گھر میں ہی مگر قدر شب تار کی ہے
خواہش مرگ بجا مرگ طلبگار کی ہے
وہی اچھا ہے جو مرضی ترے بیمار کی ہے
کیا انھیں حشر میں ہم منزل ہستی کے تھکے
وہ چلے جاتے ہیں طاقت جنہیں رفتار کی ہے
دل پر داغ میں ہے کوچۂ جاناں کا خیال
یہاں ہم سیر ہوا خلد کے گلزار کی ہے
نغمہ سنجی چمن دام میں کام آ ہی گئی
قدر صیاد کو مرغان گرفتار کی ہے
دل ناداں بہت عیار ہے امید وصال
ایک بوسہ پہ تو لوٹ وہاں تکرار کی ہے
بھر لیا دامن نظارہ کو چاہا جس نے
لوٹ سی لوٹ تری دولت دیدار کی ہے
داغ کو بھی ہے یہاں مرتبہ حسن کمال
دلپہ تصویر ترے چاند سے رخسار کی ہے

بعد مردن لاش پر آ کر وہ بت کہنے لگا
تا مراد وصل کو میرے خدا کیا ہو گیا

ولہ

ہے الفت ابرو میں جو کاہیدہ تن اپنا
سایہ بھی کسی تلوار کا ہوگا کفن اپنا
اس منہ کی کریں بات ذرا منہ کو تو بنوائیں
غنچوں سے کہو صاف تو کر لیں دہن اپنا

ولہ

مژدہ اے جان تحریر لے ستم ایجاد آیا
ہاں مبارک سر شوریدہ وہ جلاد آیا
پہنچے جب شہر خموشاں میں وطن کی سوجھی
دیکھا جب گور غریباں تو گھر یاد آیا
حیف اے عمر کہ آخر ہوئی امید یہی
خوش ہیں ترا وعدہ کہ اب تک نہ تجھے یاد آیا

ولہ

ابروؤں پر قطع ربط جسم و جاں ہو جائیگا
فیصلہ ہوگا جو خنجر درمیاں ہو جائیگا
قافلہ روح رواں کا جب رواں ہو جائیگا
جسم بھی اک دن غبار کارواں ہو جائیگا
آبرو جاتی رہے گی رحم کر بار گناہ
یار رکھ دیں گے اگر لاشہ گراں ہو جائیگا
ظلم ہے پیر فلک کا اب جوانوں کی طرح
آسماں کیا ہوگا جس دن تو جواں ہو جائیگا

ولہ

کب ہجر میں ہے مجھے خفقاں نہیں ہوتا
کب دست جنوں میں یہ گریباں نہیں ہوتا
دل آپ کے دیوانوں کا کاہے کو لگے گا
سنتے ہیں کہ جنت میں بیاباں نہیں ہوتا
کیا زیست دو روزہ کے لیے آئے عدم سے
اس جینے میں مرنے کا بھی ساماں نہیں ہوتا
کیا دیکھتے ہو میری طرف حضرت شعلہ
کچھ دل کا لگانا بھی تو آساں نہیں ہوتا

ولہ

قد دلجو سرو سے روئے منور آفتاب	آگیا ہے کیا سوا نیزے کے اور آفتاب
رو برو آیا ترے آئینہ بنکر آفتاب	ہے مقرر اپنے طالع کا سکندر آفتاب
حسن کا روز افزوں ہے ہر ایک لیکر آفتاب	آسماں پر ایک ہے اور یہاں ہے گھر گھر آفتاب
کون سے منہ نے کیا آئینہ کا وعدہ شام کو	جھانکتا پھرتا ہے صبح سے مرا گھر آفتاب

ولہ

کیا بلا آئی ہے کسکے واسطے ساماں ہے آج	ایڑی تک چوٹی لٹکتی ہے گل پیچاں ہے آج
کل ہی بوسہ دینا کہا تو مصحف رخ کی قسم	درمیاں گویا ہماسے آپکے قرآن ہے آج

ولہ

میں اور نہ تم اور نہ دونوں کا خدا اور	تم ہو وہی بتلاؤ گے کیا روز جزا اور
کافر ہے یہ تم ہم بھی تو بندے ہیں کسی کے	اے دشمن دیں سمجھا ہے کیا اپنا خدا اور

ولہ

آنکھوں میں آیا سینہ پر داغ سے لہو	آنکھوں نے سب نچوڑ لیا اس چمن کا رنگ
اس رشک گل کے رخ سے شاید خدا کی شان	کیا ہی بہار کیا ہے چمن کیا چمن کا رنگ
اے روح چھوڑ الفت تن جان بہت ہوئے	بگڑے دہری دہری نہ رہا کے تن کا رنگ
آ جائے ہاتھ آپکا دامن تو دیکھنا	کیا گل کھلا یگا مرے دیوانہ پن کا رنگ

ولہ

رات بھر روئیں رہا گر غم پنہاں مجھکو	صبح تک جینے نہ دیگی شب ہجراں مجھکو

ولہ

مجھ کو پیٹے جو گلے سے مرے خنجر اٹھے | خون بہنے میرا اگر سینہ سے پیکاں نکلے
کیسے زاہد ہو کہ مرتے ہو بتوں پر شعلہ | تم تو واللہ عجب مرد مسلماں نکلے

ولہ

چشم تر نے جھڑی لگائی ہے | ایک برسات خوب آئی ہے
دل میں آگ آہ نے لگائی ہے | دیدۂ تر تری دہائی ہے

ولہ

جب اشک ہوئے چرخ چہارم نکل گئے | تنہا قہقہہ کہ حضرت عیسیٰ بہل گئے
دیکھی تمہاری گیسوئے پیچاں کی جب لٹیں | سنبل کے پیچ ڈھیلے ہوئے بل نکل گئے

ولہ

الفت کا نا شاد بہا جوروں سے کیا شاد رہے | جا کے جنت میں اک کشتۂ بیداد رہے
قفس جسم کی پابند نہیں روح رواں | یہ وہ بلبل ہے جو دام میں آزاد رہے
کون ہمسایہ میں تیرا تھا کہ شب بھر شعلہ | ہاتھ رکھے ہوئے منہ پر دم فریاد رہے

ولہ

ہم حشر میں بھی دل داغدار لیکے چلے | تری ستائش سے امیدوار لیکے چلے
ہماری آمد و شد مثل گل ہے دنیا میں | بہار لائے تھے اپنا بہار لیکے چلے

رباعیات

کب نالہ قبول یہاں ہو جانے چاہا | مرنا بھی مرا نہ ہے وفا نے چاہا
کیا جور بتاں کی ہو شکایت شعلہ | ہوتا ہے وہی جو کچھ خدا نے چاہا

ولہ

ہر درد میں پائی جاں نوازی تیری	ہر زخم میں دیکھی چارہ سازی تیری
رحمت سے گنہوں کی بڑھائی ہمت	نازاں ہوں میں تکیے بے نیازی تیری

ولہ

میں نے تو چلوں تیری نگاہوں کو وہاں	پوچھے گا نہ کوئی پر گواہوں کو وہاں
محشر میں یقیں ہے بے حساب رحمت	پھر کون گنے گا گناہوں کو وہاں

ولہ

خالی کبھی فکر کرم دینے سے نہ ہوئے	ہم سیر کبھی تیرے کرم سے نہ ہوئے
وہ کون سے رحم تھے جو تو نے نہ کئے	وہ کون گناہ تھے جو ہم سے نہ ہوئے

ولہ

بیداد و جفا ستم شعاری کب تک	یہ جرم و گناہ کی روبکاری کب تک
آنکھوں کی بہت دنوں نظارت دیکھی	اور زلف تری سر رشتہ داری کب تک

ولہ

اے شعلہ نہ غم نہ شادمانی ہوگی	پیری ہوگی نہ تو جوانی ہوگی
کیا آج ہے اور کے فسانے سنتا	کل تیری بھی زندگی کہانی ہوگی

ولہ

اے شعلہ سرور عیش و مستی کب تک	تو کیا ہے بھلا یہ تیری ہستی کب تک
پیری میں شباب کیسی حسرت افسوس	اے مرد خدا یہ بت پرستی کب تک

ولہ

یوں مے کو چھپا چھپا کے دہر پینے سے حصول	اس زہد و ریا میں مرنے سے حصول

او توبہ شکن وہ آیا ابر رحمت — ناحق توبہ کے روز کرتیے حصول

ولہ

تخم غم و رنج آپ بویا شعلہ — اس دیدۂ تر سے پھر ڈبویا شعلہ
دل دیکے ہے دلبر و لینے ملنے کی امید — جو پاس تھا وہ بھی تم سے کھویا شعلہ

ولہ

بے جرم نہیں اگرچہ ہیں خوار و ذلیل — ضامن ہے مرا ہی جو ہے امت کا کفیل
کیا فکر ہے پھر سزائے عصیاں کی مجھے — رحمت ہے تری مرے گناہوں کی وکیل

ولہ

جب جلوہ خدا کا ہے یہیں پیش نگاہ — کعبہ کے لئے شیخ ہے ناحق گمراہ
وہ نور ہے آنکھ ہیں کہ دیکھا نہ کبھی — وہ بت ہے نگاہ میں کہ سبحان اللہ

ولہ

بخشش کی امید ہے سیہ کاروں کو — واں ملتا ہے بے طلب طلبگاروں کو
حقدار نہیں ہیں بے گنہ رحمت کے — حصہ رحمت کا ہے گنہگاروں کو

ولہ

نے شمع کی فکر نے عصا کے پابند — احباب و عزیز کا سہارا تا چند
آنکھیں کئے بند کیا چلے جاتے ہیں — سیدھا ہے رہ عدم نہیں پست و بلند

ولہ

ہستی کا نشاں مٹا چکا ہے کب کا — دنیا سے قدم اٹھا چکا ہے کب کا
کاندھوں پہ جو دھر کے لیے ہو تابوت — او بیادہ وہ سوار جا چکا ہے کب کا

ولہ

زحمت ہوگی توکل پہ زحمت ہوگی
رحمت ہوگی توکل پہ رحمت ہوگی
جو اوروں کو بخشدیگا بخشے گا مجھے
کیا اس سے الگ میری قیامت ہوگی

ولہ

یہ ذلت و خستگی و خواری کب تک
ناموس کی ہائے پردہ داری کب تک
دل خون ہوا ہے فکر عقبیٰ کے لئے
اے شعلہ تری شرابخواری کب تک

ولہ

کیا خلد میں ہوگی بت پرستی ایسی
ہر روز سرور روز مستی ایسی
ہرچند بھرا ہے حوض کوثر لیکن
جنت میں کہاں شراب مستی ایسی

ولہ

اے شعلہ بنا ہی خوب دنیا اب تک
کیا غم ہے نہیں جو فکر عقبیٰ اب تک
دیگا وہی بے طلب جو دیتا ہے مدام
بخشے گا وہی کہ جس نے بخشا اب تک

ولہ

پروانہ کی رات بھر حکایات کہی
جل بجھنے کو عشق کی کرامات کہی
اے شعلہ جلا [illegible]
سمجھے تو کہے شمع یہ کیا بات کہی

ولہ

غفار ہے بول اس کرامت اپنی
مت چھوڑ مرے لئے تو عادت اپنی
میں کیا ہوں [illegible]
مت دیکھ مجھے تو دیکھ رحمت اپنی

ولہ

غفلت ہی یہ ہی تو کیا ہی بخشش کی دلیل	ہر بات میں دیری ہر اک کام میں ڈھیل
ناکامی دو جہان ہے دل کی خواہش	اسے شعلہ ہوئے ہوس کس کے وکیل

ولہ

یارب غم دل مٹانیوالا تو ہے	بگڑی کو مری بنانے والا تو ہے
کیا فکر گناہ گر ہے بخشش تیری	کیا غم ہے اگر بچانے والا تو ہے

مخمس بر غزل حکیم مومن خاں صاحب مومن دہلوی

آنکھیں لڑا کے اک بت رشک پری سے ہم	منہ دیکھتے ہیں کس بیکسی سے ہم
بیزار یہاں تلک ہوئے عاشقی سے ہم	ہٹا لی ہی دل ہیں اب نہ لگیں گے کسی سے ہم

پر کیا کریں کہ ہو گئے لاچار جی سے ہم

غیروں میں کیا ہی جن سے کہ ہو اسقدر وفا	اور ہم میں کیا برائی ہی کیوں ہم سے ہو خفا
صاحب کو کچھ قصور ہمارا کوئی خطا	سمجھے نہ ہو تو تم اسے کیا کہتے ہیں بھلا

انصاف کیجئے پوچھتے ہیں آپ ہی سے ہم

سینہ میں دل او جھا ہی کچھ دل ہوا صبور	نکلو سوجھی ہی ہیں جیسے وحشت کا ہی وفور
ازبسکہ رنگ اپنے بھی دیوانہ پن ظہور	کیا گل کھلائیگا دیکھئے ہے فصل گل تو دور

اور سوئے دشت بھاگتے ہیں کچھ ابھی سے ہم

آیا اثنا کون یہاں جو غنچہ سا ہنس گیا	بجان حزیں پکار رہی ہے خدا خدا
پہلو میں آج اور ہی کچھ ہے معاملا	کیا دل کو لے گیا کوئی بیگانہ آشنا

کیوں اپنے جی کو لگتے ہیں کچھ اجنبی سے ہم

تھا کونسا وہ روز جو ہم پر کرم ہوا
اور کب ہمارے واسطے کی غیر پر جفا
ہمکو تو خاک ہی میں ملاتا رہا سدا
منہ دیکھنے سے پہلے ہی کیدن صاف تھا
پوچھو کیوں غبار رکھیں آرسی سے ہم

کیا جان ایسے لوگوں پہ ہم خستہ حال دیں
اے شعلہ جو عدو کے لئے گھر سے ٹال دیں
ان آتشیں رخوں پہ نہ کیوں خاک ڈال دیں
لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دیں
مومن نہیں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم

تخمیس بر غزل رند لکھنوی

ہے لطف جب کہ سینہ ہو ماتم سرائے دل
اور ہو رہی ہو پہلو میں کچھ ہائے ہائے دل
پھر اک مزا جو ہجر کے صدمے اٹھائے دل
آئے نہ پھیر میری جان کسی پر جو آئے دل
کچھ مشغلہ ضرور ہے آخر برائے دل

کھٹکا لگا ہوا تھا کسی کا تھا انتظار
سنبھلا نہ دل بہانے سے تدبیر کی ہزار
بیٹھا کبھی اٹھا کبھی تڑپا میں بار بار
آیا کسی طرح سے نہ فرقت میں جب قرار
لیٹا رہا میں ہاتھ کے نیچے دبائے دل

تیرے ہی واسطے تو ہیں دنیا سے بے خبر
تیرے لئے ہی رنج اٹھائے ہیں عمر بھر
تیرا ہی دل ہے تیری ہی جاں تیرا ہی جگر
تیرے سوا کسی کی تمنا کرے بشر
تو آرزوئے جاں ہے تو مدعائے دل

کس کا مجھے خطر ہے نہ کچھ خوف باغباں
چن چن کے پھول پھول رہے خالی ہے گلستاں
ڈالے وہ مجھ کو چمن سے اٹھے دھواں
آغوش میں لپیٹ کے گل آہ و زاریاں

جوڑا گوندھا ہوا ہے کہ گھٹا ہے میرا وہم — لپٹا ہوا ہے سانپ کا جوڑا مگر بہم

صورت بلا کی ہے تو نشانی ہے قہر کی
ظالم کی گانٹھ گانٹھ میں پڑیا ہے زہر کی

زلف خمیدہ سنبل تر ہے خیال میں — سو سو طرح کے پیچ ہیں اک ایک بال میں
کیا کیا پھڑک ہے طائر مضموں کی جال میں — کہتی ہے طبع ڈال دیا کس وبال میں

سیدھا سا راستہ اور کوئی دیکھ بھال لو
اس پیچ سے نکال سکو تو نکال لو

سیدھی تو بات یہ کہ گیسو ہیں تابدار — لو پاس کی لپٹ ہے کھلی نافہ تتار
سنبل کو ہمسری کا ہے دعویٰ خدا کی مار — پر کالے ہیں بلا کے یہ مست روزگار

وہ آپ اپنے زلف کا دیوانہ ہو گیا
آئینہ خانہ گویا پری خانہ ہو گیا

رخسارے ہیں کہ چاند کے ٹکڑے اتارے ہیں — یا آفتاب حشر ہیں دو اک سحاب میں
دیکھے کسی نے چہرے نہ پھول خواب ہیں — جلوے ہیں نور حق کے کہیں آب و تاب ہیں

بلبل کرے نظارہ تو گل سے بگاڑ ہو
موسیٰ جو دیکھے طور کا جانا پہاڑ ہو

گیسو کھلے جو رخ پہ تو حیراں نظر ہوئی — اس وہم میں نہ دن کی نہ شب کی خبر ہوئی
مشاطہ خیال کی صورت دگر ہوئی — شانہ سے زلف کو جو ہٹایا سحر ہوئی

آئینہ مارے شرم کے بے تاب ہو گیا
پانی میں ڈوب ڈوب کے سیماب ہو گیا

آنکھیں وہ فتنہ زا ہیں غضب سحر سامری
مستی ہیں چور چور نشہ میں بھری بھری
ابرو ہیں دونوں آنکھوں پہ شمشیر حیدری
اک چال کی ہے تیز تو اک منہ کی کرکری
یا معرکہ ہیں بادہ گلگوں پیئے ہوئے
دو مست لڑنے آئے ہیں خنجر لئے ہوئے

مژگاں نے کر دیا تہ و بالا جہان کو
رخنے کئے ہیں دل میں تو بیندھا ہے جان کو
کیا خاک میں ملایا ہے نشتر کی شان کو
سرمہ نے اور تیز کیا آن بان کو
دنبالہ کب ہے آنکھ میں اوس خوش جمال کے
تیتا ہے پیر گھانس کا منہ میں غزال کے

وہ ناک جس نے غنچوں کا دم ناک میں کیا
وہ کان سب نے کان ملاحت جسے کہا
کون و مکاں میں کس کو ہے امکاں وصف کا
وہ نازکی وہ نازکی جوڑے سے خوشنما
گر برگ گل کے بوجھ سے بالی گل کے توڑے کان
گلشن میں وہاں صبا نے گلو کے مروڑے کان

پانچوں وہ لب ہیں یا کہ دو پھل ہیں بے نظیر
یا برگ گل پہ کھینچی ہے شنگرف کی لکیر
شیرینی سخن سے گئے ہیں دو نو دگر مشیر
عیسیٰ اسکے قم باذنی سے کئے ہیں معجزے سے تسخیر
پھیکا ہے رنگ وہ جو عقیق یمن میں ہے
پھیکی کر دی ہے پھول کی وہ جو چمن میں ہے

آتا نہیں ہے وصف دہن کچھ خیال میں
شہباز فکر بیٹھ گیا عنقا کے جال میں
او طبع تر ہے کیوں عرق انفعال میں
آئے نہ حرف دیکھنا طرز کمال میں
مضمون وہاں تنگ کا وقت پسند ہے

ساری کتاب ایک اسی نقطہ میں بند ہے

اوسکے دہن پہ ہینگے دل غنچہ نگو وار وار
رہ رہ گئے ہیں اپنا سا منہ لیکے لاکھ بار

گلشن میں آپ ہر بگریباں ہیں شرمسار
دعوی وہاں تنگ سی اوسکے خدا کی بار

غنچوں سے کہد و اپنے دہن کو رفو کریں
اس جھوٹھ بولنے سے کہیں منہ نہ بو کریں

دانتوں کے آب و تاب سے لعل یمن ہی دنگ
ہیرے ہیں یہ چمکتے موتی ہیں آب رنگ

یہ ذرسیلے بہا ہیں تو وہ ریزہ ہائے سنگ
چتی چڑھی ہوئی ہیں میان دہاں تنگ

حیرت پہ میری خندۂ بیجا کا جوش ہے
آئینہ اک دوکان جواہر فروش ہے

سیب ذقن بہشت کا میوہ ہی پر بہار
اور دل گرے ہیں چاہ زنخداں ہیں بیشمار

خوش ذائقہ لذیذ تر و تازہ خوشگوار
ادچھلا تو ایک بھی نہیں ڈوبے مگر ہزار

کیا ڈھونڈتے ہو یوسف مصری کو راہ میں
گم کارواں کے کارواں ہیں ایک چاہ میں

سانچے میں وہ ڈھلی ہوئی گردن ہی نور کی
مے سے بھری ہوئی ہی صراحی بلور کی

اندر سے بیر تو نہیں جو کہوں شمع طور کی
یہ ہی جگہ ہے خون دل ناصبور کی

خنجر پہ رہ گیا کوئی دامن پہ رہ گیا
میرا لہو ہے یہ کہ جو گردن پہ رہ گیا

شانوں کی شان وہ کہ دکھا خدا کی شان
نازک ہی وہ کلائی کہ ممکن نہیں بیان

بازو وہ گورے گورے کہ نکلا ہے جن پہ جان
دیکھنے لگے جو عاشق شیدا ہوئے وہ میان

پنجہ ہے آفتاب تو ناخن ہلال ہے
دونوں میں ایک ہاتھ میں کیسا کمال ہے

اوپر سے میں یا سحر حسن میں دو نور کے حباب
اونہا تھ کے سارے بدن کا بیان شباب
پا ستے لئے اولٹکے دو رہے ساغر شراب
ایک ایک کا جواب ہی دونو ہیں لاجواب

نازک بدن کو جالی کی محرم پسند ہیں
سونے کی چڑیا چاندی کے پنجرے میں بند ہیں

اوس صاف صاف پیٹ کے اوصاف کیجئے کیا
مخمل سے نرم نرم تو قاقم سے گدگدا
کہئے جو اوس کو تختۂ الماس ہے بجا
چکنا ہے برگ گل سے تو آئینہ سے صفا

کب تاب ٹھہرنے کی وہاں لاتی ہے نظر
میں کیا ہوں یہاں چلی کی پھسل جاتی ہے نظر

موئے میاں پہ کیجئے کیا فکر کا نشاں
اثبات ہی نفی کا نہ ہے وہم کا گماں
چلتی نہیں ہیں فکر کی باریکیاں یہاں
مفہوم کا ہی نام نہ معدوم کا نشاں

یا تو کسی نے میری نظر کو چرا لیا
یا قد نازنیں نے کمر کو چرا لیا

پھر کچھ نظر کہیں مجھے دکھلاتی ہے کمر
مضمون ناف آپ سے بتلاتی ہے کمر
بار نظر کے بوجھ سے بل کھاتی ہے کمر
پڑ جاتی ہے گرہ جو لچک جاتی ہے کمر

باریک بات آتی ہے اپنے خیال میں
موتی پرو دیا صانع قدرت نے بال میں

اے فکر اتنے آ ہی گیا عین مدعا
ہے شرم کی جگہ جو یہ مضمون کہا بھلا

کیوں ہو گیا سخن کا بیاں تنگ قافیا	اگر کچھ نہیں ہے وہ تو چھپا یا ہوا ہے کیا

بیوجہ کیوں بدن کو چرائے ہوئے ہیں
واں کے نیچے کچھ تو چھپائے ہوئے ہیں

وہ گوری گوری ران ہیں کیا نرم نرم سی	وہ پیارے پیارے زانو لچکائے جن پہ پری
وہ چکنی چکنی ساق کہ دیکھی نہ اور سی	وہ چھوٹے چھوٹے پانو نشانی ہیں حشر کی

اس پر رچی ہوئی وہ کف پا حنا میں ہے
شوخی ہزار رنگ کی اک نقش پا میں ہے

انداز ناز حسن کے کرتے بلا کے ہیں	طرز جفا کے دوست ہیں دشمن وفا کے ہیں
ہمباز چال سازیئے انتہا کے ہیں	چھنٹے چلن ہیں بگڑے ہوئے ابتدا کے ہیں

پامال اک زمانہ ہے طرز خرام پر
ناکام آتے سینکڑوں ظالم کے کام پر

اے شوق حسب ہار رضا میں لٹا چکے	آئینہ خیال میں نقشہ جما چکے
پوری شبیہ سر سے قدم تک بنا چکے	اور ہر کے رنگ تک تصور اٹھا چکے

کہنے کو تو نگاہ کرامت بھی ہوں میں
تصویر ول اٹھی کہ ہیں کھینچ چکی ہوں میں

فقط

نوحۂ جانگداز جورشم ماطلعت نواز

دنیا سے نوجوان یہ کون اٹھ گیا ہے آج — پھر فلک گھرا ہوا سر پیٹتا ہے آج
پیک اجل بھی شامل اہل عزا ہے آج — میدان کربلا میں بھی ماتم سرا ہے آج

اک نازنیں کی لاش پہ غم کا ہجوم ہے
محشر کا شور نالۂ پیہم کی دھوم ہے

گل بزم شمع ہو گئی اندھیر ہو گیا — آنسو پیے شراب سے جی سیر ہو گیا
بست خزاں کا باغ میں سب پھیر ہو گیا — تختۂ چمن کا خاک کا اک ڈھیر ہو گیا

کیسی چھری یہ گردن بلبل پہ چل گئی
نکہت گلوں کی جھاڑ کے دامن نکل گئی

با جلد جلد یا بت گل پیرہن دریغ — باد خزاں نے لوٹ لیا سب چمن دریغ
پوشاک جس کی روز تھی زیب بدن دریغ — پہنا رہے ہیں آج اسی کو کفن دریغ

پردہ اٹھا دیا بت عصمت مآب نے
دھوکا دیا جوانی خانہ خراب نے

یا عمر تھی ابھی تو یہ مرنے کے دن نہ تھے — اے چاند ابھی زمیں پہ اترنے کے دن نہ تھے
جو گر کے بال رخ پہ بکھرنے کے دن نہ تھے — مہر سے بگاڑ بنکے سنورنے کے دن نہ تھے

کس گل کا حسن آخری آیا ہے جوش پر — نکہت اٹھانے آئی ہے تابوت دوش پر

یوں خم کھلے ہیں زلف معنبر کو کیا ہوا — کیوں مند گئی یہ چشم فسونگر کو کیا ہوا
یوں زرد ہے یہ روئے گل تر کو کیا ہوا — کیوں سرد ہے یہ جسم سمن بر کو کیا ہوا

اعجازِ لب کہاں گیا کیا قہر ہو گیا
آبِ حیات چاہِ ذقن زہر ہو گیا

شوخیِ چشمِ ناز کی حرکت کہاں گئی
ہیں آنکھ تو وہی پہ مروت کہاں گئی

شوخی کہاں گئی وہ شرارت کہاں گئی
منہ تو وہی ہے ہنسنے کی عادت کہاں گئی

گردن تو ہے جھکی ہوئی اب بھی حجاب سے
منہ ڈھکنا کیسے بھول گئے پر نقاب سے

آئینہ سر کو پھوڑ رہا ہے وہ رخ دکھاؤ
خوں ہو رہا ہے رنگِ حنا پاؤں میں لگاؤ

سر پیٹتا ہے شانہ تری زلف کو بناؤ
سرمہ ملا ہے خاک میں دیکھو نظر اٹھاؤ

بگڑے ہو میرے شکوۂ بیجا سے کس لئے
دامن اٹھائے جاتے ہو دنیا سے کس لئے

دیکھو تو اک نظر مجھے کیوں ہو گئے خفا
جھنجھلانا بات بات پہ میری کہاں گیا

بولو تو مجھ سے ایسی بھی یہ خامشی ہی کیا
ایسا مزاج بگڑا یکایک دم سے واہ وا

چپ ایسے ہو رہے ہو کہ کچھ جانتے نہیں
آنکھیں کھلی ہیں اور مجھے پہچانتے نہیں

جنبش اگر زباں کو ہو پیارے جواب دو
اے چشمِ اشتیاق کے تارے جواب دو

سمجھا نہیں ہیں لب کے اشارے جواب دو
او شاہراہِ ہستی کے ہارے جواب دو

اک بار تو اٹھا کے نظر دیکھ لو مجھے
آنکھوں سے اپنے خاک بسر دیکھ لو مجھے

گیسو کھل رہا ہے طرۂ طرار ہائے ہائے

وہ بو کہاں ہے رشکِ ختن تار ہائے ہائے

کیا کیا چمن کھلے ہوئے دکھلائی آگ ہیں شعلے رخ نگار نے بھڑکائے آگ ہیں	انگارے میرے نالوں نے برسائے آگ ہیں کندن سا جسم ڈالدیا ہائے آگ ہیں

گلچیں چمن کے خاک میں مشغول ہوگئے
نازک بدن کے جسم کے سب پھول ہوگئے

اک نوجواں سے [illegible] یا غم نشیں ہیچ نہیں پامال درد و یاس و غم [illegible] ہوں میں	ایسا ہوں اب جہاں میں کہ گویا نہیں ہوں میں یا محو انتظار دم واپسیں ہوں میں

اے مرگ انتظار کہاں تک شتاب آ
اے موت انتظار کہاں تک شتاب آ

اے خانہ برشو گے سر غم کہاں تلک جور و جفا سے نالہ پیہم کہاں تلک	یہ ہائے ہائے ہونٹوں پہ ہر دم کہاں تلک بے وقت مرنیوالے کا ماتم کہاں تلک

کیا ایک دن ہے جان کے کھونیکے واسطے
باقی تمام عمر ہے رونے کے واسطے

قطعہ تاریخ کتاب بے نظیر و قلع راجکمار و الی امیر مولفہ ناظم و ناثر باکمال منشی کیول کشن صاحب مرحوم متخلص خالص نائب فوجدار سابق راج سوائی جیپور [illegible] مصنف

از فکر رسا و طبع موزوں [illegible] از سر خویش	شد ختم چو قصہ نگاریں گلدستہ گلشن مضامیں

۱۸ ۹۵

قطعہ تاریخ وفات منشی جواہر لال صاحب عم مصنف

شد چو سوئے جناں جواہر لال	یادگار گذشتگانِ حصار
بود شیوبرت و ماہ پھاگن بود	کہ ز قالب رمید جانِ حصار
حیف ایں مفتمن برادر کرد	ختم نام برادرانِ حصار
سر بدل را شکستم و گفتم	بے پدر گشت خاندانِ حصار
	۱۹ ۳۸

تاریخ کدخدائی جگت نرائن خلف منشی ہرسکھ رائے مالک مطبع کوہ نور

حمر و شش زینت بر ہو گیا	اگرم پہلوئے قمر ہو گیا
اٹھ گیا شمع کے منہ پر سے نقاب	رخ شب روئے سحر ہو گیا
بخت بیدار نے شعلے سے کہا	کر دعا وقت سحر ہو گیا
سر انجام سے آئی یہ صدا	کدخدا لخت جگر ہو گیا
	۱۹ ۰۳

تمت

کار بعنایت است باقی بہانہ

بہار گلشن بقا آئینہ حقیقت نما گنجینہ راز سرمایہ دولت لایزال
شری مت بھاگوت کا پرم پوتیت لب لباب راس پنچ ادہیائی کی دلگداز نظم

برج چھب

موسوم بہ

بزم برندابن

مصنفہ و مرتبہ

سخنور باکمال فصیح زمن شیوا بیان عالی طبع نازک خیال سکل گن ندہان
جناب منشی بنواری لال ورما حصاری متخلص شعلہ وکیل عدالت علیگڈہ

اوم

سری گیتاجی مہاتم

ہے ایشور ہے پرمیشور ہے جگت آتما ہے پرم آتما ہے جگدیش ہے نرنکار ہے پرکاش روپ ہے جوتی سروپ ہے برج چند ہے مادھو مکند تیرے گن اپار اور میری حقیقت چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ ہے دین بندھ ہے کرپا سندھ جو کچھ جگت میں ہو رہا ہے جو کچھ کہ ہو گیا ہے جو کچھ کہ ہوگا سب تیری ہی کرپا اور دیا کے آدھار ہے جو کچھ ہے سب کا تیری ہی مرضی پر دارومدار ہے جو کچھ ہے سب تیرا ہی جلوہ ہے جو کچھ ہے سب تیرا ہی پرکاش ہے۔ تیری ستایش نہ میری مجال نہ ناطقہ کی طاقت۔ شعر

صورت میں عجیب جوں معنی معدوم ہے تو ہستی میں ہے تیرے عدم میں موجود ہے تو

مجبور اوس سے درگذر کے اپنی اوس پرارتھنا کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں

جو عین برندان دربار میں تیرے حضور پیش کر چکا ہوں اور اب پھر وہی لیکر حاضر آیا ہوں ۔ اس بیقرارانہ التجا کی قبولیت سے کچھ تو مطمئن کر دیا جاؤں حکم خواہ کسی وقت ہو یہ تیری خوشی پر ہے ۔

ﮯ ﮯ ﮯ

اے ناظرین

کچھ میرے مختصر سے حالات بھی سن لیجئے ۔ خاندانی منزلتوں اور ذاتی عزتوں کا اظہار تو ایک امر عبث ہے ۔ بلکہ عموماً زمانہ حال کو بہت ہی قریب پچھلے زمانے سے معمولی طور پر ملانے میں ایک عبرت انگیز نظارہ پیدا کرتا ہے جو آپکا داس منوہری لال متخلص شعلہ خلف جناب ناظر موتی لال مرحوم قوم کایستھ بھٹناگر فیروزہ حصار کے خاندان قانونگویان سے علی گڈھ میں پیشہ وکالت کا خوش گذران ہوں پچیس برس سے سخن سازی کے دریائے ناپیدا کنار میں ہاتھ پیر مارتا رہا دیوان ۔ قصائد ۔ مسدس ۔ مثنوی ۔ سب کچھ تصنیف کئے اور اونکی قدر افزائیوں کا زمانے کی رنگتوں کے موافق فخر بھی حاصل ہوتا رہا ۔

چنانچہ اوسی ہرزہ سرائی سے ایک جلد دیوان موسوم بہ ارمغان شعلہ ولایت میں بھی جا نکلا گیا جو اس وقت برٹش میوزیم یعنی عجائب خانہ لندن کی کسی میز پر رکھا ہوگا لیکن میں جہاں تک خیال کر سکتا ہوں ایسے مضامین سے

جو دہرم سبندہی یا بھگوت گنانباد نہیں ہیں بجز نام آدہی سخن اور واہ واہ کے کچھ فایدہ نہ اوٹھا سکا۔

اہو بھاگ کہ مارچ ۱۸۸۵ء میں کچھ قدرتی تحریکات سے دربار سری برندابن دہام مندر گوبند دیوجی میں بتقریب جلسہ بھارت دہرم مہامنڈل بحیثیت ممبری و بطور پریتندہی مجکو بھی شامل ہونے کا افتخار حاصل ہوا۔

جس جلسے میں کہ ہزاروں ودّیادان پنڈت اور بھگت رونق افروز تھے اس دہرم اوتساہ میں جناب دہرم دیوان رام جس صاحب سی ایس آئی وزیر مہاراجہ کپور تھلہ و ریسیڈنٹ بھارت دہرم مہامنڈل اور شعر بیان پنڈت دین دیال جنرل سکرٹری کے حسن استمداد سے مجکو بھی بطور واکھیان برج بھومی کی مہما اور دہرم سبندہی مضامین پڑہنے کا موقع ملا جواب بطور مسدس برج لہج کے نام سے شائع ہوکر بھارت کھنڈ بھگوت بھگتوں کو آنند دے رہا ہے یہ اوسی آنند اور مبارک تحریک کا نتیجہ ہے جس کا میں تن من دھن سے شکر گذار ہوں۔

ہے کرپاسندہ ہے بھگت تبسل آپکے چرن کملوں کو بارم بار ڈنڈوت ہیں جنکی کرپا سے آپ کے اوہت چرتر اور آپکے گنانباد میں میرے گہو دیا پی من کی رچی ہوئی کہ آج اُردو نظم میں ادہیائی آپکے پریم اُنراگی بھگتوں کے حضور میں پیش کررہا ہوں ہے پریم آنند بھگتوں مجکو اس پریم پوشت تصنیف میں بسٹریمیت بھاگوت

فارسی مصنفہ لالہ امانت رائے سے بہت کچھ مدد ملی ہے اور جہانتک میں کہہ سکتا
ہوں یہ اوسی بھگت کے خرمن کی خوشہ چینی ہے درحقیقت ان موتیوں کو مسلسل
کرنے کے لیے میری کچھ بھی حقیقت نہ تھی۔ زبان فارسی کی وقتوں کے رفع کرنیکے
واسطے میں نے اسکو عاشقانہ اُردو نظم میں منسلک کیا ہے اور بنظر سہولیت جدا جدا حصے
کیے گیے ہیں (برج بلاپ) عنقریب بھینٹ کرونگا آپ مجکو ہمیشہ دعائے خیر
سے یاد فرماویں اور اپنی دعاؤں کے ذریعہ سے سری حضور مہاراج کرشن چندر
کے دربار میں آپ ضرور میری التجا کی سفارش کرینگے۔

اے پریم آنند بھگتوں آپکی ذراسی کرپا درشٹی سے میرا بڑا بھاری کام پورا ہوجائیگا
ورنہ میں ہوں اور آپکے مہاراج کا زرتاپست پٹ ہے میرے ہاتھ ہیں اور مہاراج
کے جامے کا دامن ہے پھر میرے اوپر بے ادبی اور گستاخی کا الزام نہ لگایا جائے
اسکی معافی مانگتا ہوں۔

میرے دھن بھاگ ہیں جو آپ بھی میری عرضداشت کو منظور فرمائیں۔

آپکی جے ہو۔

سری کرشن چندر مہاراج

کے چرن کملوں کو کوٹان کوٹ ڈنڈوت ہیں جن کے
چرن امرت کی اپار مہما کو شیش ساردا برہما شش بھی بیان نہیں کر سکتے
ہیں چرنوں کی کرپا اور دیالتا سے بھگوت بھگتوں کو پریم آنند رس کی دینے والی یہ
پریم پونیت پوتھی اردو زبان میں نظم کی گئی ہے - اے ناظرین سنسار میں کون ایسا
منش ہے جو اس پریم پوتر پستک کو جس میں سچے آنند گھن پورن برہم برج
چندر کے گن گائے گئے اور بہت چرتر برنن کئے گئے ہیں اپنے نام پر منسوب کرا لینیکا
ادھکاری ہو - اسلئے جن کو ان چرنوں کے دھیان سے یہ نعمت لا یزال کو عطا
ہوئی ہے انہیں چرنوں میں بھینٹ کرتا ہوں -

بنواری لال شعلہ

ادم

سری گیتائے نمہ

سری جگدیش برنداین بہاری
سری گوبند رادھکا کرشن گوپال
سری مرلی منوہر شیام سندر
سری چندربنت سری بانکے بہاری
سری جگت اتما مادھو بیدھاتا
مکٹ دھاری نندا گوپال موہن
کنہیا نند نندن نند پیارے
تو ہی ہے حسن رخسار حقیقت
تو ہی ہے کاشف اسرار ازلی

سری رادھکا رمن مادھو مراری
مدنموہن سری گھنشام نند لال
سری بھگوان گوپی ناتھ گردھر
چتربھج شیام مورت جگدودھاری
دیالو دین بندھو پران داتا
نول سندر چھبیلے لال موہن
دل آرام جان جیو دلدارے
تو ہی ہے پردہ بردار حقیقت
تو ہی ہے رونمائے حسن ابدی

تو ہی ہے جلوہ فرمائے دو عالم — تو ہی ہے خود تماشائے دو عالم

تو ہی روحِ طلسمِ جان و تن ہے — تو ہی بخشندۂ روح و بدن ہے

تو ہی وحشت فزائے عشقِ رسوا — تو ہی نقش و نگارِ حسنِ زیبا

تو ہی ہے موجدِ ایجادِ کونین — تو ہی ہے بانیِ بنیادِ کونین

تو ہی ہے عشقِ ازلی حسنِ جاوید — تو ہی ہے خلوتِ دل بزمِ توحید

تو ہی ہے رونقِ گرمیِ بازار — تو ہی خود جنس تو ہی خود خریدار

تو ہی ہے نغمۂ بلبل چمن میں — تو ہی غنچہ تو ہی ہے گل چمن میں

تو ہی پروانہ تو ہی شمعِ محفل — تو ہی گلبن تو ہی شورِ عنادل

تو ہی لچھمن تو ہی سیتا تو ہی رام — تو ہی گوپی تو ہی رادھے تو ہی شیام

زمین و چرخ و مہر و ماہ تیرے — دو عالم میں تماشاگاہ تیرے

فنا طرزِ خرامِ نازکی آن — بقا اک لب کی تیرے خندۂ مسکان

بپت جیت جو باکیں تیرے لیے — حیات و موت دونوں کھیل تیرے

ملائے تو نے جنت دیت باہم — کہ زندہ تیرا از نگاہ عالم

زبانِ سبزہ ناطق ہے ثنا میں — کہ ہے سرگرم ہر ذرہ ہوا میں

نمودِ آفرینش ہے تجھی سے — وجودِ آفرینش ہے تجھی سے

تو ہی خلاق ہے کون و مکاں کا — تو ہی رزاق ہے ہر انس و جاں کا

الگ کب تجھ سے تیری گفتگو ہے — غرض اک تو ہی تو ہے تو ہی تو ہے

تو ہی ہے رب سے برتر رب سے بالا — تو ہی ہے حالِ عصیاں بخشنے والا

ادہم بگڑے ہوئے لاکھوں سنوارے — مری بھی بگڑی سن لے پیران پیارے

ٹکٹ سے چندرماہ لے سے ہالا — کیڑوں سے ہار بن ہالا سے مالا

لڑی پلیسر سے اور گنگا سے کٹول — لٹوں سے کیریٹ گندل سے کرن پھول

ادہر اوسے لیے ہوئے بازو سے بازو — اودہر اوسے لیے ہوئے گیسو سے گیسو

صفائی رنگ سے آئینہ ہو دنگ — جھلکتا گوری میں ہو شیام کا رنگ

تبسم ہو دم نظارہ باہم — عیاں اک چھب میں ہوں دو عالم

جدا ہوں کو ہر ایک نام دونوں — تبسے ہوں ایک رادھے شیام دونوں

بہم دیگر ہو عکس حسن زیبا — کنھیا رادھے ہوں رادھے کنھیا

جو دیکھوں حسن یکتا کا نظارہ — بہار روئے زیبا کا نظارہ

ترے گردن ڈھلک کر پیٹ پیر — کھلی رہجائیں خود آنکھیں ٹکٹ پر

اگر اس حیث کا آخر سماں ہو — مرا مرنا حیات جاوداں ہو

دوشالے کی غوض ہو برہ کی دہول — پیرین اوترے ہوں کے گھاٹ کے پول

سرلے بے جلنے کو لکڑی برہ بن کی — بنے اکسیر یوں پہنگ کرن کی

غرض اس طرح ہو انجام میرا — تمہارا نام ہو اور کام میرا

یہ دولت چھوڑ دوں نادان نہیں ہوں — بہشت اور موکش کا خواہاں نہیں ہوں

تمہیں کو شرم ہے جانے سے دینے کی — تمہیں کو لاج ہے بیڑا اٹھانے کی

رہوں تا اختلاط آب و گل میں — رہے نقشہ انہیں چرنوں کا دل میں

زباں جب تک دہن میں ہو نہ بیکار — پکارا ہی کروں سرکار سرکار

ہمیشہ ورد ہو نام گدائی — ہمیشہ ہو زبان پر نام نامی

اسی آنند میں باقی بقا ہو — نہ محتاج عزیز و اقربا ہوں

کسی کے سامنے پھیلے نہ دامن — نہ احساں ہو کسی کا بار گردن

رہو تم باغ جہاں میں رنگ و بو سے — کٹیں دن زندگی کے آبرو سے

اُڑو گے سرو سے بالا تو اچھا — ڈگر ہو مرضی والا تو اچھا

رواں پھر کرم ہو سیل در سیل — رہے دنیا کی دولت ہاتھ کا میل

پھر ویسا ہے ملک داری تمہارا — تمہارا ہی ہے غمخواری تمہارا

عوض ہو جب کبھی جھگڑا دراسے — کہیں سب لو لو زادے کہ ترش کی جے

بزم شب ماہ

سرودات کی کیفیت بنسی کی دلکش آواز
گویوں کی بھیجی

کہو پھر سے ساقی بزم شب ماہ — کھلا پھر نقاب حسن دلخواہ

صدائے نغمہ کی افسونگری ہے — عجب در پردہ ساز دلبری ہے

فلک جلوہ فروش ماہ تاباں — زمیں پر چمن گسترده داماں

شب مہتاب فرش چادر نور — بیاباں در بیاباں جلوۂ طور

مجلا نور تھا ہر اک طبق میں — زمیں لپٹی تھی چاندی کے ورق میں

سنگ موج ہوا سے آسماں میں — جھلک سیماب کی رنگ رواں میں

زمیں پر فرش تھا گل چاندنی کا — مہ تاباں تھا اک گل چاندنی کا

ملمع تھا ہر اک گل پر سنہرا — نظر آتا تھا ہر بیتا روپہرا

ہوا یوں جلوہ فرما برج بن میں
دھری مرلی ادھر گردھر نے چھب سے
صدائے نغمہ نے غارت ہوش
قیامت کا عجب انداز سے تھا
ہوا تھا سوز سے بیتاب پانی
رواں موجوں کے آتش رنگ ڈورے
تھی ترک ترک کے لہروں کی روانی
سمٹ کر رات سانچے میں ڈھلی تھی
کہیں سوز اور کہیں جلوہ کا تھا ساز
جھکا پڑتا تھا جلوے پر مکٹ کے
نہیں تھا تاب نظارہ کا کچھ ہوش
غرض جو عالم ایجاد میں تھا
بنا دامان صحرا رشک گلشن
ہوائے سرد میں تھی نکہت گل
صبا میں سنسناہٹ جو بھری تھی
تلاطم دل میں ہر نغمہ رواں تھا
ہر اک آواز پیغام بشارت
جیئے بوسہ دئے پیغام لب کے
سری جی لاڈلی تم پر یہ رادھا

بہار تازہ جوں صحن چمن میں
بھرے سر شیام نے اعجاز لب سے
دو عالم بیخودی سے خود فراموش
لب جاں آفریں دمساز نے تھا
بنا تھا آگ پر سیماب پانی
حباب آب پارے کے کٹورے
جما چلتا ہوا جمنا کا پانی
شب مہتاب چاندی کی ڈلی تھی
ادھر جھانکی ادھر مرلی کی آواز
بنا نغمہ کا تانگ گردوں سمٹ کے
بنی تھی چشم حیرت ہمہ تن گوش
ہر اک نے عجب فریاد میں تھا
چمن کے رنگ میں ڈوبا ہوا بن
پروں میں تھی چھپی منقار بلبل
صدائے جنبش بال پری تھی
بندھا مرلی کی دھن کا اک سماں تھا
ہر اک انگلی میں تھی رمز اشارت
پکارے بانسری میں نام سب کے
سکھی چندراولی للتا کہا

کیا بیچین ساری گوپیوں کو
پکارا پیم جب ساری گوپیوں کو

یہ کہکر سب نے تن من دھن بسارا
چاد شکھ ہو کہ حیرت کا منہ پسارا

ارا اُٹھا آہا آہا ارا جی
ادھر دہن بانسری باجی وہ باجی

وفور شوق سے رغبت بدل میں
نہ جان تن میں نہ تن تہا پیرہن میں

روانہ سوے بن از خود فراموش
پرپرویاں متھرا دوش بردوش

تقاضائے جنوں وحشت سرانجام
تصور دل میں لب پر شیام ہی شیام

نہ سدھ گھر کی نہ سدھ تن کی نہ من کی
ہوا سر میں بھری تھی برج بن کی

نہ عصمت نہ پاس ننگ وناموس
خودی سے دور اور وحشت سے مانوس

حریف شرم عقل و ہوش تاراج
حیا گھر کی نہ باہر کی کوئی لاج

گریباں پہ نہ دامن پر نظر کچھ
نہ سر کی اور نہ ساڑھی کی خبر کچھ

بھرا جادو تھا بنسی کی صدا میں
ہزاروں کر گئی رخنے حیا میں

اُٹھا ننگ سے اور نام سے ہاتھ
نکمے ہو گئے ہر کام سے ہاتھ

کوئی بیٹھی ہوئی اوٹھی جھجک کے
کوئی اُٹھی ہوئی دوڑی لپک کے

گلے میں تھا کسی کے ہار آدھا
کسی کا رہ گیا سنگھار آدھا

کہیں شانے سے آدھی مانگ سلجھی
کہیں زلف ایک بکھری ایک اُلجھی

ادھوری کوئی چشم نرگسی میں
لگا دونوں کا سرمہ ایک ہی میں

کہیں رکھا ہوا محرم میں بیسر
کہیں تہا پانوں کا ہاتھوں میں زیور

کوئی ماکھن دہی کو چھوڑ سٹکی
کسی نے سر سے ٹیکی دودھ کی مٹکی

کوئی دلدادہ گھبرائی ہوئی سی
کوئی زنجیر شرمائی ہوئی سی

ہر ایک ہیں ڈھنگ آفت کا نرالا
قیامت سوز اک اک برچھالا

نہاں کوئی مثال شمع محفل
رواں کوئی بہ رنگ نالۂ دل

تماشے فتنہ زا اٹکھیلیوں کے
نقاب اولٹے ہوئے البیلیوں کے

ہر اک دل میں تھی ہجر شام کی آگ
ہر اک کے حسن کو تھی عشق سے لاگ

خراب و خانماں برباد کوئی
سراپا صورت فریاد کوئی

کوئی حیرت زدہ آئینہ تمثال
کوئی بہر خرام ناز پامال

کوئی مست خیال چشم فتاں
کوئی دیوانۂ زلف پریشاں

کوئی بیہوش و بیخود تھی لٹک پر
کوئی جامے سے باہر تھی پٹک پر

کوئی حلقہ بگوش گہر کنڈل
کوئی گردن فروش ہار ہیکل

کوئی رنگ بلیش بام بر پر
نمک چھڑکے ہوئے زخم جگر پر

کوئی وابستۂ فتراک نخچیر
نگاہ ناز کے کھائے ہوئے تیر

نثار عشق سے مخمور کوئی
کسی کی مستیوں پر چور کوئی

سر آتش کوئی مانند سیماب
کوئی غش کوئی بیخود کوئی بیتاب

پڑی کانوں میں خبر وصل جانی
صدائے نغمۂ پیغام زبانی

لب جمنا تھا دیوانوں کا جمگھٹ
تھا گرد شمع پروانوں کا جمگھٹ

گروہ گوپیاں آشفتہ کاکل
ہجوم عندلیباں تھا سر گل

مدھر سر بانسری پیکان دلدوز
صدائے سوز سوز خانماں سوز

صفائی تیر کی گستاخ دل میں
ہزاروں کر گئی سوراخ دل میں

قیامت وحشت دونوں ایک لے میں
عجب تکرار تھی لب اور نے میں

اشارہ بہر عشق دلربائی | سر سوراخ انگشت خالی
ادائے پائے ناز فتنہ انگیز | صدائے نغمہ مرلی شرر ریز
بچھڑ کر چل دیا تھا ساتھ سے دل | ہر اک وا لیے ہوئے تھی ہاتھ سو دل
سراپا آرزوئے وصل جاناں | ہر اک درد محبت سے غزل خوان

غزل

آگئی صبح ازل چاک گریبانوں میں | دہر تجھ بیٹھے تو ہیں تھے ترے دیوانوں میں
گرم ہے بزم تو پروانگی بزم بھی ہو | ہم بھی ہیں شمع تجلی ترے پروانوں میں
کون ہے واقف اسرار ظہور جلوہ | کون ہے حسن حقیقت کی اداؤں میں
ہیچ ہے ہی نہیں اک دامن صحرائے جنوں | وحشیوں کا ہے ترے شہر بیابانوں میں
جیسے شیرازۂ اجزائے دو عالم باندھا | ہم سے الجھ گئے گیسو ترے پریشانوں میں
نغمہ سے کیا ہی اعجاز کرلب کا اعجاز | جان آنکھوں کی ہوئی آئی بیابانوں میں
شوخی دست جنوں اور تیری جاتی ہے | دامن وحشت کو ملا کام گریبانوں میں
لذت زخم کو پوچھے دل بسمل سے کوئی | بھر لیا شور قیامت کو نمکدانوں میں

اے تجھ حسن خدارا نگہ لطف ادھر
شعلہ خاک نشیں بھی ہے ثنا خوانوں میں

جو دیکھا گرمیوں کو بیہوش پامال | مخاطب ہو گئے پھر پرسش حال
سری مجبور تو پوچھا کیوں ہے بیتاب | بتاؤ کیا ہے سبب تیرہ بیتاب
کہا یہ حسرت کس کی آرزو نے | نکالا گھر سے کس کی جستجو نے

غلط ہے گر سر دلبستگی ہے
کہ مثلِ بوئے گل خود رفتگی ہے

اگر میرے لئے ہے دشت گردی
تو ہے شرطِ جنوں کچھ پا بمردی

حقیقت پر اگر ہے عشق مائل
نہیں ہے تنگ راہ کوچۂ دل

تلاش و فکرِ لاحاصل سعی ہے
بہارِ عشق رنگِ بیخودی ہے

تماشا ہوں سرِ راہِ حقیقت
مقید ہوں نہ پابندِ طریقت

قریں ہوں دل سے دل کی آرزو سے
نہیں تنہا ہوں لیکن جستجو سے

بہ ظاہر سب میں ہوں یا کہیں ہوں
ہر اک دل میں مگر خلوت نشیں ہوں

نہیں ہے وہ بیاں میرا مجھے کچھ کم
کہ دل ہے جلوہ گاہ ہر دو عالم

سوارِ ناقہ ہوں لے زیبِ محمل
ہمیشہ ہوں مقیم کوچۂ دل

تصور ہی سے دل رشکِ چمن ہے
جو دل میں ہوں تو دل ہی انجمن ہے

مجھے ہر چشمِ نم جمنا کا تٹ ہے
مجھے ہر رخنۂ دل بنسی بٹ ہے

نظر میں ہے اگر حسنِ حقیقت
ہر اک پہلو ہے میرا کنجِ خلوت

یہی چھپنا دل میں بھی بانکی ہے میری
جھکے گردن تو پھر جھانکی ہے میری

یہاں اک نازنیں پیش نظر ہوں
ہزار انداز سے واں جلوہ گر ہوں

کھلیں دل جس طرح پھولوں کی کلیاں
رنگیں ہو جائیں برندابن کی گلیاں

بظاہر ہوں اگرچہ آب و گل میں
مجھے چاہو تو ڈھونڈو دل ہی دل میں

قریب و دور دونوں میں ہوں معمور
قریں سے ہوں قریں اور دور سے دور

عیاں ہوں اپنے چہرہ پر محمل سے
ابد کے بعد اور پہلے ازل سے

زمین تا آسماں ہیں پرچۂ راز
دو عالم ہیں مرے بازیچۂ ناز

اونگلیں تھیں کہ حسرت کی نشانی — امید وصل عرگیب ناگہانی
پئے اظہار غم تھا تازہ مضمون — رباعی حسب حال زار موزون

رباعیات

دلدادہ کسی کے پہلے اسے ماہ نہ تھے — تھے واقف رسم حسن گمراہ نہ تھے
عصمت کی بھی پردہ داریاں نہیں معلوم
آگاہ ہے سب تجھسے آگاہ نہ تھے

جب آنکھ نہیں تو اشکباری کیسی — جب دل ہی نہیں تو آہ و زاری کیسی
دامن کی ہیں دھجیاں تو عصمت کیا خاک
جب جیب نہیں تو پردہ داری کیسی

بیشک دشمن ہے کون لاریب ہے کون — دانائے صواب واقف عیب ہے کون
ہم پر تو ہے پردہ داریوں کی تاکید
خود پردہ کشائے عالم غیب ہے کون

او گاؤ زمیں پہ رحم کھانے والے — او سب کو گناہ سے بچانے والے
او سادہ مزاج کیا فراموشی ہے
ہم بھی تو ہیں ساتھ ہی کے آنیوالے

وابستگی کی خود پشیمانی کیا — جب سوچ سمجھ لیا تو نادانی کیا
پردہ کیسا جو ہو گریباں صد چاک
داماں ہی نہیں تو پاکدامانی کیا

دل گر ہی پڑے تو کیا سنبھالے کوئی　　اس پیچ کو کس طرح نکالے کوئی
اولجھا ہوا ان لٹوں کا سلجھے کیونکر
زنجیر نہیں کہ توڑ ڈالے کوئی

اے شوخ مزاج تندخوئی کب تک　　شیریں دہنی پہ ترشروئی کب تک
گر عشق نہیں صواب اچھا نہ سہی
اے واقف راز عیب جوئی کب تک

دیگر

ہے سرمۂ چشم خاک پائے جاناں　　ہم بھی ہیں گدائے کوئے شاہ خوباں
آئینۂ دل میں ہے اوسی کی تصویر
ہے جس کے خیال میں دو عالم حیراں

حسرت بھری یہاں نظر وہاں شوخ نگاہ　　واں لب پہ ہنسی یہاں لبوں پر آہ
تھا روز ازل ہی سے یہ لازم ملزوم
یہاں بخت سیاہ اور وہاں حسن سیاہ

پانی میں یہ آگ تھی لگائی کس نے　　جمنا پہ تھی بانسری بجائی کس نے
او نغمے ذرا خدا را انصاف
سکھلائی ہے ہمکو بے نوائی کس نے

کونین کے بار سے سبکدوشی ہے　　دیوانے نہیں جو یوں ہی بیہوشی ہے
بنسی کو بجا بجا پکارا کس نے
غارت گر ہوش کیا فراموشی ہے

آنند بہار برج نندن پیارے　　اے تند و ولار برج نندن پیارے
دشنام سزا ہے لطالبان بوسہ ا
یہ کیسا ہے پیار برج نندن پیارے

دیگر

پامال پڑے ہوئے ہیں ہم بھی سرِراہ　　نے طاقت صبر ہی نہ ہی طاقتِ آہ
اک روز یہ جور و ظلم ہوگا معلوم
ہے داورِ حشر تو ہی اور تو ہی گواہ

کیا دولتِ عشق ہی کہ جوڑی ہم نے　　آنکھیں شب و روز ہیں نچوڑی ہم نے
گھر والوں سے کام ہی نہ گھر سے مطلب
جوڑی اک تجھسے سب کے لئے توڑی ہم نے

شوہر کے قدم پہ جاں نثاری کیسی　　جب دور ہوئے تو پاسداری کیسی
بیہوش کیا ہی تیری جب سے کہنا نام
جب ہوش نہیں تو ہوشیاری کیسی

جو کچھ کہ بدی ہوئی ہے سب ہے معلوم　　ہر ایک کا بخت ہے ہر اک کا مقسوم
تو واقف حال ہے ازل سے اپنا
اے محرم دل نہ کہہ خدارا محروم

دنیا کو گئے ہیں بھول تیری خاطر　　ڈھونڈے کو دیا ہے طول تیری خاطر
جاں دیتے ہو اہے جاں کا اولٹا دشمن
قالب کو کیا قبول تیری خاطر

دیگر

ہر درد میں پائی جاں نوازی تیری — ہر زخم میں دیکھی چارہ سازی تیری

گو خاک نہیں ہے خاکساری اپنی

نازاں ہوئیں سنگے بے نیازی تیری

غارت گر جاں کو ہائے پرواہ نہیں — کیا قصۂ زلف ہے کہ کوتاہ نہیں

اندھیر ہوا ہے برج بن میں اندھیر

ہے روز سیاہ غم شب ماہ نہیں

ہے گریہ بے اثر لب جو خالی — اچھے آنکھیں رہ گئے ہیں آنسو خالی

دل دلداوں کو کیوں تلاش ال ہی شغل

یہاں بانسری کر چکی ہے پہلو خالی

اٹھی اک مہ جبین خیل بتاں سے — چلی آگے گروہ گوپیاں سے

بڑی بے ہر جواب کلمہ پسند — بہت طرار شوخ چاق چوبند

سنبھالا بیقراری سے جگر کو — لیا آنچل پہ خون چشم تر کو

کیا اظہار حسرت دو بدو ہو — مخاطب ہوئے شوخ شعلہ خو ہو

کہا اے آرام جان جان عشاق — دل و جان دلربا جیت جور فراق

غزال شوخ بر تند ان رمیدہ — بر رنگ بوئے گل دامن کشیدہ

تجھے زیبا ہے نازِ بے نیازی — تری بخشش ہے درد جانگدازی

نہ تھی گر بانسری کو تجھ سے کچھ لاگ — لگائی کیوں شب مہتاب میں آگ

بلایا کیوں تھا بنسی کی صدائیں — نکالے اب جو سو رخنے حیا میں

لگائی آپ تو نے آگ دل میں
مزا بخشا ہے دردِ متصل میں

سراسر ہیچ ہے عقبیٰ و دنیا
نہیں جز تیرے کچھ مجھ سے تمنا

سوالِ صبر اے خود کام تا چند
جوابِ بوسہ کب ہیں کلمۂ پند

نہ قابو ہے نہ زورِ صبر دل پر
نہیں ہے اختیاری جبر دل پر

اگر ہم سے یہی تھی کج ادائی
تو کیا تھا مدعائے دلربائی

ترے خواہاں ہیں سودائی نہیں ہیں
خدائی کے تمنائی نہیں ہیں

نہ کر لطفِ خداوندی سے مایوس
نہ کر بہرِ جفا پامال افسوس

قیامت خیز ہے دردِ جدائی
تو ہی کچھ سوچ رسمِ آشنائی

نہ ہم میں طاقتِ رفتار باقی
نہ ہم میں قوتِ گفتار باقی

فغانِ سرد کو ہے گرمجوشی
سرشکِ گرم کو ہے چشم پوشی

دلِ بیتاب قابو میں نہیں ہے
کوئی شے تھی کہ پہلو میں نہیں ہے

کیے دیتی ہیں سنجیدہ نگاہیں
چرا لائی ہیں دزدیدہ نگاہیں

نہ پہلو میں نہ آنکھوں میں نہ لب پر
دلِ مشتاق نکلا تیری چھب پر

نہیں بے وجہ کچھ صحرانوردی
تلاشِ دل میں ہے یہ دشت گردی

دل و پہلو کا رشتہ توڑ دیتیں
جو ہوتا دل ہی دل تو چھوڑ دیتیں

خیالِ حسنِ زیبا ہے اوسی میں
بھری ساری تمنا ہے اوسی میں

ترے ہاتھوں میں اے شوخِ جفا جو
دلِ سوزاں کی آئی ہے تمہیں بو

یہ شورِ حشر کیا ہے بانسری میں
دلِ نالاں چھپا ہے بانسری میں

انھیں زلفوں میں ہے اے حسنِ آفاق
دلِ گم کردہ پہلوے مشتاق

سزا ہے گر ہماری دردِ ہجراں
ہوئی دشوار مشکل زندگانی
یہی ہر پاکن چرخ و زمیں ہے
یہی گنجینہ ہے رمزِ نہاں کا
اگر دل صاف ہے صدق و صفا ہیں
الگ ہووے تو ہجر و وصل ما ہیں
شرارت شوخی و دم حیلہ بازی
کہاں اے بت جدائی کا غلط ہے
رگِ دل ہیں مثالِ زلفِ پیچاں
تلاش و فکرِ ظاہر کا عمل ہے
نکلنا ہو رہا ہے تجھ کو مشکل
ہوا جب ختم حالِ شوخ بسمل
ہوا ہمسر ہم آغوشی جاناں
سحر پیکرش آرزوئے دردمنداں
اوٹھا طناز اک بانکی ادا سے
رضائے وصل خوش طرزِ تکلم
کسے چٹکے سے بل نازک کمر کے
مٹایا حسرتِ تلخی جہاں کو
اونگلیں حسن یا سیمیں ستوں ہیں

خدارا پھیر دے والہائے نالاں
کہ ناممکن ہے بے دل زندگانی
نہیں ہے دل تو پھر کچھ بھی نہیں ہے
یہی آئینہ ہے حسنِ جہاں کا
تو خود پیدا تھا ہے آشنا ہیں
اگر دل سے نکل جائے تو جائیں
نہیں چلتی یہاں کچھ کارسازی
یہاں دعوے خدائی کا غلط ہے
نہیں ان سے نکلنا سہل و آساں
کہ دل خلوت کدہ حسنِ ازل ہے
مبارک گو ہوں کو تنگی دل
رموزِ عشق و رازِ حسرتِ دل
جبیں فرسا گروہ مہ جبیناں
خدائے حسن خیلِ خود پسنداں
لکٹ لیتا ہوا چوکے ہوا سے
صلائے بوسہ زیرِ لب تبسم
سیماب کی سب کو جست بھر کے
لبِ شیریں دئیے لبِ تشنگاں کو
حمائل دستِ نازک گردنوں ہیں

بیابانِ رشکِ بلبل گل کے تھیں ساتھ
دھرے تھے پتھروں پر پھول سے ہاتھ

گئے سعیِ کشائے خندۂ گل
گئے متوجہ قمریا و بلبل

دواں تھا اچھلا جیسے ہر اک کے
چھٹی اک دوسری پکڑی لپک کے

کناری تھی کناری پیت پٹ کی
بلاتی تھی جگر جنبش پلک کی

کوئی سرگوشیٔ گل میں تھی مشغول
کوئی سلجھائے تھا الجھے کرن پھول

لپیٹے ہاتھ میں کوئی تھی پٹکا
کوئی دیتی تھی نٹ ناگر کو جھٹکا

لئے ہاتھوں پہ جان و دل سرِ دست
ہزاروں بلبلیں اک گل پہ تھیں مست

کوئی موزوں صدا دمساز مرلی
کوئی مستانہ آوازِ مرلی

وفورِ ذوق میں لرزاں رگ و پے
سرایت کر رہا تھا نغمۂ نے

دماغوں میں بھری بوئے گلِ تر
ہر اک تھی شادماں جامے سے باہر

ہر اک کے رخ سے زیبائی ہویدا
ہر اک سمجھی ہوئی اپنا ہی شیدا

جو دیکھا حسنِ گل کو اپنا دمساز
ہوا کچھ بلبلوں کو عشق پر ناز

کہ دستورِ نازِ مہ جبیناں
غرورِ حسن ہے رسمِ حسیناں

ہوئیں اک بار بیتابی فرامش
سمجھا سب نے ہم کو مشتاقِ آغوش

نئی سرکش ہر اک شمشادِ قامت
ہر اک نو خیز فتنہ اک قیامت

ہر اک سادہ میں شوقِ کج ادائی
ہر اک بیخود میں ذوقِ خودنمائی

سری گشتامِ نازِ بے نیازی
ادا فہمِ رموزِ عشق بازی

ہوا آگاہ حالِ رنگِ محفل
کھلا ایک ایک کا اندیشۂ دل

جہاں ہے عجز سے ہے ارجمندی
پسندیدہ نہیں ہے خودپسندی

چھوڑا کر اپنا دامن سب کو چھوڑا ہر اک کے حسن کا ایمان توڑا

ہوا مانند بو گلشن سے پنہاں بدن سے روح جیسے جسم سے جاں

چلا آنکھوں سے باہر جان ہوکر چھپا نظروں سے انتردھیان ہوکر

گیا دامن کشاں جیت چور جیسے جگر سینے سے دل پہلو سے جیسے

گروہ گوپیاں سے ہو گئے غائب رہا پنہاں بت شوخ عجائب

مہاراج کے انتردھیان ہونیسے گوپیوں کی بیتابی درد ہجر کی بےچینی باہم کی گفتگو فراق کی اضطرابی تلاش و جستجو کی آوارگی خرابی

کدھر ہے ساقی محفل فراموش ہر رنگ جام خالی ہے ہر آغوش

نقاب افگن ہوا حسن تجلی پھر اب بیتابیوں نے لی تسلی

کہاں ہے بلبل گم کردہ دل ہوا پر بوئے گل نے باندھا محمل

گئی گلزار سے گل کی سواری اوڑائے خاک اب باد بہاری

کہاں وہ نور وہ ٹھنڈی ہوائیں زمیں جھاڑا کریں بن کی لتائیں

کلی ہر پھول کی کمہلا رہی ہے ہر اک شاخ شجر مرجھا رہی ہے

ہوا بنکر اوڑی رنگت گلوں کی زباں سوکھی ہوئی ہے بلبلوں کی

خزاں سے لٹ گیا گلشن کا جوبن ہوا پر اوڑ گیا ہے بن کا جوبن

عجب میلی سی رنگت ہے قمر میں ہوئی ہے چاندنی پھیکی نظر میں

فلک پر ہے نگاہ چشم مردم ہوا ہے مہ شب مہتاب میں گم

جہاں تاریک ہے سب کی نظر میں — اندھیرا چھا رہا ہے بحر و بر میں
صدا اوٹھی نہ گلبانگ درا کی — ہوئی آہٹ نہ کچھ آواز پا کی
نہ بوئے پیرہن باد صبا میں — نہ باقی گونج بنسی کی ہوا میں
پریشاں گوپیاں تھیں بر سر راہ — عجب بکھرا ہوا تھا خرمن ماہ
گرے دامن پہ آنسو چشم تر سے — ہوا نور نظر غائب نظر سے
جگر سینے سے دل پہلو سے نکلے — کلیجے ہاتھ سے قابو سے نکلے
پریشاں سر بصحرا تھیں ہر اک سو — بتان شوخ چشمان آہو
ہراساں ہر طرف نظریں اٹھائے — غزالان بیاباں زخم کھائے
ہر اک جانب نگاہ حسرت آمیز — سیہ چشموں کی چتون وحشت انگیز
ادائے دلبری طرز جنوں زا — پری رویان شہری سر بصحرا
تلاش دلربا میں بیخودانہ — برنگ نالۂ دل تھیں روانہ
ہر اک خود رفتہ تھی چوپائے گم نام — ہر اک گم کردہ تھی شوخ دل آرام
بھرے کانوں میں تھی پیل کی صدا کو — ہر اک سمجھی ہوئی آواز پا کو
اگر غنچہ کوئی چٹکا تو چونکیں — اگر پتا کہیں کھٹکا تو چونکیں
کوئی تھی دیکھتی آغوش و بر میں — کوئی کہتی تھی اب تک تھا نظر میں
نظارہ خواب سا تھا روئے گل کا — پتہ کوسوں نہیں تھا بوئے گل کا
ہر اک تھی دم بخود حیران و ششدر — پکارا سب نے اک اک نام لیکر
کدھر ہو لالجی جسودہ کے دلارے — کدھر ہو اے سری کرشنا ہمارے
کدھر ہو اے مکٹ دھاری مراری — کدھر ہو اے سری بانکے بہاری

کہاں ہو اے چھبیلے چھب مشہور | کہاں ہو اے رسیلے شیام گردھر
پکارا ایک نے ہو پران پیارے | پکارا ایک نے ہو بنسی وارے
پکارا ایک نے ہو کرشن گوپال | پکارا ایک نے ہو نند کے لال
کہا اک نے کہاں ہے او فسوں ساز | کہا اک نے کہاں ہے او دلنواز
پکاری ایک ہو کرشن جی ہوت | چھپائی ہے کہاں مکھ چندر کی جوت
غرض چلائی ہر اک نالہ و ساز | نہ آئی پھر کے لیکن کوئی آواز
ہوا تھی برج بن میں روح بلبل | صبا آوارہ بہر نکہت گل
ہجوم گوپیان ناز پرور | خراب کوچۂ عشق سمن بر
گریباں تا بدامن چاک ہی چاک | لباس حسن رنگیں خاک ہی خاک
صدا با زلف مشکیں گرد آلود | جگر میں آگ لب پر آہ پر دود
جنوں کے ہاتھ سے تھی شرم پامال | نقاب رخ بنے بکھرے ہوئے بال
نظر نیچی پہ اونچی اونچی فریاد | وہی آنکھوں میں قد سرو آزاد
وہی تھا سوز آہ و غل میں | وہی ہنسی کے رخنے جان و دل میں
نگاہوں میں وہی خود بیں کی مورت | وہی آنکھوں کی پتلی شیام مورت
ہر اک تھی صورت کاکل پریشاں | غرور حسن پر اپنے پشیماں
ہر اک مصروف اپنی ہائے ہو میں | ہر اک مایوس اپنی آرزو میں
اٹھایا حشر کو شور و فغاں سے | ملایا تھا زمیں کو آسماں سے
شکایت بخت بد سے ہوئے کی | تلاش و جستجو کھوئے ہوئے کی
ستاروں سے کہیں لی ماہ کی فال | کہیں فروتنی پوچھا مہر کا حال

زباں پر گفتگوئے جلوۂ ذات — ہر اک پتے سے حسنِ سبز کی بات
کہ اے برگِ نہالِ صحنِ گلشن — ہوا دار بہارِ شاخِ گلبن
ادھر کو آئے ہیں چند پتے ہمارے — کہیں دیکھے بھی ہیں گمنام پیارے
ہم سمجھے کی یہ آواز کیوں ہے — نہیں واقف تو برگِ ساز کیوں ہے
کوئی تھی پوچھتی سبزے سے بدحال — کہ تو کس پائے نازک کا ہے پامال
یہ کیوں اک اک قدم پر دب رہا ہے — سبک رفتار کوئی تو گیا ہے
نہیں ہے رہنمائی سے اگر کام — ڈبویا کیوں جہاں میں خضر کا نام
شکر خوابی شبِ مہتاب میں ہے — مقدر کی طرح کس خواب میں ہے
عبث ناآشنا دیوانگی ہے — چمن سے کیوں تجھے بیگانگی ہے
خدارا سبزہ گوں بت کا پتا دے — اگر گمنام دیکھے ہوں بتا دے
چلی کوئی گل و سنبل کی جانب — کوئی نالاں پڑی بلبل کی جانب
کھلی زلفیں کھلے گیسو کھلی مانگ — لگاتی پھرتی تھیں چت چور کی تھانگ
یہی سوبج تھی کے سر لٹ کی — لگی گیندی کو چوری پیت پٹ کی
کوئی روکے ہوئے بادِ صبا کو — کوئی پکڑے ہوئے موجِ ہوا کو
لگا ہوتیں تھا قدِ شوخ بیباک — لگی تھی تا قامت شمشاد تر ناک
کہا سنبل کے سارے پیچ کھولو — کوئی کہتی تھی غنچوں کو ٹٹولو
یہ کیوں اترائی نکہت ہے چمن کی — چھپا رکھی ہے بو کس پیرہن کی
گلوں کی کچھ ہو شنا بد بد معاشی — ذرا ان کی بھی لو جامہ تلاشی
چلی آتی ہے بو سے بیوفائی — بھری ہے رنگ میں ناآشنائی

لبوں پر خندۂ بیباک کیوں ہے
یہ بے وجہ گریباں چاک کیوں ہے

چلی اک فتنۂ ہمرنگ قیامت
بڑھی نوخیز اک شمشاد قامت

کہیں غنچے سے پوچھا گل سے پوچھا
کہیں قمری کہیں بلبل سے پوچھا

گلوں کو دیں قسم بلبل کو سوگند
دہرے گودی میں غنچے سے جگر بند

رکھا قمری نے سر پر سرو کے ہاتھ
کہا دیکھے نہیں ہیں ہیچ کے ناتھ

چمن میں قہر تھا لب تشنگاں پر
اوگے کانٹے تھے ہر گل کی زباں پر

نپایا جب پتہ رشک چمن کا
نشاں دیکھا نہ ماہِ انجمن کا

کسی گل میں نپائے وہ خط و خال
کیا مانند سبزہ باغ پامال

چمن سے کر کے یوں گل گشت آئیں
پریشاں حال سوی دشت آئیں

ہوئی چاکِ گریباں سے جو فرصت
لیا دامان صحرای قیامت

سحر کا پہلے ہی پھاڑا گریباں
ہلال چرخ کا تاڑا گریباں

بھرا تھا وحشت ہی سامان محشر
بنا تھا ہیچ بن میدان محشر

ہر شک چشم سیلاب زمیں تھا
فلک اک دودِ آہ آتشیں تھا

جھکی دیکھی جو شاخ بید مجنوں
کہا لیلی وشوں نے حال مجنوں

کہ اے پروردۂ دامان صحرا
خمیدہ صورت گیسوی لیلا

تمنائے قدمبوسی ہے کسکی
اوسے دیکھا بھی ہے حسرت ہے جسکی

کوئی خوش چشم وحشی ناز ساماں
مخاطب تھی سوی خیل غزالاں

کہ اے رام رم شوخ دلارام
سبک رو و سبک جسم و سبک گام

سبز نازو ادای حسن وحشت
شکار ناوک چشم محبت

تمھیں ہو پاسباں دشت جنوں کے — نگہباں گردش چشم فسوں کے
نگاہوں میں ہی حسن شوخ دلخواہ — یہ کس کے واسطے ہو چشم براہ
نہیں آیا ادہر تو کاہتہ پیارا — غزال شوخ بے داغ ہمارا
بنادیں گے تمھیں زر بفت کی جھول — سجادیں گے سینگوں میں کرن جھول
جگر حیوان انہیں سایہ کب تھے — ہوائے دشت میں رنجورہ سب تھے
گئیں بس التجائیں یوں ہی بے سود — کہاں صحرائیوں سے چشم بہبود
کوئی پامال سایہ رشک سے تھی — مخاطب کوئی طفل اشک سے تھی
کہ اے طوفان محشر سے ہم آغوش — قیامت کیلئے ہیں کیا ترے جوش
تو ہی جوش بہار خون دل ہے — تو ہی ہمراز درد متصل ہے
تو ہی ہے باعث آرام عاشق — تو ہی ہے قاصد پیغام عاشق
ترے رستے میں ہیں بحر و بر میں — تو ہی چالاک ہے سب کی نظر میں
کجا ہے توشہ کچھ لخت جگر باندھ — خدارا بے تکلف اب کمر باندھ
اگر جاتا ہے کس کے ہمراہ کہ ساتھ — تو لیتا جا فغان و آہ کو ساتھ
جب آنکھوں سے سر دربار پہونچے — قریب خلوت دلدار پہونچے
ادا کر کے سلام اول کا دستور — کھڑا رہیو ادب آموز کچھ دور
بہر اسر دم بخود خاموش رہنا — نظر تیری طرف اٹھے تو کہنا
کہ اے بحر کرم دریائے رحمت — گوارا تشنگان پر کیوں ہے زحمت
انہیں شب تیرے اندوہگیں ہیں — جنہیں بزم سبب تمہارا نشیناں ہیں
نہیں قابو میں جوش چشم گریاں — بھلا کب تک نچوڑیں جیب و داماں

جلیں رو رو کے ہر اک پل کہاں تک
سکھائیں آنچ پر آنچل کہاں تک

لیا ہے جوشش گریہ سے منہ ڈھانپ
جو گیسو تھے وہ اب باقی کے ہیں سانپ

ہر اک آنسو ہے زبردست سیلاب
نقاب روئے نگیں چادر آب

رواں فوارہ ہے ہر چشم تر کا
گلے تک آ گیا پانی کمر کا

حباب آسا نہیں سر گردنوں پر
فلک ٹوٹا ہے کیا نازک تنوں پر

غرض اے طفل اشک چشم خونبار
دکھانا چشم دیدہ حالت زار

اگر کہہ دیگا کل رنج و محن کو
بھر دیگی موتیوں سے ہم دہن کو

فغان و آہ تم بھی حال کہنا
زباں یاری اگر دے چپ نہ رہنا

جو کچھ دیکھی ہے حالت درد جاں کی
علامت زمین و آسماں کی

ہمارا بدگماں کو کب یقیں ہے
ہوا اوکھڑی ہوئی بندھتی نہیں ہے

کوئی پیچھے کو ہٹتی تھی بہک کے
کوئی سائے سے ہٹتی تھی جھجک کے

مقرر رنگ تجھ میں شام کا ہے
ہمارا ہو کے بھی ہم سے جدا ہے

رواں ہے ہم سے آگے اک قدم پیش
ہمیشہ ہے چپ و راست و پس و پیش

تو ہی شاہد ہے اس ہنگامگی کا
تو ہی ہمسایہ ہے دیوانگی کا

پڑے جب وقت کچھ دینا گواہی
رہے ہے سر پر ترے ظل الٰہی

کسی کھوئے ہوئے کی جستجو ہے
کسی پائے ہوئے کی آرزو ہے

مخاطب تھی کوئی خاک زمیں سے
بہا کر اشک چشم سرمگیں سے

کہ اے خاک شفا اکسیر سیرت
سواد سرمہ اہل بصیرت

مہ و خورشید خاک افتادہ تیرے
مثال نقش پا دلدادہ تیرے

بنے نقش قدم اعزاز تجھکو
خدارا دے نشان کرشن گوپال
غرض سب گوپیاں تھیں سربصحرا
ادای دلربا بیتابی دل
مزا کانٹوں کا تلوے پا رہے تھے
نرالے ڈھنگ کے تھے جیب و داماں
سوی گردوں تھیں حسرت کی نگاہیں
نہ تھا پر اضطراب دل میں کچھ فرق
مخاطب تھی خیال بت سے ہر فرد
تصور دوبدو آئینہ تمثال
بڑھا کر ایک نے دست مناجات
کسی نے بیقراری کو دکھایا

فلک پر لاکھ فخر و ناز تجھکو
تجھی پر ہے جہاں ہو نند کا لال
پریشاں حال وحشت عشق رسوا
خرام ناز مشق رقص بسمل
گریباں تا بدامن چاک رہے تھے
جنوں ساماں ہر اک بے ساز و ساماں
لبوں پر سرد گرما گرم آہیں
ہر اک پہلو وہی جولانگہ برق
مستعد تھیں سنانے شکوہ و رد
دکھایا ابتدائی عشق سے حال
سنائی مختصر سی جنم کی بات
کسی نے اشکباری کو دکھایا

مسدس

یاد ایام کہ پردے میں تھا حسن جاوید
لگ گئی قفل حقیقت کو محبت کی کلید

یاد ایام کہ خلوت میں تھی بزم توحید
کھینچ لائی تجھے عشاق کی یاں حسرت دید

جلوۂ حسن ازل یوں سر بازار نہ تھا
بے بہا جنس کو گاہک سے سروکار نہ تھا

اک قدم بھی نہوا عالم امکاں پورا

شتم او تار پیر سعر اقم کا عذو سفا — چھتریوں کا تھا کیا خون رواں بر سر خاک
ا تویں بار ہری ترام شہ عالم پاک — قاتل پرا ون بدکیش و جفا جو بیباک

آٹھویں بار ترا حسن دوبالا آیا
دونوں عالم میں عجب جلوہ یکتا آیا

رِ نہاں کو پسند آہی گیا حسن ظہور — جلوہ گر بن کے ہوا خانہ بسدیو میں پور
یدی خانہ تھا حقیقت کی خوشی سے معمور — دل میں اک جوش محبت تھا تو آنکھو نمیں سرور

نے تجھے بسدیو بھی یہ لخت جگر میرا ہے
دیوکی کہتی تھیں گودی کا یسیر میرا ہے

ے مادر سے غرض تھی نہ پدر سے مطلب — نہ پسر ہونے سے نے لخت جگر سے مطلب
خانے سے نہ کچھ کام نہ گھر سے مطلب — تھا مگر ایک حقیقت کی نظر سے مطلب

حسرت دید نہاں جلوہ جاوید میں تھی
دونوں عالم کی خوشی گریۂ تولید میں تھی

وہ شام کہ کثرت تھے شفق سے کیا پھول — اور وہ بھادوں کی جھڑی رحمت باری کا نزول
عا پہنے ہوئے پیرہن رنگ قبول — ذرہ ذرہ تھا عبادت میں سراپا مشغول

پھر گھڑ و ہونہ رہا تھا تجلہ نشیں ہونے کو
آسماں پھرتا تھا ٹھہرا کی زمیں ہونیکو

ہ شانہ کش کاکل ظلمت شب تار — چرخ کرتا تھا زمیں پر ز درانجم کو نثار
تا تھا فلک سے مجھے صدقے میں اتار — رات تھی تا بہ کمر صورت گیسوئے نگار

عالم الغیب نے خود غیب کا پردا اُولٹا
جلوہ فرما نے نقاب رُخ زیبا اُولٹا

نور ہی نور سیہ خانۂ لیسدلو میں تھا
راز سربستہ کی صورت سے ہر اک قفل کھُلا

دیدہ بانوں پہ پڑا قدرت حق سے پردا
چشم عاشق کیطرح حلقۂ زنجیر تھے وا

جب اُوٹھا پردۂ اسرار حرِ گوکل کے لیئے
آئی آواز کہ یہ نور ہے گوکل کے لیے

زینت دوش پدر ہو کے چلا نور نظر
اشک بیتاب کی مانند ہوا زیر و زبر

آب جمنا پے پا بوس تھا تا شانہ و سر
پل نہ جھپکی تھی کہ لیسدلو گیے نند کے گھر

رشک خورشید اک نیک قمر کو بدلا
حکم ازلی تھا کہ دختر سے پسر کو بدلا

صبح ہوتے ہی کھُلا جلوۂ نور جگدیس
کوئی زہرہ تھی کوئی ماہ کوئی تھی برجیس

برج کی گوپ چلیں پہنکے ملبوس نفیس
نند بابا کو بدہائی تھی جسودا کو اسیس

دوب خوش ہوکے ہر اک راجکماری لائی
پالنے جھول کے خود باد بہاری لائی

دہانی دہانی تھا عروسان چمن کا ملبوس
منگلا آرتی کا صحن چمن میں تھا جلوس

رقص کرتے تھے شجر اوہکے برنگ طاؤس
برگ گل ننھی سی گھڑیالیں تھی غنچے ناقوس

صبحدم پہلی ہی جھانکی رخ پرنور کی تھی
آتش گل میں لپٹ شعلۂ کافور کی تھی

دجد میں جھومتی پھرتی تھی عجب باد سحر
ٹہنیاں آرتی لینے کو جھکیں تا بہ کمر

بچھا بچھونا کہیں سبزے کا تھا ہر اک برگ شجر
نونہالانِ چمن سجدے میں جھکے ہوئے سر

گونج گھڑیال کی پتوں کی ہوا سے نکلی
سنکھ دھن قمری کو کو کی صدا سے نکلی

صرف استت تھا ہر ایک نغمہ مرغانِ چمن
پھول چن لینے کو پھیلا تھا زمیں کا دامن
پیت پر کھا تھی کہ اوڑھے تھے ہوا پر گلشن
دیوتا کہتے تھے جے کرشن کی جے دھن ہو دھن

حسن میں نور سمایا تھا سراپا ہی ہو کر
سر پہ آیا تھا مکٹ فرِ الٰہی ہو کر

آئیں پریوں کی طرح بحر سے موجیں باہر
کانپتیاں دامنِ دریا سے کئیں سینوں نیر
ساڑھیاں آبِ رواں کی تھیں بندھیں تا بکمر
ہر حبابِ سرِ دریا تھا بنا محرمِ زر

قعرِ دریا سے اچھلتے تھے گہر چھال پہ چھال
وار کر پھینک دئے موتیوں کے تھال پہ تھال

سانولے رنگ پہ زیبا تھے عجب نقش و نگار
قد بڑھا زلف بڑھی حسن بڑھا آخر کار
ایک ہی گل پہ تھی گل گلشنِ قدرت کی بہار
پھر تو ہونے لگے اک روز میں سو سنگھار

عکس سمجھا تھا کہ ہے جلوہ نمائی مجھ میں
آئنہ کہتا تھا ہے ساری خدائی مجھ میں

اب سناتے ہیں تجھے شوخ سراپا تیرا
خود ہی حیران نہ کر دے حسنِ خود آرا تیرا
دیکھ دکھلاتے ہیں تجھ کو ہی تماشا تیرا
خود خبردار ہو اب اٹھتا ہے پردا تیرا

کاش اپنی ہی اداؤں کا نہ بسمل ہو جائے
اپنا نظارہ تجھے آپ ہی مشکل ہو جائے

وہ کمل ؤل سے چرن اور وہ نازک کف پا | سنکھ اور چکر گدا اور پدم کی وہ ضیا
ہیں رگ جانِ دو عالم کف پا کی ریکھا | دست قدرت کی لگائی ہوئی تلووں میں حنا

دلہن آئے ہیں تو کچھ پریم کو لیس آتے ہیں
یہ چرن وہ ہیں کہ جو دھیان سے دکھ جاتے ہیں

مہر ہیں کیا ہے جو کہئے کہ ضیا ہے ان سے | ماہ کیا ہے جو کہیں داغ لگا ہے ان سے
نور اک عالم امکاں میں بھرا ہے ان سے | یہ کمل وہ ہیں کہ برہمانڈ بنا ہے ان سے

دھیان میں بھی کبھی ملتا نہیں نشاں انکا
یہ سمجھ ہو جاتا ہے خود سر بگریباں انکا

پردۂ چشم تمنا ہو مگر ان کی زمیں | نقش ہے انکا کہ ہے خاتم قدرت کا نگیں
ان سے پرنور ہوئی حسن دو عالم کی جبیں | دیدہ و دل ہی میں ملتے ہیں جو ملتے ہیں کہیں

رکھتے ہیں جان کی طرح سے انہیں شیدا دلہن
پتلیاں آنکھیں ہیں اور سویدا دلہن

سائے سے نظاروں میں ہوا دل ہے نظارا انکا | خاک حسن کا ہے حسن دل آرا انکا
کل ہے سنسار کے جل تھل پہ اجارا انکا | پار کر دیتا ہے اک پل میں سہارا انکا

تیرے چرنوں نے مٹایا نہ بکھیڑا اسکا
تو ہی بتلا کہ رہا پیچ میں بیڑا اسکا

انگلیاں پانو کی ہیں پنجۂ خور ہیں صفات | ایڑیاں حور بہشتی کے زنخداں کا جواب
ساقِ پرنور ہیں دو شمع تجلی شباب | حسن کی آب ہے آئینۂ زانو سے خوش آب

گوپیوں نے بھی اسی کیلئے سر پھوڑے ہیں

اس ہی زانونے تو آئینۂ دل توڑے ہیں

وہ کمر ہے جو اُٹھا سکتی نہیں بار نظر
ناف ہے بال میں اُولجھا ہوا ناسفتہ گہر

پیچ لٹکے کے کمر میں ہیں کہ لٹکے ہیں کمر
یا ہے آئینہ قدرت کی صفا کا جوہر

بانسری زیب کمر ہو کے لبی ہے کیسی
کاچھنی بال میں بل دیکے کسی ہے کیسی

شکم صاف میں کیا تسو چیونکے تن میں گہر
پھینک کر تختۂ الماس کے مضموں پرے

سیٹ کے کھٹی ہوای تشبیہ جو ہاتو نکلے گہر
طبع نے سیکڑوں آئینے دکھانیکو دہرے

حسن خودبیں کی نہ مضمون سے لڑائی ہو جائے
صاف تشبیہ نہیں ہے کہ صفائی ہو جائے

دونوں شانوں میں بھری حسن تجلی کی ہے شان
نازکی دونو کلائی کی کلائی پر قربان

دونو بازو ہیں نکالے ہوئے عشاق کی جان
ہاتھ وہ جنکو نہیں چھین کے دلکی پہچان

دست بردی کو لگے رہتے ہیں گھاتو مگر
بانسری دیتی ہے دل لا کے انہیں ہاتوں میں

اونگلیاں شمع لطافت کی جو وہ اٹھتی ہوئیں
دو اگر پنجۂ خورشید ہیں دل میں مہ تو

ناخنوں کی وہ ضیا اور وہ کف دست کی ضو
وار کر پھینکدے گردوں جو مہ مہر ہوں سو

بیستوں چرخ بریں کسکا سجایا ہوا ہے
دست قدرت انہیں ہاتھوں کا بنایا ہوا ہے

کیا گلا ہے کہ صراحی کی نہیں جس سے مثال
کوئی کہتا ہے کہ یہ نور کے سانچے کا ہے ڈھال

شمع کی لو کا کوئی کرتا ہے خوش فکر خیال
سب دکھاتے ہیں غرض اپنے مضامین کا کمال

بھر بوسہ لب عشاق کو مانوس ہی یہ
قدرتی حسن کے بتخانے کا ناقوس ہی یہ

جان شیریں سے بھی شیریں ہے عجب بیت دہن
جسمیں ہی ہمانڈ تھا آب و سمیں نہیں جائے سخن
منہ لگی جس کی ملائی وہ ہی غنچہ سا دہن
اسپہ قرباں ہیں اگر لاکھ ہوں قدرت کے چمن

کیا دکھایا تھا تجھے یاد ہی اس غنچے میں
گلشن عالم ایجاد ہی اس غنچے میں

لب شیریں کہ لبت سے ہیں دم مسانہ
رگ نے خشک کو ہی انکی بدولت کیا ناز
بانس کی پوریں پیدا ہوئی میٹھی آواز
ہستی دیتی دو نو ہیں انہیں کے اعجاز

دیر لگتی نہیں دیتے ہیں کچھ لینے میں
جان لینے میں وہ مشاق یہ جان دینے میں

جلوہای لب و دنداں پہ نہیں تاب نظر
غنچہ بینی نازک ہی عجب جاں پرور
تہ میں گل برگ کے لپٹے ہوئے رکھے ہیں گہر
ناوک غمزہ دلدوز ہی پیکاں دو سر

فکر گلزار حقیقت کی ہی گل چینی کا
لطف ہی اہل نظر کو ہیں حق بینی کا

وہ کپول وہ وہ نور تجلی کی ضیا
عکس افگن جو ہوا نور درخشاں انکا
حسن کی شمع فروزاں ہیں عجب جلوہ نما
گر گئی اور بھی آئینہ قدرت کی جلا

اور ہی نور ہی جیسا نور سکے رخسارے میں
اور ہی ماہ ہی وہ جسکے یہ دو پارے ہیں

سبزہ گوں حسن کی کیا گہری ہی رنگت انکی
گل بچو [illegible] گلشن قدرت ان ہیں

صانع حسن نے دکھلائی ہے صنعت ان میں
سب کی سب کوٹ کے بھر دی ہے ملاحت ان میں

لب ہیں یاں شگفتہ ہیں حسن کے گلبوٹی کی
طوطیاں بول رہی ہیں انہیں انبوہ کی

وہ سحر تیر بھرے نین بھرے ہیں لب شال
وہ نکیلے کہ خدنگ قدر انداز کی بھال
رس بھرے ہیں وہ بھرے کام کو بھر دو پہ رسال
وہ ہٹیلے نہیں جان کو اگر لیں نکال

شرمگیں وہ ہیں کہ دل ہی میں وہ ہر دم رہتی ہیں
سرمگیں وہ ہیں کہ آنکھوں میں بھر رہتے ہیں

چشم بد دور وہ مخمور ہیں پیاری آنکھیں
ہیں نگاہوں میں دم گریہ و زاری آنکھیں
خنجر ناز ہیں ابرو تو کٹاری آنکھیں
انہیں آنکھوں نے تو کھوئی ہیں ہماری آنکھیں

یہ ہی مژگاں ہیں کہ جو قلب الٹ دیتی ہیں
پل جھپکنے میں یہ پر کھا نہ پلٹ دیتی ہیں

صاف شفاف وہ پیشانی کا حسن روشن
نور میں نور کی وہ لو ہے کہ قشقے کی پھبن
آب آئینے کی موجیں ہیں جبیں کے وہ شکن
سبزہ گوں حسن کے حصے میں ہے کیا کیا جوبن

یہی آئینہ ملاحت سے بھرا دیکھا ہے
اسی الماس کی تختی کو ہرا دیکھا ہے

کان وہ عالم امکاں میں نہیں جنکا جواب
وہ صدف نور کے ہیں کون مکانیں نایاب
نازکی انکی کہاں اور کہاں برگ گلاب
کیوں نہو حلقہ بگوش انکا ہر اک در خوش آب

کر دیئے گنبد دل وہ سجادے ہیں نور سے جنکے
گوشوارہ مہ و خورشید ہیں دونوں انکے

موج میں بحر ہی اور قطرہ میں دریا تو ہے

اس سے پہلے سے بت شوخ ہیں خواہاں تیرے
واقف حسن نہ تھے بے سر و ساماں تیرے
آئینہ خاک میں تھا جب سے ہیں حیراں تیرے
جانتے بھی نہ تھے گیسو کو پریشاں تیرے

ایک تھے وصل و جدائی کو سمجھتے کب تھے
ای صنم تیری خدائی کو سمجھتے کب تھے

ای دل و جان و جگر کرشن کنہیا پیارے
نازک اندام ہیں وحشت زدہ آفت مارے
بانکی بانسری دھن سر پہ قیامت باندھے
سر لیے پھرتے ہیں ترے چاک گریباں سارے

کل تلک لوٹتے تھے مور بیابانوں میں
آج دیوانوں کا ہی شور بیابانوں میں

ای دلارام جہاں نند دلارے گھنشام
ننگ ناموس پہ ہر چند ہوں لاکھوں الزام
لیکن ایک ہی تھے بے چین کے صبر و آرام
کام رکھتے نہیں کونین سے تیرے ناکام

خلوت خاص ہے اغیار کو یاں راہ نہیں
یکدامانی پہ دیکھتا ہی تو پروا نہیں

بانسری او لب جمنا پہ بجانیوالے
خاک عشاق سے دامن کے بچانیوالے
چاندنی رات میں او آگ لگانیوالے
دیکھتا جا ہمیں منہ پھیر کے جانیوالے

نہ چھپے گا نہ چھپے گا کبھی جلوہ تیرا
دیکھ ہر ذرہ میں ہے حسن سراپا تیرا

او دل آزار کھلا جاتا ہے راز نہاں
او ستمگار غلط لطف و کرم کا تھا گماں
او جفا کار عبث شرط وفا کا تھا بیاں
او ترا کار کماں تجھ میں محبت کا نشاں

کاش بدنام نہو جائے محبت تیری
بیوفا دیکھ نہ کھل جائے حقیقت تیری

ہم تو کیا حسن کی اپنے بھی نہ تھی تجکو خبر
دہرنا آتا تھا نہ سیدہا بھی مکٹ کا سر پر

سامنے آنکھ نہ اوٹھتی تھی کہاں ترچھی نظر
یوں کسی جاتی تھی کب کھینچکے پٹکے سے کمر

نغمہ نے ہیں بھرے سینکڑوں جادو کب تھے
کالی کملی کی جگہ دوش پہ گیسو کب تھے

سانولے رنگ پہ پہلے تو تجھے ناز نہ تھا
ہم ہی ہمراز تھیں بستہ کوئی راز نہ تھا

بھولی صورت تھی کرشمہ نہ تھا انداز نہ تھا
لب تھا جاں بخش ہر اک بات میں دمساز نہ تھا

نغمہ کیا سیکھی بجانا بھی نہیں آتا تھا
راس کیا پانو اوٹھانا بھی نہیں آتا تھا

اب تلک کھیل سمجھتی تھیں تماشا تیرا
تو چھپا پیش نظر ہے وہی جلوہ تیرا

کھلگیا چاک گریبانوں پہ پردا تیرا
کھینچے پھرتا ہے بیابانوں میں سودا تیرا

سہل جیت چوری کی چوری کو سمجھ رکھا تھا
بانسری بانس کی پوری کو سمجھ رکھا تھا

خود فراموش ہوئی تھیں تری کھینچی سنکر
جوش وحشت نے نکالا ہمیں گھر سے باہر

شوق بیتاب سے پردیں کیا تھا مضطر
غیرت ماہ تھی یوں ترے چھپنے کی خبر

خاک اس دل پہ پڑے [illegible] جس نے
آگ لگجائے شب مہ کو جلایا جس نے

پریم بن کی وہ ہوا اور وہ عجب بلاپہار
وہ حرام لب جو قامت سرو طرار

وہ لب لعل و لب نے کا وہ حسن تکرار
کھینچ کر لے ہی گئی بانسری وحشی صبر و قرار

کیسا ڈھایا ہے غضب حسن کے متوالے نے
آسماں سر پہ گرایا ہے مکٹ والے نے

خود نمائی سے خجل شوخ خود آرا ہم ہیں
ننگ ناموس مشائخ ہوئے رسوا ہم ہیں
غرق دریای ندامت میں سراپا ہم ہیں
جان گم گشتہ کی مایوس تمنا ہم ہیں

کاش پھٹ جائے زمیں اور سما جائیں کہیں
ہر شب ماہ میں اے بت تجھے یاد آئیں کہیں

تاب گیسو میں بھی اور نہ رخ زلف میں بل
پڑ رہی ہے تپ غم سے دل جاں میں ہلچل
جسم میں تاب نہیں چہرہ نیہ کیسے آنچل
خاک کر بھی گئی ایک نگاہ اول

جا وہ حسن کو دکھلا کے یہ پردا کیا ہے
آخر اے شوخ گناہ دل شیدا کیا ہے

ہائے برہم ہوئی کیا صحبت سیر مہتاب
چشم مشتاق ہوئیں جوشش گریہ سے پر آب
حیرت ماہ سے لی ڈالا رخ انور پہ نقاب
دل شکستہ کی صدا آئی نہ مانند حباب

آگ ہی لگ گئی سوز تپ غم کی تن میں
کچھ بھی تو نہ ملی بانسری وہن کی خبر

درد اٹھتے ہیں کیسے اور کیسے سوزش جاں
آنکھ کیوں بند رہا کرتی ہیں کیوں اشک رواں
دل ہوا کیا ہے کہ جسے پہلو میں تھام لیا
کچھ تو کہیے نہیں کیوں سینے میں گھٹتا ہے دھواں

آشنا کی کی ہیں پرواے تف غم یاد نہیں
ہم وہ بلبل ہیں جنہیں طرز فغاں یاد نہیں

سرد مہری نے غضب آگ میں ڈالا ہمکو
جستجو نے تری اے شوخ نکالا ہمکو

صاف اندھیر ہوا مہ کا اُجالا ہمکو
بیقراری نے کیا ہو تہ و بالا ہمکو

پھینکدیتی ہو او پیچھے وہ پٹک دیتا ہے
نہ زمیں لیتی ہو ہمکو نہ فلک لیتا ہے

سرو آزاد تجھے قامت رعنا کی قسم
ہجر میں جو ہو ترا اوسکی تمنا کی قسم

گیسوؤں والے سر زلف چلیپا کی قسم
نند بابا کی قسم تجکو جسودا کی قسم

کاش ای ڈھیٹھ ہمارے جو کسی کی سوکن
سب سے پیاری تجھے بنسی ہو اوسکی سوکن

رحم کر رحم ذرا اپنے پریشانوں پر
زور اب ست جنوں کا ہو گریبانوں پر

حشر سا حشر ہو برپا ترے دیوانوں پر
زخم دل ٹوٹ کے گرتے ہیں نمکدانوں پر

کثرت درد سے اب دل و جگر کچھ بھی نہیں
بیخبر اتنو خبر لے کہ خبر کچھ بھی نہیں

گوپیوں کی جستجو نقش قدم کا ملنا مہاراج کا پرگھٹ ہونا

کدہر ہے ساقی دامن کشیدہ
جبیں ہوں بہر سجدہ نور آگیں
غرض جب حد سے گذرا درد جانکاہ

کہ ہیں پامال غم آفت رسیدہ
دکھا نقش کف پائے نگاریں
رہی باقی نہ تاب نالہ و آہ

برہنہ سر گروہ حشر رفتار
بکھرا ہر آبلے کا منہ تھا خوں سے
کمر ٹوٹی ہوئی تھی آرزو کی
کہ ناگہ نقش پائے یار دیکھا
ٹھٹک کر رہ گئی اک غیرت ماہ
جھکا کر سر جبینوں نے جبیں کو
کہا سب نے اوسی پا کا نشان ہے
جبیں فرسا ہوئیں نقش قدم سے
کیا آگاہ منزل نقش پا نے
تشفی کی دل اندوہگیں کی
نکل آیا حصول دشت گردی
ہر اک تو سراغ نقش پا تھی

چلیں رک رک کے مثل نبض بیمار
شکستہ لذت خار مغیلاں سے
تھکی نظریں تھیں چشم جستجو کی
زمیں کو غیرت گلزار دیکھا
کیا نقش قدم سے سب کو آگاہ
لگایا نقش پائے نازنیں کو
جو سب کے دیدہ و دل میں نہاں ہے
دیئے بوسے لگا کر چشم نم سے
تسلی دی امید دید پا نے
بندھا کی آس سجدہ نے جبیں کی
بڑھا آگے کو شوق رہ نوردی
غزل خواں شوق میں خوش دل ادا کی

غزل

نشان پائے رنگیں سے سراغ مہ جبیں پایا
ترے نقش قدم پر ہی بسر حنظل پہ پڑ والا
بڑھایا سجدہ نقش قدم نے حسن آرائش
ملیں آنکھیں تجھے آنکھوں نہیں کی خاک کف پا نے

شب مہتاب میں صحرا کا صحرا کہکشاں پایا
ہٹا کر ننگ و نام دنیا سلیماں کا نگیں پایا
نشاں پا کو میسر کیئے زیب جبیں پایا
ہر اک نے دیدہ حیراں کو اپنے سرنگیں پایا

وہ نازِ خاکِ صحرا عرش تک ملتا نہیں اٹھو
قدم چھو کر زمیں نے رتبۂ عرشِ بریں پایا

شمیمِ کاکلِ مشکیں اڑی پھرتی ہے صحرا میں
غزالِ چیں کو مستِ بوئے نافِ عنبریں پایا

نہ آیا او جھکے پہلو تک بھی نقشِ پا سے ناز [illegible]
دلِ مضطر کو کیا اچھا مقامِ دلنشیں پایا

ستاروں کی طرح کس ضیا سے ذرے روشن ہیں
زمیں نے آسماں سے بڑھ کے یہ ماہِ مبیں پایا

اجازت شرم نے اکدم نہ دی اظہارِ گریہ کی
ہمیشہ اشکِ چشمِ تر کو زیبِ آستیں پایا

صدا ہے نے یہ نقشِ پا کی ہر تصویر لوا دیکھی
مدام سر پا نسری نے کیا لبِ جاں آفریں پایا

خوشا تیرا مقدر وادیِ غربت میں اے شعلہ
کہ ہر سجدہ نقشِ قدم شغلِ جبیں پایا

نظر بازانِ چشمِ شوق و امید
بلا گردانِ ذوقِ حسرتِ دید

کیا سب نے نشانِ پا کو رہبر
چلیں سب سر کے بل نقشِ قدم پر

ہوائے شوق میں جو پائے گلفشاں ہم
بڑھی تقتیں کھینچ لیتی چند ہی گام

زمیں پر تھی ہر اک کی چشمِ پرغور
ملا نازک سا اک نقشِ قدم اور

جھک کر نقشِ پا سے مسترشد ہے
کہا سب نے تعجب کی نظر سے

قیامت شورِ محشر ہے ہم سے
یہ کس کا دوسرا نقشِ قدم ہے

رواں ہے ساتھ رشکِ ماہ کوئی
برنگِ سایہ ہے ہمراہ کوئی

ہمیں میں سے کوئی فتنہ رواں ہے
ہمارے پاؤں کا سا ہی نشاں ہے

ہوا ہے نرم کس پر دہ دلِ سخت
خوشا طالع خوشا قسمت خوشا بخت

سرودِ عشق کی دمساز ہے کون
بتِ نازک بدن ہمراز ہے کون

زمیں پکڑی نشانِ سر قد نے
جلایا غیرت و رشک و حسد نے

کہا دل میں کہ یارب کون ہے یہ
بت شوخ شکر لب کون ہے یہ

رفیق جان جانان کون ہے یہ
انیس ذوق پنہاں کون ہے یہ

زمیں پر ہیں قدم آنکھوں میں گھر ہے
کوئی تو ہے جو منظور نظر ہے

حمائل کس کی ہے زلف سیہ پوش
ہوا ہے ناز کس کا زینت دوش

کوئی تو ہے نثار چشم وابرو
کوئی خوش چشم ہے ہمراہ آہو

کوئی ہے مے پرست چشم خود بیں
کوئی تو ہے مے مست چشم خود بیں

کوئی تیغ نگہ پر سر بکف ہے
کوئی تو تیر غمزہ کی ہدف ہے

مذاق زندگی کھویا ہے سب نے
لیے شیریں دہ لب کس تشنہ لب نے

حسد سے تھالیوں پہ آہ و نالہ
غزل خواں بھی ہیں رشک غزالہ

غزل

آشفتہ سر ہی ساتھ ترے برج نہیں کون
الجھا ہوا ہے زلف شکن در شکن میں کون

ہاں اس طرف بھی ایک نظر دور سے سہی
بیٹھا ہوا قریب تحدوا انجمن میں کون

دل میں اگر نہیں ہے خیال لب ملیح
بھرتا نمک ہے زخم جگر کے دہن میں کون

ہے ترے نقش پا کے قریں نقش پائے غیر
آیا ہمارے تیرے سوا ہے چمن میں کون

صیاد کا گمان کبھی گلچیں کا وہم تھا
کھٹکے پہ بلبلوں نے پکارا چمن میں کون

کیا کیا غم فراق میں غربت وطن بنے ہے
ہیچ ہے شریک ہوتا ہے رنج و محن میں کون

نکہت کو بلبلوں سے بھی ہیں پردہ داریاں
مانند بو ہے خلوت گل پیرہن میں کون

غربت میں رہتے رہتے زمانہ گذر گیا
شعلہ اگر گئے بھی ملیگا وطن میں کون

ہر اک جویاں سراغ مدعا کی
ہر اک حیراں نشانِ نقش پا کی

ندیکھا شوخ یکتا ماہ منزل
بڑہی نقش دوئی سے حیرت دل

نگر جھکا جو اکدم چشم نم کو
نہ پایا دوستکے نقش قدم کو

شگوفہ تھا بیاباں میں عجائب
ہوا تھا نقش پاے غیر غائب

ہر اک ششدر کہ اسکا مدعا کیا
ہر اک مضطر کہ ہے یہ ماجرا کیا

ہوئی حیراں نگاہ چشم مردم
کہ تھا یاں عکس بھی آئینے میں گم

نشانِ پا نہیں ملتا زمیں پر
گئی کیا مثل مہ چرخ بریں پر

کہا اک ماہ ہوشش نے بے تامل
یہ کیسا بیخودی میں ہے تغافل

پیادہ پا جو آئی ہے بہت دور
ہوئی ہے نازنیں چلنے سے معذور

پڑے ہونگے قدم اوٹھنے کے لالے
ہوے ہونگے حنائی پا میں چھالے

رہی ہوگی نہ تاب رہ نوردی
کہاں عورت میں اتنی پامردی

بہت خورشید رونے پا کے مضطر
اوٹھالی مثل شبنم ماہ پیکر

ہلال آسا کشادہ کرکے آغوش
کیا ہے مثل کاکل زینت دوش

کوئی انداز ہے جو بھا گیا ہے
بہت بیرحم کو رحم آ گیا ہے

اسی حیرت میں تھیں حیرت سرانجام
تلاش کوشش میں مایوس و ناکام

نہاں دیکھا نیکا یک مدعا کو
نیا پایا جو ہم نے بھی نقش پا کو

تریں سب اشک کی صورت زمیں پر
لگائی خاک صحرا کی جبیں پر

دیا تھا ہاتھ سے آئے ہوئے کو
غضب تھا کھو دیا پائے ہوئے کو

غزال شوخ رم کی جستجو ہے
نگاہ دشت آگیں چار سو تھی

بناگہ اک پری رو شمع رخسار
ہوئی کچھ دور صحرا میں نمودار

کہا سب نے وہی ہے نازک اندام
وہی ہے یہ جو تھی ہمراہ گلفام

وہی حیرت نما و فتنہ زا ہے
وہی آئینہ دار نقش پا ہے

یہی تھی مثل دل پہلو بہ پہلو
یہی تھی دوش پر مانند گیسو

قیامت قد وہی ہے حشر رفتار
وہی ہے بستہ دامان دلدار

اسی کی رشک دل کو جستجو تھی
یہی ہمراہ گل مانند بو تھی

ہوئیں آ کر فراہم چار سو سے
تلاش گل میں حیراں گل کی بو سے

مناسب کا خیال لا ابالی
وہی نکلی وہی ہمسایہ والی

کہا ہر اک نے اے ہمراز و ہمدوش
کہاں چھوڑا ہمیں تھا رنگ پرجوش

تیرے آ گئے کہاں ہو سدھارہ پیاری
ترا ہی نام تو تھا ہم زبان پیاری

بتا ہے کس طرف شوخ دلارام
کہاں ہے آرزوئے جان گلفام

نہ پوچھا حال رشک گل کا سب نے
کہا اک آہ بھر کر غنچہ لب نے

کہیں بھی ہوں شریک غم تمہاری
کہاں ہمدوش ہوں ہمدم تمہاری

سراسر تازہ تر حسرت ہے میری
فزوں کچھ تم سے بھی حیرت ہے میری

فریب مہربانی میں پھنسا کر
گیا جانے کہاں دامن چھڑا کر

اکیلا چھوڑ کر رنج و قلق میں
گیا آوارہ دشت لق و دق میں

نہیں بکتا کسی سے کام خود کام
غلط نکلا غلط شوق دل شیام

یہی بہتر ہے بے تکرار ہو کر — رہو محو جمال یار ہو کر

ثبات زندگی ہے نقش بر آب — خیالات جہاں ہیں خواب ہی خواب

اگر روشن نگاہ دوربیں ہے — ہر اک سو جلوہ عین الیقین ہے

نجات و موکش ہے یاد گرامی — ہے وصل اصل ذکر نام نامی

نہیں دنیا و مافیہا سے کچھ کام — ہمیں بیٹھے بھجو ہر نام کا نام

تن پہ داغ خود ہے مرگ چھالا — شریک سرخ ہیں مونگے کی مالا

تپش کیا کم ہے آہ متصل کی — لگی دھونی ہے ہر دم سوز دل کی

جگر کی خاک سے بھشمی رمائیں — یہی زلفیں ہیں جوگی کی جٹائیں

سہائی بھگت کا ہے پریم رس ہے — سنا ہے آپ ہی فریاد رس ہے

تری تاثیر ہے درد جگر میں — اثر کتنے ہیں سب آہ سحر میں

عجب کیا ہے یہیں سے گر عیاں ہو — بت نامہرباں خود مہرباں ہو

یہ سنکر گفتگوئے شوخ بے درد — ہر اک شے میں دیا بہ صورت گرد

پسند دل ہوئی خلوت گزینی — لیے ذکر صنم گوشہ نشینی

ہوئیں مصروف یاد جلوہ ذات — زباں پہ حفظ بازی دو ظلمات

ہر اک محو خیال راحت جاں — لیے اظہار درد دل غزلخواں

غزل

کہاں ہے او بت رشک قمر ہم سے جدا ہو کر — فراقی ہو شب مہتاب اپنی کالی بلا ہو کر

ہوا ہے آہوئے رم خوردہ کیوں فانی نگاہوں سے
نہ یہ شانِ رحیمی ہے نہ یہ شانِ کریمی ہے
بھرا ہے انتظارِ جلوۂ دیدار آنکھوں میں
بُتِ بیداد گر دیکھو تری نازک مزاجی کا
یہ بیتابی نہیں تھوڑی یہ بے چینی نہیں تھوڑی
شبِ فرقت کے سوئے روزِ محشر تک نہ اٹھینگے
تجھے تو کیا کہیں شکوہ ہے تیرے تصور سے
بڑھا ہے جوشِ گریہ اب بچانا ہے گوکل کو

پڑی ہیں راہ میں آنکھیں ہماری نقشِ پا ہو کر
بُتِ بیدرد وہ بے رحمیاں کیسی خدا ہو کر
شبِ ہجراں تسلی کرتی ہے روزِ جزا ہو کر
زباں پر نالۂ شبگیر آتا ہے دعا ہو کر
کریگا درد جانے اور کیا اس سے سوا ہو کر
اگر فتنہ نہ چونکائے تری آوازِ پا ہو کر
کبھی دل میں کیوں جائے ہمارا مدعا ہو کر
نہیں ہے اندر کا طوفان جو جائے بہا ہو کر

نشانِ پا جہاں ہے پر مٹا دوں نقشِ ہستی کو
فنا ہو جاؤں یوں شعلہ تو کیا تو نگالقا ہو کر

تصور یاد ہوری مورت کا سب کو
ہر اک لمحہ ہر اک ساعت ہر اک آن
عجب تھا حال ہر اک نازنیں کا
ہوئی تھی روزِ محشر ہجر کی رات
کہ لے غارتگرِ جانِ تمنا
یہ کیا نقشا ہے کیوں دامن کشی ہے
اوٹھایا گوپیوں سے ہاتھ تونے
گریزاں گر ہو ہیں ہم سے رہیگا
چھٹا کر گوپیوں کے نام کا ساتھ

خیالِ بانسری ہر جاں بلب کو
صدائے مقدمِ دلدار ہر کان
بچھونا خاک کا تکیہ زمیں کا
خیالِ شیام سے تھیں خود بخود بات
حریفِ ساز و سامانِ تمنا
یہ کیا پہلو ہے کیوں پہلو تہی ہے
دہرا کر نام گوپی ناتھ تونے
زمانہ نام ستمگر کیا کہیگا
تو رہجائے گا باقی ناتھ ہی ناتھ

وہ ٹھانی ہو گی خاص و عام سے شرم
سناٹے خلق کے الزام کو بھی
اگر سمجھا ہوا ہے اے دلارام
تو پھر رتبہ جستجو و ہا کے لیے ہے
پھر اسمیں بھی ہے سبکو جائے تکرار
جو آدھا نام ہو جاتا ہے پیارا
سر نام گرامی ہیں ہمیں تو
نہیں ہے نام کو بھی اسمیں وسواس
لو ارا نام سے ہے تنگ تجھکو
کیسے ہے تاب فرقت ایکدم کی
کہاں تک بیوفا نا مہربانی
غضب لوٹا ہے دل پر جان پر قہر
نقابِ رُخ ہے وو شعلۂ آہ
لٹا رکھا ہے دردِ متصل نے
بلا ہے سرگذشت شام ہجران
ہمہ راغم ہماری ناتوانی
دلِ بد بیں نہیں آگاہ تیرا
عیاں ہے ذات اے ہرجائی تیری
کہاں تک روئے ساری رات کوئی

ہوا کرتی ہے آدھے نام سے شرم
ہمیں چھوڑا تو چھوڑا اس نام کو بھی
کہ سب لیتے ہیں آدھا پیار کا نام
یہ شایاں نہ دلربا کے لیے ہے
غلط ترکیب میں ہوتا ہے انکار
سرے کے لفظ ہوتے ہیں دلارا
کہ نصف نام نامی ہیں ہمیں تو
ہوا کرتا ہے کچھ ہمنام کا پاس
محبت میں ہے عزم جنگ تجھکو
کوئی ہمدم بھی جو فورِ دردِ غم کی
رہی ہے کوئی دم کی زندگانی
قیامت آرہی ہے فتنۂ دہر
ہوا جاتا ہے غارت حسن دلخواہ
نیار رکھا ہے بسمل زخم دل نے
غم و اندوہ و حسرت یاس حرمان
نہیں سنتا کوئی ساری کہانی
ہے مثل رنگ بو سینہ سیاہ تیرا
ہمیں معلوم ہے ٹھکرائی تیری
نہیں بنتی بنائے بات کوئی

پری رو تھے صدمۂ بسمل سے تھے
لبالب آنکھوں پہ آنسو رکنے کو
یکایک آئی بوے نکہت گل
پلٹ کر آگئیں جانیں بدن میں
نگاہیں تھیں چکاچوندا ایک دم سے
ہر اک نے کھولدیں آنکھیں جھپک کر
نہ تھا فکر پس و پیش و بد و نیک
کوئی کھینچے تھی پتلے کو کمر سے
کسی نے زلف سے پوچھا پسینا
کوئی تھی دیکھتی مژگاں کی صنعت کو
کوئی تھی شوق لب میں لب گزیدہ
کوئی رخ کے مقابل محو حیران
کسی کا شوق میں آغوش پر ہاتھ
کہا اک نے پکڑ کر ہاتھ مضبوط
یہی تھی ہم سے شرط آشنائی
اگر اب چھوٹ جاؤ تم تو جانیں
نظر کیطرح آنکھوں سے نہاں تھا
زیادہ ایک سے تھا گو سرو کار
خصوصیت اگر ہے جان تو سے

امید و یاس میں کچھ ہوش سے تھے
لبوں پہ ہاتھ نالے تو کنے کو
فغاں سے ہو گئیں خاموش بلبل
اوجالا سا ہوا پھر بیت حزن میں
ہوا پر گشت نیت طرار جم سے
لیا آغوش میں سب نے لپک کر
گری پڑتی تھی اوپر ایک کے ایک
کوئی لپٹے ہوئی تھی پا سر سے
کسی گستاخ نے تتلی کو چھینا
کوئی تھی کھینچتی اپنی طرف کو
خوشی سے کوئی پیراہن دریدہ
کسی کی اونگلیاں زیر زنخدان
کوئی رستے ہوئے تھی دوش پر ہاتھ
چھوڑا لو گر ہو کوئی ہاتھ مضبوط
کیا ہے خوب پامال جدائی
بھلا ہو جاؤ اب سے گم تو جانیں
بہت دیریاں اب تک کہاں تھا
پر اب یکساں ہو سب کی حالت زار
سوار دوش کو پہچان تو نے

انھیں میں ہے وہ گھبرائی ہوئی سی
ہمیں میں ہو وہ شرمائی ہوئی سی

مگر اب تو نہ وہ فرقت نہ وہ غم
وہی وہ ہو وہی تو ہو وہی ہم

وہی ہے برج ہن و وہی شب ماہ
وہی نظارگی حسن دلخواہ

گئے دکھ درد جان مضمحل سے
غزل گائی و فور شوق دل سے

غزل

نظر سے ہو کے نہاں شوخ خوش جمال آیا
بغل میں جان کی طرح جا کے [illegible] لال آیا

ہم ایک یاد میں بھولے ہیں دو نو عالم کو
زمانہ خواب ہوا جب ترا خیال آیا

چمن میں آنکھ بچھاتی ہیں بلبل و قمری
عجب بہار سے جو وہاں کا نونہال آیا

ہر ایک رنگ میں دیکھی ہے تیری نیرنگی
ہزار وضع میں اک حسن بے مثال آیا

خرام ناز نے پیسا تھا ٹھوکروں میں دل
قدم قدم کے تلے شوق پائمال آیا

نوید [illegible] دل تو کہ بیٹھے مژدہ وصل
وہ خود وہی آفت جان [illegible] لیا

بہے کی اپنے پشیمانیاں ہی شعلہ
کہ سر پا تو تک آب انفعال پایا

پڑھے مضمون تازہ ہر کسی نے
مبارکباد گائی اک سکھی نے

مبارکباد

ارے ترا جلوہ ناگاہ مبارک ہمکو
غیرت ماہ شب ماہ مبارک ہمکو

بخت بیدار کو مژدہ ہو مقدر کو نوید
مقدم دولت دلخواہ مبارک ہمکو

جسمیں ہو جوش وہ آنسو ہو سزاوار جنھیں
لاکھ جھنکوائے کوئی شرم سے تعظیم اٹھیا

جسمیں تاثیر ہو وہ آہ مبارک ہمکو
جا سے بیٹھے وہ لے تری حیا مبارک ہمکو

ہے ہر اک نقش قدم نقش جبیں تسلیم
خاکساری سر راہ مبارک ہمکو

ہوئی بارے شب مہتاب شفاف
غبار کلفت دل مطلع صاف

نسیم صبح نے دامن سنبھالا
بہار تازہ نے جوبن نکالا

ہوئی چہکار مرغان چمن کی
چلیں سن سن سے ہوائیں برج بن کی

سر گل بلبل گلشن تھی گستاخ
گلے لپٹی تھیں ہم شاخ سے شاخ

پریشانوں نے خود گیسو سنوارے
کھلے پژمردہ باسی ہار سارے

طرب انگیز تھا میدان صحرا
زمردگوں تھا ہر دامان صحرا

ہر اک کو سے لیے ہوئے آغوش مطلب
بہار سبزہ گوں پر لوٹتیں سب

سر سبزہ ہر اک غلطاں خوشی سے
آ گری پڑتی تھیں شوق بیخودی سے

مشام جان میں تھی بوئے گل تر
دماغ خوبرویاں تھے معطر

ہر اک بے بادہ مست شوق دلدار
ہر اک بے نشہ تھی مدہوش و سرشار

بڑھا ذوق دل صد پارہ کیسا
بھرا تھا دامن نظارہ کیسا

لیں آنکھیں بت حسن آفریں کی
تسلی کر گئیں جان حزیں کی

نہ وہ دل نہ لب پر آہ جانسوز
نہ جوش بیقراری خانماں سوز

ہوا ساماں عیش شب مہیا
وہی گوپی وہی نٹ کھٹ کنھیا

ہر اک بیتاب شوق متصل میں
ہر اک ناکام ذوق کام دل میں

وہ لطف حسن یکتا جوش میں تھا
ہوئے ٹھنڈے نمک سے زخم بسمل
بہار آئی جو ہنگام طرب کی
کہ اے آرام دل پیارے سری شیام
تری اک اک ادا رنگیں ادا ہے
دو عالم کو ہے آہنگ تماشا
خبر کیا گو بیاں سادہ دل کو
نگاہ چشم ظاہر ہیچکارہ
مگر مر دل ہے رسوائے محبت
رکے کیا شکوہ بیداد سے دل
ابھار رکھا تھا کیا جوش بکا نے
پئے اظہار حال جان مضطر
رکی لب پر ہوائے نالۂ دل
ہے بہر دیدہ و دل اک نظارہ
ہوا جب دیدۂ حیراں سے غائب
سروں پر تھی بلائے آفت و قہر
لگائی خاک صحرا چشم نم سے
ہر اک جانب تھا اشکوں کا تلاطم
پکارا ہر طرف با آہ و زاری

برنگ دل ہر اک آغوش میں تھا
کیا حاصل ہر اک نے مقصد دل
ہوئی یوں گفتگو اک غنچہ لب کی
ہے نذر خوشخرامی صبر و آرام
بہار گلشن ہستی میں کیا ہے
عجب ہے تیرا نیرنگ تماشا
کہاں قدرت خمیر آب و گل کو
کسے تاب نظر بہر نظارہ
ہر اک سر میں ہے سودائے محبت
کہ آگے لب پہ ہے فریاد سے دل
کیا ہے چپ نگاہ شرمسا نے
برنگ غنچہ خاموشی ہے بہتر
رہی دل میں صدائے نالۂ دل
ترا حسن نہان و آشکارہ
عجب حالت ہوئی اے بو العجائب
ہوا تھا حشر برپا فتنۂ دہر
جبیں رگڑی ترے نقش قدم سے
مگر راہ سر مقصود دیکھا کم
نہ آیا رحم اے مادھو مراری

گیا پہلو سے تو مانند جاں تھا — بت سحر آفریں اب تک کہاں تھا

پھر آیا جلوۂ جاوید ہو کر — ملی امید نا امید ہو کر

نہ آیا دور تک جلوہ نظر میں — بت بیباک نکلا بر ہی بر میں

نمو آخر ہوا آغوش جاں سے — کہاں ڈھونڈا تجھے نکلا کہاں سے

نہیں ملتا ہے تیرا کنہ ذات — نہیں کھلتی ترے نیرنگ کی بات

بیاں رمز کا پایاں نہیں ہے — مجال عالم امکاں نہیں ہے

بہت گن گا رہے ہیں وید تیرا — نپایا پر کسی نے بھید تیرا

خیال و وہم کو بیگانگی ہے — جنوں کو آپ ہی دیوانگی ہے

نہیں کھلتے ہیں بند و بست تیرے — گل و بلبل ہیں دونوں مست تیرے

ہمیشہ سے ہے جاری رسم الفت — مگر کچھ تو ہیں آئین محبت

طریقے تین ہیں الفت کے ہر چند — نہیں تو ایک کا بھی شوخ پابند

طریق اولیں ہے عین الفت — برابر کی ہو دونوں میں محبت

طریق دوسرا ہے اے ستمگر — گریزاں ایک ہو اور ایک مضطر

طریقہ تیسرا ہے خاک گشتہ — تو دونوں ہوں گے باہم رنگ آغشتہ

[illegible] جلوہ تو دوست — نسبت [illegible] ان کو نسبت دوست

وہ تھا رنگ ہست نیرنگ تجلی — کہ اک صورت پہ پھولوں کی تسلی

ہمہ آئین حکمت کون سا ہے — کہ گھٹتا ہے کہ بڑھتا ہے جو شعلہ

کبھی جور و ستم سے مہربانی — کبھی لطف و کرم کی لن ترانی

کبھی دامن کشی بے سبب ہو — کبھی خود اپنے طالب کی طلب ہے

اوٹھایا تم نے کل رسم جہاں کو　　یونہیں لگتے ہیں دھبے خانداں کو

کہ ہے پابند دنیا آدمی زاد　　کیا ظاہر کہ کیوں ناموس برباد

برا ہے گھر سے باہر پانوں دہرنا　　نہیں لازم کبھی حد سے گذرنا

اوٹھانا ہاتھ کو شرم و حیا سے　　اوترنا ہے نگاہ اقربا سے

زمانے کی نہ رکھی شرم کچھ بھی　　نہیں معلوم سرد و گرم کچھ بھی

کیا کیوں شوق دل ناموس پر حرف　　نگیں کیا ہے جو آئے نام پر حرف

اگرچہ پوچ ہیں وسواس دنیا　　مگر تھا کچھ مناسب پاس دنیا

یہ سچ ہے کون ہے فرزانۂ عشق　　کہاں پابند ہے دیوانۂ عشق

کھلے ہیں مجھ پہ سب راز محبت　　کہ ہے سوز نہاں ساز محبت

تعارف اک برائے نام سا ہے　　تعلق ایک رشتۂ خام سا ہے

محبت کا عجب نشو و نما ہے　　یہ عالم دونوں عالم سے جدا ہے

اگر اے آرزو مندان آغوش　　جہاں خواہی نخواہی ہے فراموش

بھری سر میں ہوائے گلشن وصل　　پڑے ہیں ہاتھ پھر دامن وصل

نہ ہو بیتاب شوق متصل سے　　ذرا کچھ کام لو تسکین دل سے

کہ پھر کامرانی ہے یہی شب　　سر عیش و جوانی ہے یہی شب

یہ سنکر رفرشاہ مہ جبیناں　　بڑہا جوش شباب نازنیناں

قرار و صبر سب قابو میں آئے　　دل خود رفتہ خود پہلو میں آئے

ہوا بزم طرب کا ساز و ساماں　　پھٹے جوبن سلے چاک گریباں

نکیلی چتونوں میں تھا نکیلا　　شبیہ مہتاب میں تھی راہیں لیلا

راس منڈل

کدھر ہے ساقی بزم حقیقت — کہ ذوق عیش ہے نیرنگ قدرت
وہ دے بھر بھر کے اُنکے جام سرشار — سرور بیخودی سے ہوں خبردار
بڑھوں خود جوشش مستی سے آگے — نکل جاؤں کہیں ہستی سے آگے
پڑا غل دورہ چرخ کہن میں — رچا ہے راس منڈل برج بن میں
زمیں پلکوں سے جھاڑی آسماں نے — کیا منڈل کا حلقہ کہکشاں نے
مثال آئینہ میداں تھا شفاف — مہ تاباں نے کی پھر چاندنی صاف
لگائے مشرقی تکیے افق نے — بچھائے مغربی قالین شفق نے
یہی تھا غلغلہ عرش بریں پر — مبارک اے زمیں تیرا مقدر
اسی دن کا تو شوق جانفزا تھا — تجھے جب شیش نے سر پر دھرا تھا
زمیں پر تھا وہ نور عالم پاک — جھکے پڑتے تھے نیچے اہل افلاک
نکالے غرفہ گردوں سے گردن — پکارے دیوتا جی دھن ہو دھن
ریاضت چھٹ گئیں تھی عابدو نکی — سمادھی کھل گئیں تھیں قدسیو نکی
سراپا چشم تھے بہر تماشا — ہوئے تھے محو بشن و ردر و برہما
کمنڈل چھوڑے اور بن جوگیوں نے — اوٹھا لے اپنے آسن جوگیوں نے
لیے ہاتوں پہ نذر جان و تن سے — رواں سب ہو گئے بزم برج بن سے
مچی پاتال کی آکاش میں دھوم — لیے گاؤ زمیں نے اپنے سر چوم
کھٹا گو تھی گرانباری سے بیکل — ملا ہے آج بارے شاخ کا پھل

کھلے قدرت سے کے نیرنگ حقیقت ۔ چمن کو رنگ تھا رنگ حقیقت
تری عشق حقیقی کی تھی مستی ۔ ہراک جانب تھا شغل حق پرستی
نہالان چمن سب برگزیدہ ۔ ہراک شمشاد و قمری حق رسیدہ
لباس فاختہ تھا جوگیانہ ۔ کتی سادھو کی تھی ہر آشیانہ
نکلتا حق تھا قمریاں کی صدا سے ۔ تپشیا سرو کی تھی ایک پا سے
عروسان چمن میں جوگ کا ڈھنگ ۔ ٹپکتا تھا حنا سے گیروا رنگ
ہراک گل پاٹ کے ساماں میں تھا ۔ ہراک غنچہ اوسی کے دھیان میں تھا
ہوئی باد بہاری محو رک سے ۔ گئی شاخ شجر سجدے میں جھک کے
ہوا کے ساتھ ذکر حق رواں تھا ۔ ہراک پتا زبان بید خواں تھا
گل بلبل کو ذوق جاں نثاری ۔ ہوا باندھے ہوئے باد بہاری
عجب تھی پارسش گلہائے رنگیں ۔ نہاتا تھا سرج بن داماں گلچیں
اوٹھائے سر ہوئے سطح میں تھے ۔ حباب گریانی موج میں تھے
لب ساحل پہ نام کرشن اوچار ۔ نہیں ملتے تھے باہم ایک بھی بار
دو عالم تھا نہ تھا آگاہ اسرار ۔ ہراک سو جلوۂ قدرت نمودار
حقیقت نور تھا حسن و عشق کا ڈھنگ ۔ گل و بلبل تھے دونوں ایک ہی رنگ
نہ بلبل کو حیا داری گلوں کی ۔ نہ گل کو شرم تھی کچھ بلبلوں کی
جمی تھی بزم عشرت نصف شب میں ۔ بھری تھیں قدرتیں جوش طرب میں
نگاہوں میں تھا نور جلوۂ ذات ۔ ہوئی تھی گرم کیا بزم ملاقات
بیا وقت اپنا چرخ [illegible] نے ۔ طرب ساز زہرہ مشتری نے

کھڑا تھا ہاتھ باندھے سانورے دیس
بھرا تھا بھیروی نے جوگیا بھیس

بھاگ اپنے ہی کچھ بیراگ میں تھا
غرض جو راگ تھا انوراگ میں تھا

لما نکا وقت کسکی تال اور تان
جھنجھوٹی گا رہی تھی شیام کلیان

زہے بخت پر پریاں گرد کل
کہ تھا ہم بزم وہ حسن جزو کل

یہ دل خود رفتۂ دل سے ہم آغوش
وہ خود پہلو نشیں بے خود فراموش

سہری جا بیٹھے بھر رنگ محفل
جدا دیکھی ہر اک کی خواہش دل

کیا وحدت کو کثرت کا اشارہ
بنا تو ایک سے بہر نظارہ

ہر اک آئینہ رو کے رو برو تھا
وہی اک حسن سب کے دو بدو تھا

الگ اک ایک پر جلوہ گری تھی
وہی ٹیکہ تھا وہی بانسری تھی

وہی سجے کریٹ اور وہی مکٹ تھا
وہی جامہ تھا وہی پیت پٹ تھا

وہی دُر وہ ہی مکراکرت کنڈل
وہی زلفیں وہی گیسو وہی بل

وہی ہیکل وہی پھولوں کی مالا
وہی قامت وہی تھا قد بالا

وہی نور جبیں وہ ہی سیاہی
وہی سج دھج تھی وہ ہی کج کلاہی

وہی چھب میں ادائے دلبری تھی
وہی شوخی وہی عشوہ گری تھی

وہی جلوہ وہی تھا نور جاوید
وہی کثرت وہی تھا رنگ توحید

ہر اک صورت میں تھا حسن یگانہ
بنا تھا برج بن آئینہ خانہ

ہر اک جانے ہوئے قابو میں اپنے
ہر اک سمجھے ہوئے پہلو میں اپنے

ہوا کثرت نما جب حسن یکتا
ہر اک گوپی کا تھا اک کنہیا

بت طناز بہر رقص تھا ساتھ
لیا اک اک نے اک اک شیام کا ہاتھ

مبارک ساتھ جسکا ساتھ ہو یہ
کلید گنج اسرار حقیقت
ہوا رقصان بت طاؤس طناز
نکل جائے نہ تا جھٹکے میں مرلی
فلک سہا کہ کسکی شان ہے یہ
مہ و خورشید چرخ و عرش جھومے
بھرے ٹھوکر میں اعجاز ازل تھے
نثار پائے نازک جز و کل تھا
غضب کی گردشیں عرش بریں کو
بھرے تھے جلوہائے حسن نیرنگ
ہوئی آکاش سے پھولوں کی برکھا
رخ پر نور کا صدقہ اوتارا
غرض سب کو بیاں ناز پرور
نیا دم دم یہ طرز رقص ایجاد
کبھی تنہا کبھی تھا ہاتھ میں ہاتھ
اداؤں سے کبھی دامن کشیدہ
کبھی چکر پہ چکر تھے جھپٹ کے
نرالا نرت کا تھا گت ہے انداز
کھڑے ہو ہو کے پورسا یا پلٹ کو

مبارک ہاتھ جسمیں ہاتھ ہو یہ
ہر اک کے ہاتھ میں تھا دست قدرت
عجب جنبش میں آیا جلوہ ناز
لگا لی شام نے پٹکے میں مرلی
زمیں اوچھلی کہ کیا سامان ہے یہ
ہر اک گردش میں سو پیمانہ گھومے
کروڑوں بشن تھے پدموں کمل تھے
عجب ہنگامہ قدرت کا غل تھا
بلا کی کروٹیں لگا و زمیں کو
نگہ کو عرصہ کونین تھا تنگ
فلک نے خود زر انجم کو پرکھا
مہ و خورشید کو گردوں نے وارا
دکھاتی کرشن کو تھیں اپنے جوہر
بتان فتنہ زا ایک ایک استاد
نچایا ناچ لیکر شام کو ساتھ
کبھی شمشاد قامت تھیں خمیدہ
کبھی چنچل چلیں اچھل اولٹ کے
نکلتی تھی نہ اک گھنگرو کی آواز
اوتارا انگلیوں پر گت کی گت کو

خاتمہ

بس اب اے شعلۂ خستہ جگر بس — کہاں تو اور کہاں وہ پریم کا رس
ہمیشہ سے ہے پابند طریقت — حقیقت کیا تری اوسکی حقیقت
یہ کیا سامان یہ کیا حکمت کا تماشا — نہ جانی ایک بھی کیفیت راز
نہ سمجھا کوئی کاروبار اوسکے — نہیں کھلتے کبھی اسرار اوسکے
کہاں کی بات پوچھا کا ہے کا نیم — ہے ہر وصل کافی پریم ہی پریم
نہیں وہاں فرق بخشش میں سر مو — تجھے جو مانگنا ہو مانگ لے تو
سبب کیا چاہئے جو بے سبب دے — طلب کیا اوس سے تو خود طلب دے
نہیں ہوں مانگنے لائق کسی طور — تجھے کیا چاہئے اوسکے سوا اور
وہی جو مانگی سری رادہا رمن کی — وہی دو ہاتھ کھونٹی برج بن کی
مٹے دنیا و عقبے کا بکھیڑا — لگا دو پار کر پایندہ بیڑا
تمنا دے رہی ہے عرض کو طول — ملے اس نظم کو بھی رنگ مقبول
نہیں میرا صلہ گوہر فشانی — مگر کچھ پریم کا آنکھوں میں پانی

بجے جے بجے آلی سجے

قطعہ تاریخ از مصنف

چو شد آراستہ ایں گلشن راز — بہار برج چمن نیرنگ قدرت
برہنا سر برون آوردہ از جیب — بجوش خورمی داد ایں بشارت
کہ اے شعلہ پے تاریخ تصنیف — بگو نظارۂ حسن حقیقت
۹۰ ۱۸ ۶

دستخط خاص	بجے ہو بجے ہو بجے ہو	بھواری لال شعلہ

نالۂ ہمدرد

یعنی

نوحہ منشی کالی پرشاد در ماتم بہاشنکر جنت آرامگاہ

جو ایک ماتمی مجلس میں پڑھا گیا

رباعیات

جینا جنکا ہو اسی دہر میں کھونیکے لیے
اشک طوفاں جو بہے ہیں تو ڈبونیکے لیے
کل تلک حال پہ روتا تھا ہمارے جو شخص
آج ہم جمع ہوئے ہیں اوسے رونیکے لیے

دیگر

جو نیک نہاد تہے کالی پرشاد
فرخندہ نژاد تہے کالی پرشاد
ہمدردی قوم رو رہی ہے سر پر
کالی پرشاد ہی تہے کالی پرشاد

نوحہ

اے نالو آج حشر اوٹھانیکا وقت ہے
اے آہ گرم برق گرانیکا وقت ہے
اے گریہ جوش اشک دکھانیکا وقت ہے
اے سوز سینہ آگ لگانیکا وقت ہے

کٹ جائے وہ زبان کہ جو نوحہ گر نہو

وہ آنکھ پھوٹ جائے جو اس غم سے تر نہ ہو

اے روزگار گردش لیل و نہار حیف
اے خاک بیزئ مژہ اشکبار حیف

اے بے ثبات ہستی ناپائدار حیف
مٹی میں مل گیا گہر آبدار حیف

وہ بار غم پڑا جو کہیں سے نہ اوٹھ سکے
وہ آسماں گرا جو زمیں سے نہ اوٹھ سکے

کس خیر خواہ قوم نے رحلت پسند کی
ایسے کو فکر کیا رہ پست و بلند کی

تشریف جا بجا ہے کہاں دردمند کی
در کھل گیے بہشت کے جب آنکھ بند کی

ہاں آسرا ہمارا مسیحا سے اوٹھ گیا
اک چارہ ساز تھا کہ جو دنیا سے اوٹھ گیا

وہ درد بڑھ چلا ہے کہ چارہ نہیں رہا
شہرت ہے سوائے مرگ گوارا نہیں رہا

دنیا میں کچھ علاج ہمارا نہیں رہا
اب قوم ناتواں کا سہارا نہیں رہا

بالیں سے کون ٹھہر کے دم سرد اوٹھ گیا
اے درد اب معاف کر ہمدرد اوٹھ گیا

افسوس ایسے قوت بازو کا ٹوٹنا
رونا ہے [illegible] کا چھوٹنا

افسوس ایسے بھائی کا یوں وقت چھوٹنا
ایسے [illegible] کا لوٹنا

وہ کون ہے جہاں میں جو پامال غم نہیں
یہ حادثہ بلا ہے قیامت سے کم نہیں

وہ افتخار قوم تھا وہ فخر روزگار
سچا تھا دوست سیادت قومی کا دوستدار

قربان اوس پہ قوم تو وہ قوم پر نثار
سائل کو جان دینے میں بھی تھا دلیں [illegible]

جو سر کو بیچتے ہیں بھلائی کے واسطے
وہ جان تول دیتے ہیں بھائی کیواسطے

وہ جاتے واپسیں دم رحلت ابد پر چلے
ہمت پکارتی تھی کہاں چھوڑ کر چلے
کہتے تھے اقربا کہ اکیلے کدھر چلے
دولت یہ کہہ رہی تھی مجھے کیدھر چلے

حاضر ہوں ہر وقف نہ اب ٹالیے مجھے
پیدا کیا تھا دینے کو دے ڈالیے مجھے

دست سخی بڑھا کیا تھا تعلیم کے نام پر
عمر عزیز آگئی جب اختتام پر
ہمت بندھی ہوئی تھی بھلائی کے کام پر
جو ملک خاص تھی اُسے بخشا عوام پر

چھ لاکھ کو جہاں میں ایک نام بک گیا
سرمایہ حیات کھرے دام بک گیا

کیسا لٹا ہے قوم کا گلزار ہائے ہائے
گیا اوٹھ گیا جہاں سے وفادار ہائے ہائے
غم دیکھا ہے اپنا ہی غمخوار ہائے ہائے
پامال ہو گیا چمن زار ہائے ہائے

ثمر ہونے کو جو نہال تھے مرجھا کے رہ گئے
کھلنے کو تھے جو پھول وہ کملا کے رہ گئے

پھولا پھلا تھا کیا چمن لالہ زار قوم
پامال ہو چلی ہے خزاں سے بہار قوم
سینچا تھا اپنی خون سے ایک جاں نثار قوم
بیمار ہوا اجل کو مگر دوستدار قوم

باد بہار چلنے سے رگ رگ کے رہ گئی
اوٹھنے کو تھی جو شاخ وہ جھک جھک کے رہ گئی

کالسیتھ پاٹ شالا کا وہ مدرسہ عظیم
تحقیق وہ برن کی کتب خانہ قدیم

قصیدہ تہنیت جلسہ سالانہ کائستھ سبھا آگرہ

رباعی

جو دل میں ہے مدعا لکھوں یا نہ لکھوں
یہ لطف ہے دوسرا لکھوں یا نہ لکھوں
اسپیچ کو کیا طرز سخن سے نسبت
یہاں نظم کا کیا مزا لکھوں یا نہ لکھوں

دیگر

اب اہل سخن کی خوش بیانی دیکھو
اصحاب کرم کی مہربانی دیکھو
جان دیتے ہیں قوم کی بھلائی کیلئے
ارباب سبھا کی جانفشانی دیکھو

قصیدہ

چمن میں نکہت گل تیا ہوئی ہے ہوا
پھر آئی سال تو ملتا نہیں دماغ بہار
ہجوم بوئے چمن کی ہے کشمکش کیا کیا
صبا کو جنبش یک گام سے نفس ہے دشوار
کمر روح فزا سے جاتے ہیں بادل
اڑا ہے عطرفشانی ہی کیا موج نکہت گلزار
سوا ہوا ہے چمن سے دماغ عنبر بیز
چٹک سے غنچوں کی ٹوٹے ہیں شیشۂ عطار

ہوئے تر دوش محبت سے مردہ دل زندہ
دم مسیح کا دم بھر ہے بیچ خاک مزار

ہماری بات سے پرتی ہے جان مضمون میں
ہمارے خامہ کی جنبش ہے نبض کی رفتار

علم ہمارا نوید ظفر ہے وقت ستیز
قلم ہمارا کلید خزانۂ اسرار

ہر ایک حرف یہ کرتا ہے نجم افشانی
دبیر چرخ ہمارا ہوا نا باجگزار

اگر نشہ میں نہ سمجھے [illegible] قرار
یہ درد سر کا سبب ہے چڑھی ہو کا اوتار

رہ ثواب میں ترک شراب بھی ہے کفر
کہ زیر سایۂ رحمت ہمیشہ ہے مے خوار

مگر نہ ایسی کہ آئے زباں میں لغزش
نہ اسطرح کہ اولجھ جائے پاؤں میں دستار

سہی گناہ مگر جرم تو نہیں کوئی
شراب خوار سے بدتر کہیں ہیں رشوتخوار

نکل چلا جو خلاف طریق ہیں [illegible]
عنان اشہب خامہ کو موڑ لی ناچار

یہ وہ جگہ ہے کہ مضمون لڑکھڑاتا ہے
سبہا ہے محتسب بادہ اور ہیں بادہ گسار

دکھاؤں جلسہ سالانہ کی بہار [illegible]
وہ شور شور کا مطلع سناؤں ہوشیار

مطلع ثالث

مزا ہے جبکہ سے [illegible] کھل گئے دولت بیدار
صبا کہے کہ عروس چمن نقاب اوتار

نگاہ اہل بصیرت کا وہ ہجوم ہے آج
دکھے ہیں سلسلۂ مژگاں سے ہر در و دیوار

یہ اتفاق سے ٹھنڈا ہر ایک کا دل ہے
نفاق گرمی صحبت نے کر دیا فی النار

یہ آفتاب محبت ہے روشنی افزا
کہ عاشقوں کی شب ہجر بھی نہیں شب تار

ہوئی ہے کس کے سر ہم جلوہ افروزی
نہیں کسی کو تجلئ طور میں تکرار

سبہا کے جلسے میں ہے آج مہرووں کا ہجوم
فلک نے خواں میں انجم بھرے ہیں بہر نثار

اپنے ہاتھوں سے لٹا ڈالی ہے دولت تو نے
قوم کی بھول کے بھی کی نہ محبت تو نے
اپنے ہاتھوں ہی سے لی سر پہ مصیبت تو نے
کیسی افسوس بگڑی دیکھی ہے حالت تو نے

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے تیرے رونے والے

تو بھلا قوم کے پر دل میں بھلائی تو نہیں
نور ہے دل میں مگر جلوہ افزائی تو نہیں
تو برا تو سے نصیبوں کی برائی تو نہیں
ہاتھ چھٹتے ہیں گھرا دن جیسے منزلئی تو نہیں

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے تیرے رونے والے

کونسا سینہ میں دم ہے تو دم سرد نہیں
سست ہمت ہے اگر اب بھی جو اکر و نہیں
درد ہے دل میں مگر قوم کا ہمدرد نہیں
کارواں دور گیا دیکھ کہیں گرد نہیں

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے تیرے رونے والے

تو بھی ناکام ہے گر قوم سے کچھ کام نہیں
اس تغافل کا تو اچھا کبھی انجام نہیں
تو بھی بے چین ہے گر قوم کو آرام نہیں
دن بہت چڑھ گیا اب خواب کا ہنگام نہیں

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے تیرے رونے والے

بے مہر محبت جو اگر رہے تو بھی ناشاد ہو
کونسا دم ہے ترا جبریاں ہیں کہ فریاد نہ ہو
ناخلف سے تو یہ بہتر ہے کہ اولاد نہ ہو
دیکھ تو اپنے ہی ہاتھوں کہیں برباد نہ ہو

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے

ایڈریس نظم

تہنیت خیر مقدم منشی گنیش نراین ورما مسٹر ایٹ لا ایل ایل ڈی کایستھ کل بھوشن

جلسہ علیگڑھ ۱۴؍ اپریل ۱۸۹۹ء لالہ [illegible]

قطعہ

یک وہ روز تھا کہ سب کہتے تھے
اسی جلسہ کے سب تماشائی

سفر قسمت مبارکباد
بسلامت روی و باز آئی

ج وہ دن ہے پھر یہ سب تجھ سے
تیرے مشتاق تیرے شیدائی

ے جو خوش آمدی مبارکباد
کامیابی و جلوہ افزائی

رباعی

ا جو بخت جگر ہو کے خانداں سے ملا
بدن سے روح ملی اور جسم جاں سے ملا

سہ آ کے عزیزاں تو ہم سے یوں ملا تو
بچھڑ کے جیسے کہ یوسف تھا کارواں سے ملا

کج روی طینت حاسد کا ہے اسطرح اصول
سیدھا چلتا نہیں جسطرح سے شطرنج کا فیل

دشمن قوم نہ کیوں ناخن تدبیر سے ہیں
ٹھونکدی قادر مطلق نے یہ تقدیر میں کیل

کیوں نہ بدخواہ سبک مایہ کی زشتی ہو دراز
کاغذ بادی کو اڑنے کیلئے ملتی ہے ڈھیل

جھونپڑا اہل سخاوت کا فلک منظر ہے
خانہ بوم ہے گو کیسا ہی ہو قصر بخیل

شیوہ مدحت قومی ہے شرافت کا اصول
یوں برا کہنے کو کہنے دو کہے کوئی رذیل

عجز کیونکر ہو بھر جوہر ذاتی اپنا
دوہری ہوتی ہے آشنا پہ ہے جو تیغ اصیل

مفلسی نعمت دنیا پہ لگائے ٹھوکر
کاسہ فقر و گدائی ہے یہاں خوان خلیل

دینے والوں کو سدا دیتا ہے دینے والا
لینے والا ہے جو اوروں سے وہ کیا دیگا بخیل

خاک میں لوٹتے پھرتے ہیں بدخواہ مدام
ڈوبنے کو نہ دریا ہو نہ تالاب نہ جھیل

مختصر مختصر اے فکر معانی آرا
قوم کی حالت پر درد کا قصہ ہے طویل

آسماں راہ پہ لاتا نہیں گمراہوں کو
چرخ کجباز ہر اک کام میں ہوتا ہے دخیل

دولت علم کے مالک ہیں تو مانگیں کس سے
یہ امانت ہے ہماری وہ ہماری تحویل

وہ سخنور ہوں سخن کی جو ستایش چاہوں
چیر کر گور نکل آئے ابھی روح قتیل

ماہ ہر رات کو خورشید لقا ہے دن کو
توسن طبع رواں دیکھئے بنتا ہے شکیل

میرے اشعار سے ہے بزم سخن کو رونق
رونق حسن کمالات کو مجھ سے تکمیل

حسن کو مجھ سے ملک عشق کو مجھ سے سوزش
فضل کو مجھ سے شرف علم کو مجھ سے تفضیل

حافظے میں مرے ہر سورۂ قرآں ازبر
حاشیے میں مرے توریت و زبور انجیل

میری تفصیل کی میزان کا ہونا ہے محال
میرے اجمال کو پیدا نہیں ہوتی تفصیل

میرے لفظوں کی گرانباری ہے کوہ تمکیں
میرے خامے کی کشش ہے کشش جر ثقیل

مکانوں کو بکوائے جام شغالی

برائی کی جڑ ہے یہ دل سے پرستی
دکھائی بلندی سے اپنی ہی پستی
بری ہو بری ہے گراں ہوگئی ہستی
گھٹے حوصلے بڑھ گئی تنگدستی

غرض کہنے لگے بھر کے ہولی کے نے میں
مزا آگیا کھٹے پانی کی قے میں

ہمیں آپ اپنے سے آئی ہے نفرت
لگا دی ہے افلاس نے کیسی صورت
لٹائی بزرگوں کی محفوظ دولت
ہمارے گھروں پر برستی ہے عبرت

حویلی جسے مدہ کمتر دیکھتی ہے
جو دولت سرا تھی کھنڈر دیکھتی ہے

یہ کہنے کی ہے بات قسمت ہے سوئی
جو سکھے خوش حال اونکی صورت ہے روئی
بگڑتے نہ فکر جو اصلاح ہوتی
نہ بچوں کو ٹوپی نہ بوڑھوں کو دھوتی

تماشا چار خانہ کا کورتہ ہے بر میں
انگرکھے تو گروی ہیں انگنوں کے گھر میں

صد افسوس چھوٹی ہے یہ برائی
ہزاروں میں ایسی برائی کھلائی
اور اس پر ہے تہذیب نا لکھا پائی
نہ اصلاح ہوگی نہ ہوگی صفائی

انھیں غفلتوں میں اگر جیسا ن رہے
کسی روز ڈوبینگے ہم سب کو لیکے

جوانان قوم اٹھو میدان میں آؤ
کمر باندھ لو اپنی جرات دکھاؤ
جو سوتے ہیں سیتے ہیں اونہیں بھی جگاؤ
اگر جوش خون ہے تو خون میں نہاؤ

جلسہ و فن ج علیگڑھ

رحمت بصفات ساقی خلد — جسنے ہمیں بادہ کش بنایا
صد شکر ابد بانعمتے ناب — نعمت کا عجب مزا چکھایا
احسان ہیں پیر مغ کے کیا کیا — جسنے سر خم ہمیں بٹھایا
تسخیر عمل ہے نشہ اس کا — اس دیو میں ہے پری کا سایا
خالی ہے قبول عجز کس کا — شیشہ نے ہزار سر جھکایا
کیا نشہ میں پندگو کی باتیں — واعظ کو جو سامنے بٹھایا
کھتے ہیں محبت مئے ناب — خالی ہوا جام دل بھر آیا
جبریل امیں نے ہاتھ پکڑا — جب مست کا پاؤں لڑکھڑایا
ہے آب حیات کی حلاوت — کیا زیست کا لطف ہاتھ آیا
قلقل کی صدا نے مثل قمقم — اعجاز مسیح کو دکھایا
بے وجہ روی نہیں ہے حالت — اس خانہ خراب نے مٹایا
بدنام شراب کس لیے ہے — مے نوشی پہ کیوں زوال آیا
اک چلو میں تھے سے پاؤں اکھڑے — کم ظرفوں نے نام کو ڈبایا
نشہ میں ٹکے زمیں پہ ہاتھ — انسان سے بنا ہے چارپایا
رکتی ہی نہیں زباں دہن میں — دیوانہ کو کس نے کاٹ کھایا
اوکھڑے جو قدم تو پاؤں سرپر — سر اٹھا جھکا قدم پہ آیا
بے وجہ زباں پہ ہائے ہو ہے — بے ساختہ شور و غل مچایا

ایک چھوڑا ترکہ پدر تھا — او پہروں میں اوسنے تھی جا بجا بنایا
ہو جائینگے ایک روز دو تین — کس کو جانیگا سب بجھایا
احسان ہیں اوسکی خاص جسکی — اس رسم کو عالم سے اوٹھایا
میں توبہ شکن وہ ہوں ولیکن — ایک روز نہ عہد کو نبھایا
اے گو یہ بحال خویش داری — کیوں سارے زمانہ کو ہنسایا
شعلہ اب ہو چکی شکایت — مضمون یہی بس ہاتھ آیا
ہم اور شراب کی بُرائی — کیا کلمۂ کفر لب پر آیا
اے حالت زار قوم صد حیف — تو نے کیا کیا نہ کچھ سنایا
اس نشہ میں تھا سرور جاوید — اسنے ہی خدا سے تھا ملایا
مقبول ہوئی نماز کعبہ — جب شیشہ کو طاق سے اوٹھایا
مے پینا گناہ سب غلط تھا — اسنے ہی گناہ سے بچایا
ہیں اور بھی قوم میں بہت نقص — اون کو اب تک نہیں جتایا
سب سے پہلے نفاق کا عیب — جسنے ہمیں خاک میں ملایا
اس درد کی کچھ دوا نہیں ہے — ہمدردی کے نام کو مٹایا
تعلیم سے دور دور کوسوں — تہذیب سے تھا کنارا پایا
یہاں پڑھنے کو حرف تک نہ اوٹھا — یہاں لکھنے کو نام تک نہ آیا
ان پست خیالیوں نے کھویا — ہمت نے زمیں پر گرایا
درماں سے ہوئی زیادہ کاوش — صندل نے بھی درد سر بڑھایا
تدبیر نہ کوئی کام آئی — اور آگ لگی جہاں بجھایا

شاہ رخ کہ ہے سا چھپاتے — کس ضعف پہ زور آزمایا
صد شکر کہ اب زمانہ پلٹا — صد شکر کہ سوتوں کو جگایا
تھا قالب قوم گویا مردہ — اس نبض میں دم کہیں نہ پایا
دیکھی نہ کبھی دوا کی صورت — کس یاس سے دم لبوں پہ آیا
جز درد نہ چارہ ساز کوئی — جز رنج زمانہ تھا پرایا
حسرت سے نگاہ چار سو تھی — رونے والا کوئی نہ پایا
دوتی رہی سر پہ بیکسی ایک — کمبخت کو بے کفن اٹھایا
پہونچا ہی دیا تھا گور کے پاس — ہے شکر کہ دم پلٹ کے آیا
مردہ میں دوبارہ جان آئی — کیا قم کہہ جان فزا سنایا
شاباش سبھا کی گرم صحبت — کیا تخم نفاق کو جلایا
مردہ کو کیا ہے دم میں زندہ — عیسیٰ کا سا معجزہ دکھایا
محروم کو ہے امید کی آس — مایوس کا آسرا بندھایا
یہ جلسہ اوسی کے فیض سے ہے — یہ باغ اوسی چمن کا سایا
ہر سرو یہاں خدا رسیدہ — ہر شاخ کو سجدہ میں جھکایا
ہر غنچہ خموش فکر حق میں — ہر بلبل باغ چہچہایا
شبنم کو کشش نہیں ہو مہر — کیا ابر کرم نے سر پہ چھایا
گل چینوں کی دستبردیوں پر — ہر پھول چمن کا کھل کھلایا
نکہت پہ ہے سینکے جان دی ہے — سنبل میں ہے سینکے دل پھنسایا
شمشاد ہو اپنے فن کا استاد — قمری کو نیا سبق پڑھایا

اس باغ کی وہ زمین ہے جسکو	جو عرش بریں نے سر چڑھایا
ہو وجہ کو جلسہ ملاقات	ہر سال اسی طرح خدایا
شعلہ اے تیری نغمہ سنجی ہے	اسپیچ کو نظم میں سنایا

رباعیات

ہے کون جو بے ادب برابر ٹھہرے	جب دخل نہیں کسی کا کیونکر ٹھہرے
دربار وزیر شاہ کونین ہے یہ	جبریل امیں سے کہدو باہر ٹھہرے

ولہ

نغمہ بہار کا ہے میری داستاں نہیں	بلبل چہک رہا ہے یہ رنگ بیاں نہیں
اعجاز ہے مسیح کا میرے کلام میں	میں فخر روزگار ہوں پر قدرداں نہیں

ولہ

فضول صرف سے پڑتا ہے فرق ثروت میں	شراب خواری سے لگتی ہے آگ دولت میں
تمام عیب ہیں دنیا کے مجھ میں اے شعلہ	نفاق و بغض و حسد تو نہیں طبیعت میں

ولہ

بیمار ہے جس سے ہو طبیعت ہاری	جیتا ہے وہ ہی کہ جس نے دولت ہاری
ہمدردی قوم کا کھلاڑی جیتا	ہارا ہے وہ ہی کہ جس نے ہمت ہاری

بند

یہ دن خوشا کہ دوج کے جلسے کا ہے سرور
باہم کے اتحاد و محبت کو ہے وفور
یہ چترگپت مورث اعلےٰ کا سب ظہور
وہ آج پاس بیٹھے ہیں پھرتے تھے کل جو دور

حاصل سوائے رنج نہیں کچھ نفاق میں
کتنا مزا ملا ہے کہو اتفاق میں

برہما کو حکم عالم ایجاد جب ہوا
چھتری و ویش و برہمن و شودر نام تھا
ہوں چار عضو جسم سے چاروں برن جدا
باقی تمام کایا سے کایستھ ہو گیا

اس طرح ہر چہار برن کے ظہور میں
سب ایک ایک جزو کے ہم کل کے نور ہیں

اپنا ہی انتظام ہے کل کائنات میں
مسند نشیں صدر و وزارت صفات میں
ہم وہ ہیں جنکے خامہ قدرت ہے ہاتھ میں
بخشش جہاں کی ہے نگہ التفات میں

دنیا کے اہتمام ہمارے عمل سے ہیں
اعمال نیک و بد کے محاسب ازل سے ہیں

قربت ہماری مالک کون و مکاں سے ہے
دولت ہماری بخشش بحر گراں سے ہے
خلقت ہماری خالق ہر انس و جاں سے ہے
عزت ہماری مورث اعلےٰ کی [illegible] سے ہے

دربار میں خدا کے مسل خواں ہمارا ہے
کل دفتر ازل میں قلمداں ہمارا ہے

اس مرتبہ کو پاکے بھی کچھ ہمکو غم نہیں
نادم تو ہیں مگر کسی گردن میں کم نہیں

بیدم یہاں تلک تو ہوئے دم میں دم نہیں | کیا کیا ہماری جان پہ ٹوٹا ستم نہیں

اعمال نامہ اپنا اگرچہ سیاہ ہے
ہم اوسکی پشت میں ہیں جو سبکی پناہ ہے

ایک ایک بھائی دوسرے بھائی سے ہے الگ
حقہ الگ کسی کا کسیکی ہے نے الگ

نااتفاقیوں سے ہے ہر ایک شے الگ
گاتے ہیں ایک راگ مگر سبکے لے الگ

سچ یوں ہے اتفاق سے دل ہی اوچاٹ ہیں
جو پہلے بارہ بھائی تھے اب بارہ باٹ ہیں

ایسے اتحاد کا کیوں بند رستہ ہے
ظاہر ہے یہ کہ حال جو کچھ اپنا خستہ ہے

دل میں ملال درد تہ خم نشستہ ہے
مورت کا مندر دل کی طرح سے شکستہ ہے

اے شعلہ اپنے حال کو کیا جانتے نہیں
اولاد کے بھی فرض کو پہچانتے نہیں

جلسہ کانسٹہ کنفرنس بریلی ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء

رباعی

جب ہی ملتے ہیں جب ایسا ہی سبب ملتا ہے
ایک کا ملنا بھی کل قوم کا ملنا ہے یہاں

بھائی بچھڑا ہوا افسوس ہے کب ملتا ہے
زیادہ ہو جاتے ہیں ایک ایک سے جب ملتا ہے

مسدس

کیا شاندار جلسۂ عالی وقار ہے
کانفرنس عجب لالہ زار ہے

ہاں فرض شکر رحمت پروردگار ہے
ایک ایک گل پہ لاکھ چمن کی بہار ہے

دامن جھٹک رہے ہیں نہالان قوم کے
بلبل چہک رہے ہیں گلستان قوم کے

پہچانتے نہ تھے جنھیں وہ دل میں بس گئے
برسوں سے جنکی ڈھونڈھ تھی ایکدم میں پا گئے

دیکھا نہ تھا جنھیں وہ نظر میں سما گئے
کانفرنس کے انداز بھا گئے

اک اک سے ایک ایک کو دلبستہ کر دیا
سارا چمن سمیٹ کے گلدستہ کر دیا

دل ایک روح ایک بدن ایک جان ایک
سر ایک کا اک خیال ہر اک کا بیان ایک

خون ایک گوشت ایک رگ استخوان ایک
باتیں لاکھ منہ میں ہوں گو یا زبان ایک

بھائی کے بدلے دولت کونین خاک ہے
دنیا میں ساری قوت بازو کی دھاک ہے

پہلی خوشی ہے کوئی اس جلوہ گاہ میں
آنکھیں بچھی ہوئی ہیں محبت کی راہ میں

جیسا بھرا ہے شوق ہر اک کی نگاہ میں
بچھیں بھائی بھائی ہے بھائی کی چاہ میں

وابستہ دل سے دل ہے جلسے طرح آج
سچی خوشی یہی ہے جو پیش نظر ہے آج

کیا بات بھائی بھائی سے جوش سرور ہے
حسرت نکالتے ہیں دل ناصبور ہے

قابو میں دل نہیں ہیں خوشی کے فتور سے
نظریں لڑا رہے ہیں محبت کی دور سے

ہر دل پہ صاف نقش محبت جمانے ہیں

جسنے کہ دی ہو ملکہ قیصر کو قیصری | شعلہ کو جسنے بخشا ہو ملک سخنوری

اس حریت جس کا حامی وہی رہے
کالستھہ کنفرنس کا حامی وہی رہے

نظم جلسہ کالستھہ کانفرنس متھرا سنہ ۱۸۹۳ء

رباعیات

مژدہ ہوا اہل قوم کہ او دہار ہو گیا
کالستھہ کنفرنس جسے کہ رہے ہیں سب
عظمت یہی ہے اپنی یہی اپنی شان ہے
دو قالب یک جان یہ پورا ناخیال تھا

بیڑا جو تھا بھنور میں وہ اب پار ہو گیا
گیارہ کلا کا یج میں اوتار ہو گیا
ولہٗ آپس کا اتفاق ہمارا نشان ہے
بائیس لاکھ جسم میں اب ایک جان ہے

ہر تخم میں الگ مزا ہے چکھنے کے لیے
بھائی ہیں مخالفت ہمساری کیسی

ولہٗ ہر پھول میں رنگ و بو ہے کھلنے کے لیے
اب سے بچھڑے اگر ہیں ہم تو ملنے کے لیے

مسدس

اے صاحبان جلسہ عالی فلک وقار
جسنے بنایا ملکہ قیصر کو تاجدار

پہلے ہے فرض شکر خداوند کردگار
ہم کو رعایا ہونے کا بخت ہے افتخار

ہوتی نہیں ہو خون برادر کی بو غلط
دوڑے نہ ٹھیر کے جوش ہیں جو وہ لہو غلط

اظہار عرض حال تھا اک احتیاج کا
یہاں جانتے نہیں ہیں مگر نامزاج کا

ہاں قوم کے ہیں زندۂ جاوید جان نثار
ہوتا ہو سب کو خدمت قومی سے افتخار
گلشن چمن ہو قوم کا اور پھول ہیں ہزار
گلشن میں ایک سینچنے والے کی ہو بہار

کیا ایک افتخار ہے سارا ہی فخر ہے
جو فخر قوم ہے وہ ہمارا ہی فخر ہے

ہیں جسم قوم کے لیے جان و جگر عزیز
انسان کو جس طرح سے ہوں چشم و نظر عزیز
جیسے بہار باغ کو پھول اور ثمر عزیز
جیسے فلک کو واسطے شمس و قمر عزیز

الغرض دو یہ اتفاق کا نظم فصیح ہے
اک خضر ہے تو دوسرا اس کو مسیح ہے

اب وہ دکھاؤں انکو جلسہ میں جو ہیں قوم
اک اشتیاق خاص سب کا علی العموم
اصلاح پر عمل ہیں ترقی یہ ہیں علوم
حرف غلط کی طرح سے مٹتی ہیں بد رسوم

مٹتی ہیں روک ٹوک جو ہیں صاف راہ میں
تجویزیں پاس ہوتی ہیں قومی رفاہ میں

سب سے بڑی برائی تھی جو قوم میں بھری
پھیلی ہوئی تھی جس کی ہر اک گھر میں ابتری
جو پہنچانی ہو زوال کو جس سے تو نگری
سیرت میں مثل دیو تھی صورت میں ہو پری

جس کے سبب سے قوم کا چہرہ سیاہ ہے
کیوں نام لوں کہ نام بھی لینا گناہ ہے

سچے دہرم کی پہچان

ہم ڈھونڈیں کہاں سے بھلا کہو اس نظم کا لطف
وہ لفظ نہیں جن میں بیاں ہو یہ لطافت
جو کچھ کہ ملا آپ کے چرنوں کی بدولت
اس دہرم کے جلسہ نے جو بخشی مجھے عزت

ہو شکر ادا آپ کی کرپا کا کہاں تک
جو کھینچ کے لائی ہے علیگڈھ سے یہاں تک

سچ دہرم سناتن کی ہے دہرم کی جڑ ہو
ست دہرم کا جھگڑا جو اٹھا ہے ابھی جڑ ہو
سنسار میں سورج کی طرح دہرم او شبہ ہو
جو کرشن کا ہے جگت سر کرشن ہیں سے ہو

کھو دیتا ہے جوں شب کی سیاہی کو سویرا
مٹ جاتا ہے سورج کے نکلنے سے اندھیرا

ست دہرم سناتن ہے نئی بات نہیں ہے
پرکاش ہے سورج کا جہاں رات نہیں ہے
اجمیر کی آئی ہوئی سوغات نہیں ہے
ست دہرم سے مت دہرم مساوات نہیں ہے

جب دہرم نہیں بھگتی کی دولت نہیں ملتی
ہر جا میں ڈھونڈو تو یہ نعمت نہیں ملتی

یہ اندر پرست اور یہ خوشا دہرم کا جلسہ
ست دہرم کے اپدیشوں کی سبھا دہرم کا جلسہ
بتلاتی ہیں کیا دہرم و سبھا دہرم کا جلسہ
آنند ہے آنند بھرا دہرم کا جلسہ

ست دہرم کے سورج کا وہ پرکاش ہوا ہے
مت دہرم کے اندھیر کا اب ناش ہوا ہے

کیا وجہ نظر آتا ہے ہر ایک جو مسرور
ہے کون جسے دہرم کی رکشا ہے یہ منظور
ست دہرم کے آنند کا ہر چہرہ پہ ہے نور
بتلاؤں وہی کرشن جو ہے جگت میں بھرپور

نانا کہیں ہوکا تو پیاسی کہیں ناتی | دینے کی عوض ٹھیر دیا تیروں پہ پانی

اونتاروں کو انسان کیطرح جان رہے ہیں
اندھے ہیں یہ کیا برھمہ کو پہچان رہے ہیں

وہ دہن ہیں اپدیش ہیں جو وقت گذاریں | وہ دہن ہیں جو دہرم کی بگڑی کو سنواریں
وہ دہن ہیں جو ڈوبتی کشتی کو ابھاریں | وہ دہن ہیں منجدھار سے جو پار اوتاریں

دہرماتما استہاں کہاں جمع ہوئے ہیں
ہیں دہن جو اوپدیش کو یاں جمع ہوئے ہیں

ہیرا تھا پڑا دہرم سناتن کا یہ بیڑا | ڈالا ہے کو مت دہرم سبہاؤں نے ٹھیرا
کلجگ کی بھنور جال ہیں یہ دہرم کا بیڑا | کس زور سے ہے باد مخالف کا تھپیڑا

طوفان کا پانی جو بھرا ٹوٹ کے کشتی
ملاح الگ ہو گئے چھوڑ کے کشتی

ہاں وقت آیا ہے کہ سب ہاتھ لگاؤ | اس بہتی ہوئی ناؤ کو جلدی سے بچاؤ
طوفان ہے اوٹھا پاپ کی بگیت ہٹاؤ | پانی ہے بہت پانوں ذرا جھکے جماؤ

تعلیم کا نتا سے یہ جو منجدھار سے بیڑا
سچ کرشن کی لو لو تو ابھی پار ہے بیڑا

افسوس بھری اپنی کچھ کہتا ہوں حالت | پاپی ہوں مجھے عرض ہے اپنی ہے جہالت
ہے کون کہ دیگا جو گناہوں کی وکالت | ضامن ہے کوئی اور نہ کسی کی ہے کفالت

ست سنگ کا ہے یہ ذکر نہ کچھ فکر عمل ہے
نے دہرم ہے نے کرم نہ ودیا نہ بل ہے

مٹی نہیں رہجائے تو بیکنٹھ میں کیا ہے

ہر دو نے کہیں تو تمہیں مرنا ہو مبارک
بگڑی ہوئی دنیا کا سنورنا ہو مبارک

آنند میں ہستی سے گذرنا ہو مبارک
صدقے دل وجاں کرشن پہ کرنا ہو مبارک

بیکنٹھ میں لیجائیں وہ تدبیر بتا جاؤ
ہم کو بھی سری جی کی کنیزوں میں لکھا جاؤ

سب جانتے ہیں مجکو بہت بے سر و پا ہوں
تم مجکو بنا ہو میں غلامی کو بنا ہوں

سب جانتے ہیں کہ چرنوں سے لگا ہوں
ملجائے وہی دولت نعمت جسے چاہوں

دیکھو یہ خدائی کی کرامات بگڑ جائے
ایسا نہو شعلہ کی کیمیات بگڑ جائے

اب عرض کی طاقت نہیں اے مجلس عالی
تکلیف بہت میرے سبب آج اوٹھالی

کرتے ہیں بہت کام کہاں وقت ہے خالی
یہ جلسہ گرانمایہ [illegible] تھی دکھالی

جو دہرم کے عقیدے ہیں وہ سب [illegible] اوٹھو
اوٹھو تو سر کرشن کی جے بولتے اوٹھو

تمام شد

مسدس

پتی برت دھرم اور پُنرواہ پاپ

مُصنفہ جناب منشی بہاری لال مشتاق حصاری اہلمد عدالت شاہدرہ

جو جلسہ سالانہ بھارت دھرم مہا منڈل دہلی میں [illegible] پڑھا گیا

معہ

مسدس ست دھرم

جو سالانہ جلسہ دھرم سبھا جالندھر میں پڑھا گیا تھا

حسب ایما ان سجن پرشوں کے جو دھرم کی اونتی اور پرچار میں [illegible] ہیں

تن من دھن لگائے ہوئے ہیں

جے ہو

نند نندن گھنشام نے کری کرپا اتی آج
گن ساگر اگر اگم لے جگت پتر جسراج

تھیں دہن دہن ہوئے سہائے
کو مت دھرم کی جیت کو مت دھرم کی جے

کہہ ست دھرم کی اونچی ہیں گڑی لے
سدا ست کی جے سدا ست کی جے

ہوا برج کی سمت سے آ رہی ہے
دھجا دھرم کی آج لہرا رہی ہے

رواں دھرم کو کا ہے اسکے سہارے
اسی نے بھگت دو بتے پار اتارے

اسی سے کھلے دھرم کے پھول سارے
اسی نے لگائے ہیں بیڑے کنارے

ہرے ہیں اسی سے دل و جان اپنے
یہی ہے ہوا جس میں ہیں پران اپنے

چلی سنسنا کر ہوا دھرم کی ہے
سماں دھرم کا ہے سبھا دھرم کی ہے

اڑی پھر پھرا کر دھجا دھرم کی ہے
اٹھی برج بن سے گھٹا دھرم کی ہے

کہ بادل میں رنگت سی ہے پیت پٹ کی
یہ بجلی نہیں ہے جھلک ہے مکٹ کی

لتا کا ہرا کل آپ لہرا رہی ہے
گھٹا شیام کے رنگ کی چھا رہی ہے

نپا کا ہرا پن دکھلا رہی ہے
پون برج بن کی مہکا رہی ہے

ہوا برج کی لیلو تن من کو کھو کے

حملہ ہے بڑا دھرم پہ اے نندلال اب
کہتے ہیں جسے چکر سودرشن وہ نکال اب

اے جلسہ ہست دھرم بس اب جاؤ بیٹھئے
ناقص کوئی مضمون ہو تو جلدی یہ بتائیے

بے تار ہوں یوں تار کے ذریعہ طلب ہے
اچھا ہی تو سب آپ کی کرپا کا سبب ہے

مضمون سے کچھ کام نہ مطلب ہی لیے ہے
بس ایک غرض خاص ہست دھرم کی جے ہے

تمام شد

جب تلک چمن میں نغمۂ بلبل سے ہو سرور | اہلِ جہاں ہوں دل و دم سے مخمور ہوں حضور

اور تا ہے جلوہ میں پھیرا اسی طرح
ہو وہ شہنشاہ ہزار سال و سہرا اسی طرح

آمین

نوحہ جگر خراش ماتم جانگداز وفات سری متی اہلیہ مصنف واقع ۱۲ نومبر ۹۵ء روز جمعہ وقت ۱۲ بجے شب من تصنیف خاکسار منشی بنواری لال شعلہ

داماں قیامت مرے ہاتھوں سے لپٹ جا
اے جان حزیں جسم سے آنکھوں میں سمٹ جا
او چرخ ستمگر مرے نالوں سے الٹ جا
اے عمر اگر باقی ہو کچھ بیچ سے کٹ جا

اک نزع کا تو لوہی جو سینہ میں بھرا ہے
کس کا دم آخری آنکھوں میں بھرا ہے

اوٹھے کوئی پردا سا حجاب راز نہاں کا
دل کو تو بہت روئے تھے اب ناہی جاں کا
جب ضبط کی طاقت نہیں پھر صبر کہاں کا
یہ حشر دوبارہ ہے مری مشق فغاں کا

چھوڑو دم یہ ہی ملے کہ دمساز کا غم ہے
سب بھید کھلا جاتا ہے ہمراز کا غم ہے

وہ حسن وہ بالا وہ قیامت ہمہ تن ناز
غمخوار وفادار وہ ہمدرد وہ ہمراز
وہ دلبر دلدادہ وہ دلسوز وہ دمساز
میں عاشق دلریش تو وہ عاشق جانباز

معشوق تھے پر عشق کے کچھ ڈھنگ جدا تھے
میں اونیہ جو قربان تھا وہ مجھ پہ فدا تھے

نایاب تھے کیا عشق و محبت کی ہوس تھی
الفت رہی ہم دو کو فقط اٹھارہ برس میں
قابو میں اگر میں تھا تو وہ تھے مرے بس میں
مدت سے یہ دو بلبلیں تھیں ایک قفس میں

آباد کیا گلشن فردوس کو کس نے
[illegible] لیے چھوڑا مرے افسوس کو کس نے

اے چرخ جفا جو تری پرداز ہے کیسی
دل کی طرح بیٹھی ہوئی آواز ہے کیسی
اک شوخ طبیعت ہے کہ ناساز ہے کیسی
بدلی ہوئی تجھسے نگہ ناز ہے کیسی
یہ ضعف ہے یا کوئی نزاکت ہے بدن میں
چھالے ہیں زباں پر کہ یہ موتی ہیں دہن میں

تسکین مجھے دیتے رہے بیمار تھے جب سے
بگڑی ہوئی صورت تو دکھا ایک ہی شب سے
باتوں سے اشاروں سے کبھی غنچۂ لب سے
جو آنکھ تھی بیمار کی اب پھر گئی ہے سب سے
سرمہ کی جگہ اشک اب آنکھوں میں بھرے ہیں
جو ہاتھ تھے گردن میں وہ چھاتی پہ دھرے ہیں

تاثیر دوا میں نہ دعاؤں میں اثر ہے
کیا سچ ہے کہ مرنے کی تمہیں اپنے خبر ہے
سرکا ہوا زانو سے تکئے کے تلے سر ہے
کیوں میری طرف دیکھ لے حسرت کی نظر ہے
کیا جی یہی آئے جو دم توڑ رہے ہو
کیا میں نے کہا تھا کہ یہ کیوں چھوڑ رہے ہو

رفتار تھی جنکی کہ قیامت کو اوٹھائے
نقاش ازل نے جو خط و خال سنوارے
افسوس وہ اب رہ گئے ہاتھوں کے سہارے
بیٹھے ہوے ساکت ہوئے شوخی کے نظارے
خاموش تم نزع ہو حیرت ہے جبیں پر
تصویر بنے تم تو اوترنے کو زمیں پر

کرلے دل بیتاب نظارہ کوئی دم ہے
مرجاؤں میں کیا بھولی سی صورت یہ ستم ہے
یہ بھی ہے ادا گردن نازک میں جو خم ہے
لو آؤ زمیں پر جو تمنا سے عدم ہے
اچھا مری جان اوڑھ لے کہ یہ قبول رہا ہے

کیوں سرد ہیں دست تمہارے واں کچھ نہیں کہتے
پھرتی نہیں کیوں منہ میں زباں کچھ نہیں کہتے
کیوں آگئی گلشن پہ خزاں کچھ نہیں کہتے
کیا ہو گیا اب اے مری جاں کچھ نہیں کہتے
لب بند ہیں تقریر کا انداز کہاں ہے
حرکت ہی نہیں جسم میں آواز کہاں ہے

نو دن نکل آیا ہے مرے مہ جبیں اوٹھو
ہاں شعلۂ دلسوز کی جان حزیں اوٹھو
چمک پڑ گئیں دالان میں پردہ نشیں اوٹھو
لے آیا ہوں میں غسل کا پانی نہیں اوٹھو
اوٹھنے کا جو یارا ہو تو چادر ہی اوٹھا لو
لیٹے ہوئے آب چہ زمزم میں نہا لو

اے کب کے اونیندے تھے یہ کیا نیند ہے پیاری
محشر کا ہے اک شور دم گریہ و زاری
لو اوٹھو چلو آگئی اب سجکے سواری
لاشہ ہے کوئی بیچ میں کہرام ہے بھاری
کیا شوق ہوا سیر گلستان جہاں کا
منہ کھول کے کچھ تو کہو ہے عزم کہاں کا

حاضر ہوا پوشاک کا جوڑا یہ پہن لو
آراستہ اب ہو گیا نک سک سے بدن لو
دولہن مری جان اور بھی اک بار تو بن لو
پردہ ہے تو چادر کی عوض اوڑھ کفن لو
نازک بدن اک سرخ دوشالے میں چھپا ہے
مہکا ہوا تابوت ہے پھولوں میں بسا ہے

لینے کے لیے اوٹھا ہے رضوان متواتر
لمبا ہے سفر تم صف ماتم میں گئے گھر
حوران بہشتی ہیں در خلد پہ حاضر
لو جاؤ مرے پیارے مسافر خدا حافظ و ناصر
شبیر ستا بھی [illegible] جلد پیاسے گئے

کاشانہ مرا ابتو ہی ویرانہ ہوا ہے
جو عیش کا کمرہ تھا وہ غم خانہ ہوا ہے

تازہ ہیں ابھی زخم ہوئے دو ہی مہینے
یہ سوگ نہ دیگا کبھی آرام سے جلنے

ظاہر ہیں ابھی سے مرے مرنیکے قرینے
گویا ہیں محبت سے بٹھایا ہے کسی نے

اے شعلہ اگر مے سے بھرا جام تو کیا ہے
گو پی گیا خون دل ناکام تو کیا ہے

شانتی شانتی شانتی

نظم نتیجہ منوہری لال شعلہ

۱۶ فروری ۱۸۹۹ع کو احباب کی بزم ماتم میں مصنف نے خود پڑھا

جسکی نظر قابل دید آنسو تھا

نوحہ حضرت ملکۂ قیصرۂ ہند

حضرت ملکۂ قیصرۂ ہند کے جلسۂ تعزیت میں حضرت شعلہ نے بھی ایک نوحہ پڑھا اوس وقت کا رقت انگیز نقشہ کھینچنا ہمارے قلم کے امکان سے باہر ہے۔ ہندو مسلمان عیسائی دلوں سے پوچھنا چاہیئے۔ اوس نوحہ میں سے چند بند بہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں۔ اول عنوان میں ایک قطعہ لکھا ہے۔

ہائے افسوس بڑا غم ہے دل و جاں کیلئے ہمکو چھوڑا ہے یہاں رنج فراواں کے لیے

اب کوئی اور بنائے نہ خدا نے دنیا ملکۂ قیصرہ کے سایۂ داماں کے لیے

ایک ہی ماں تھی شفقت کا ہر اک کے سر پر ایک ہی گود تھی ہندو و مسلماں کے لیے

عمر بھر تھپکیاں دے دے کے سلایا جس نے آج سر پیٹتے بیٹھے ہیں وسی ماں کے لیے

ہزار افسوس سر سے اوٹھ گیا سایہ اوٹھ گیا سر کا زبانوں میں مچا ہے شور ماتم جا بجا گھر کا

ہماری آہ اور نالوں سے ہے اظہار غم اسکا زمیں اب تھام لے تھمے تو آسماں کسکا

نہیں باقی ہے کوئی آنکھ آنسو کے بہانے کو

اسی صدمے نے پلٹا دیا ہے اپنے ماتے کو

ہزار افسوس ہائے مہرباں ملکۂ قیصر کوئن وکٹوریہ ہندوستان کی مشفقہ ماں

ہمیں پالا تھا کس نازسے آغوش میں لیکر رعیت پروری شان شہنشاہی کا تھا جوہر

ہرایک بھی ہماری تھی بھلائی کی دعاؤں کو

مچلنا جس طرح بچوں کا آغوش آتا ہے ماؤں کو

خدا نے سلطنت بھی دی شہنشاہانہ حصلہ بھی رعیت پروری بھی اور رعیت پر حکومت بھی

نکوئی سادگی اقبال بھی دولت بھی عظمت بھی بیاں کچھ مختصر سن لیجئے حالت ولادت بھی

نہیں اب کون لیگا گود میں اور کون اُتاریگا
تمام ہندوستاں اب کسکو ماں کہکر پکاریگا

نہیں با فرض اطاعت سے سبکدوشی نہیں ہوگی
یہ وہ غم ہے کبھی جسکی فراموشی نہیں ہوگی

ہمیں جناب جنہیں رونا ہے اس رنج دوامی کا
سروں سے ہاتھ اوٹھا ہے مددگار اور حامی کا

مٹا ہے موت کب مٹتا ہے نقشہ نام نامی کا
بہا ہے سال ختم ہونیکو تھا عمر گرامی کا

زمانہ ہے سیہ تاریک ہے دنیا نگاہوں میں
دعائے مغفرت آتی ہے لیکن سرد آہوں میں

وہ جسم پاک جو مسند پہ تھا زیر کفن آیا
زمیں کی گود میں ہے اب شہنشاہ فلک پایا

خدا نے شوہر مرحوم کے پہلو میں بٹھلایا
گیا ہے ساتھ نیکی سادگی عصمت کا سرمایا

مقدس روح کا قبضہ ہے ملک جاودانی پر
جلوس ظل سبحانی ہے تخت آسمانی پر

جنازہ ملکہ گیتی ستاں کا آج اوٹھا ہے
نشان نامی عالی نشاں کا آج اوٹھا ہے

زمیں سے ولولہ شور و فغاں کا آج اوٹھا ہے
ہمارے سر سے سایہ پیاری ماں کا آج اوٹھا ہے

لٹا ہے خاندان قیصری اب ہی تڑپنے کو
لحد ہے گود پھیلائے ہوئے تابوت لینے کو

دعائے مغفرت اب کیجئے وقت دعا آیا
خدا کی پاک رحمت کا ہمیشہ سر پہ ہو سایا

ہمارے شاہزادہ ویلز نے تاج و نگیں پایا
اوٹھا اک دست شفقت دوسرا ابر کرم چھایا

خدا نے ملک بخشا تخت بخشا مملکت بخشی
وہی بخشیگا آخر صبر جس نے سلطنت بخشی

تہنیت جشن دربار عالیجناب معلی القاب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی و اودھ بتقریب رسم افتتاح گھنٹہ گھر علی گڈھ ۴ اگست سنہ ۱۸۹۳ع

مصنفہ منشی بنواری لال شعلہ وکیل عدالت علیگڈھ

جناب والا

۱

مبارک جشن ہی وہ خسروانہ جسکی عظمت ہو
مبارک صدر ہی جسپر نگین تاج دولت ہو

مبارک رسم ہی وہ جسمیں ہر فرقہ کی ملت ہو
مبارک وقت ہی کچھ نظم پڑہنی کی اجازت ہو

گذارش کیلئے جرات ہی شکر سربلندی سے
ادب سے حاضری سے اور دلی احسانمندی سے

ہی پہلے شکر واجب ہمں خداوند دو عالم کا
کہ جسکی نور کی کرنوں سے تاج قیصری چمکا

مبارک ہم پہ سایہ دولت انگلش کے پرچم کا
ہمارا فرض اول شکریہ ہی خیر مقدم کا

۲

تلطف مادرانہ ملکہ قیصر کا ہر دم ہے
ہمیں جو ناز ہو کم ہی ہمیں جو فخر ہو کم ہے

ہماری زندگی کا فرض ہی سچی وفاداری
ہماری خیرخواہی کی ہیں مہ دا بیان جاری

عطا کیں تاج برٹش نے ضروری نعمتیں ساری
ہمیں بخشی گئی شائستہ آزادی و مختاری

اطاعت کے خیالوں میں دکھائیں بیقراری کو
ہمارا خون رگوں میں دوڑتا ہی جانثاری کو

یقین کی شکل میں ہیں خیرخواہانہ گماں اپنے
حضور انور کے سچے دل میں پائیں نشاں اپنے

نہیں پھولے سماتے ہیں خوشی سی جسم و جاں اپنے
نور آنر کو جب ہم دیکھتی ہیں درمیاں اپنے

بچھی ہیں فرش پر آنکھیں حضور انور کے لینے کو

ہمارے قلب باہر آئے استقبال دینے کو

حضور انور کے روشن عہد کا دور حکومت ہے
خلوص و اتحاد و دوستی شان و عظمت ہے

خوشا ہے وہ خداوندی خدا کی جس میں گت ہو
حضور انور کی ذات پاک ہے پبلک مسرت ہے

تحقیقی سب کو خوشوقتی ہے سچی شادمانی ہے
مبارک ہو ہمارا ملک جس پر حکمرانی ہے

بہت سچی ولائے ہیں یقیں ہم عاجزی اپنی
شعاع تاج نے پھیلائی عمدہ روشنی اپنی

وہ خوش ہیں مگر نہیں سکتی زباں ہم تو اپنی
مسرت بخش ہے اب اتفاق و یکدلی اپنی

بہم ہے میل جیسے ربط داماں و گریباں ہیں
فقط اک وضع کا کچھ فرق ہے ہندو مسلماں ہیں

قدم رنجہ سے جو کچھ آج حاصل ہے ہمیں عزت
ہمیں وہ لفظ ہی ملتے نہیں جن کو ہو یہ جرأت

نہیں ملتے ہیں ادا سکے شکر کے اظہار کی طاقت
دہن نے وہ زباں پائی نہیں جس میں ہو یہ قدرت

کریمانہ توجہوں کی فراموشی نہیں ہوتی
ہمیں ان شکر ادا سے کچھ سبکدوشی نہیں ہوتی

ادب و مسکاڈ کو ہو جس کے لیے یہ مسند آرائی
علیگڈھ میں یور آنر کی پہلی جلوہ فرمائی

ہماری خوش نصیبی ہے ہماری قدر افزائی
ہماری عزتوں کی آرزو میں ہیں تمنائی

ملی عزت تسلی بخش الفاظ جوابی سے
امیدیں چارج اپنائے جگی ہیں کامیابی سے

مبارک آج رسم افتتاح کلاک ٹاور ہے
ہمارا عاجزانہ شکریہ طاقت سے باہر ہے

اوسی کے ہاتھ میں ہے دور جس کا ہاتھ سر پر ہے
ہماری خوش نصیبی ہے ہمارا خوش مقدر ہے

خدا نے وہ دیئے دست مبارک دستگیروں میں
ہماری قسمتیں تحریر ہیں جنکی لکیروں میں

حضور انور نے کھولا آج جسکو شادمانی سے — ہز ایکسیلنسی ہیرلین کی عمدہ مہربانی سے
یہ ہی پہلا ہی موقع فخر بخشا مہمانی سے — ہماری عاجزانہ کوششوں کی قدردانی سے

گذشتہ سال میں جسنے دہرا اٹھا فونڈیشن کو
دوبارہ ہی مبارکباد اب مسس ہر ہلٹن کو

نہیں دنیا میں کوئی قیمتی شئے وقت سے بہتر — بشر کی زندگی کے کام ہیں سب منحصر اسپر
روانی میں کسی تدبیر سے رکتا نہیں دم بھر — چلا جاتا ہی ہر لمحہ یہ دریا کیطرح بہکر

ملایا شیکسپیر نے ہے ان دونوں کی حالت کو
وہ پیداوار کو تیر کرتا ہی یہ دولت کو

یہ سچ ہے وقت گذرا ہاتھ پھر آتا نہیں ہرگز — زمانہ جو گذر جاتا ہی پھر پاتا نہیں ہرگز
غنیمت وقت ہی بیکار جو جاتا نہیں ہرگز — یہ جب جاتا ہی صورت اپنی دکھلاتا نہیں ہرگز

نہیں رکتا کسی تدبیر و حکمت سے نہیں رکتا
خوشامد سے نہیں رکتا یہ رشوت سے نہیں رکتا

کبھی محسوس ہو سکتی نہیں ہے وقت کی حرکت — ابھی تھے ہیں مستقبل ابھی ماضی کی ہی صورت
جو وقفہ درمیانی ہی وہی ہی حال کی حالت — مبارک زندگی ہی جسمیں کچھ ہو وقت کی وقعت

ترقی منحصر اسپر ہے دولت منحصر اسپر
عبادت منحصر اسپر ریاضت منحصر اسپر

ہمارے کام لئے اسکے مہیا ہو نہیں سکتے — ہمارے فرض لئے اسکے موڈی ہو نہیں سکتے

یہ وہ شے ہے الگ ہم جس سے ہو نہیں سکتے
یہ ایسا جزو ہے جسکے اجزا ہو نہیں سکتے

ہماری عمر کی صورت لیے ہر دم روانی ہے
جسے سب وقت کہتے ہیں وہ چلتی زندگانی ہے

خدائے پاک کی مرضی کو بھی ہے وقت سے نسبت
معین وقت اک لمحہ کی بھی دیتا نہیں مہلت
ذرا سی بات کی ہے وقت انسان کو نہیں ملتا
ملی ہے اسمیں کچھ باریک سے باریک تر قدرت

خوشی کیواسطے انسان سے کوشش ہو رہی ہے
نہیں ہیں آج ہم جس بس کو وقت کہتے ہیں

بشارت ہے مبارک وقت کی اب زندگانی پر
رفاہ عام کی اب ہو گئی تکمیل سرتاسر
مبارک ہاتھ سے کھولا گیا ہے آج گھنٹہ گھر
مسرت بخش ہیں ساری علامت زندگانی پرور

عمارت کے بیان عمدگی کی کیا ضرورت ہے
جو تھی تصویر پاکیزہ مجسم اسکی صورت ہے

جو صورت ذہن میں تھی کاغذی تصویر تھی گویا
مرقع سے نکل کر عالم تنویر میں آئی
جو کیفیت تصور میں تھی وہ تعمیر میں آئی
مبارک اتنے والا اسکی اب تقدیر آئی

نمونہ ہے یہ سب جسکے خیال پاک روشن کا
ہے پہلا فرض گویا شکر یہ جسٹس اشرٹیدن کا

یہ ہے تقریر کا بت گفتار کی طاقت کہاں اسمیں
مگر ملتا ہے پچھلے معجزوں کا کچھ نشاں اسمیں
نہ منہ اسمیں نہ لب اسمیں نہ دندان و زباں اسمیں
الہ دین کے ہاتھوں سے پڑی ہے آج جان اسمیں

ہوا میں جسکو جادو کی بھری عمر کہتے ہیں
وہی ہے یہ جسے منہ بولتی تصویر کہتے ہیں

قریب اضلاع میں نادر نہیں اس شان و شوکت کا
نہایت خوبصورت کام ہے اس میں نفاست کا

مشابہ اس نمونہ کا سڈول ایسی عمارت کا
بلندی کا ہے موزوں خوشنما ہے اپنی صورت کا

چمکنا شہر کے ہر چار جانب سے کلس اوسکا
صدا دیتا ہے چھ چھ میل تک عمدہ جرس اوسکا

جلسہ عہد والا کا نشاں ہے برقرار اس سے
یہ فیاضانہ ہمدردی رہیگی یادگار اس سے

علیگڈہ میں نہیں کوئی عمارت نامدار اس سے
ہمیشہ وقت پر ہونگے ہمارے کاروبار اس سے

یو آئندہ کی بھی یادگاری کے دکھانے میں
یہ سورج کیطرح ہے چمکیگا تاریخی زمانے میں

اب اوسکا ذکر کرتے ہیں یہ جسکی مہربانی ہے
جو الطاف دلی ہے وہی الطاف ربانی ہے

جو شاہ جارج سر لیس جنکی حکمرانی ہے
رفاہ عام کی اتنی بڑی جنکی نشانی ہے

یہ جلسہ آج پھل ہے جسکے عمدہ بیج بونے کا
بڑا افسوس ہے جے ایچ پرنس کے نہ ہونے کا

ملے اونکی عوض میں ہمکو ٹنڈبال صاحب دل دوراں
فہیم و مہرباں ہمدرد منصف صاحب احساں

ہمیں اس ذات والا پر بہت کچھ فخر ہے شایاں
مدبر نیک خصلت نیکدل ذی جاہ والاشاں

بہت ممنوں ہیں ان برکتوں کے شادمانی سے
ملے حکام تو کل سب ہی اچھے مہربانی سے

اب اونکی شکریہ میں جو ہمارے آج ہیں مہماں
ہمارے فخر ہندوستاں جناب سید احمد خاں

جناب آرتھر ہنری ہیرگس عادل دوراں
ہمارے کل رؤسائے گرامی جاہ والاشاں

بہت مقبولیت کا رنگ لایا التجاؤں پر

مبارک نظم کو اب ختم کرتے ہیں دعاؤں پر

دعا گو ہی جب تک طلوع مہر خاور ہو | زمیں پر چرخ ہو اور چرخ پر ماہ منور ہو
مہ و خورشید میں جلوہ ہو جلوہ نور گستر ہو | زمیں میں نامیہ ہو نامیہ نا بار آور ہو

سدا باغ جہانبانی میں گل آئے ثمر آئے
ہمیشہ ملک مالک پھولتا پھلتا نظر آئے

چمن میں گل ہو گل میں بو ہو بو میں موج نکہت ہو | صبا میں تا روانی ہو روانی میں لطافت ہو
شجر میں تا ثمر ہو اور ثمر میں تا حلاوت ہو | دہن میں تا زباں ہو اور زباں میں تا فصاحت ہو

شکوہ و منزلت خود دیتی ہو اہوں ملک گیری میں
ظہور ذوالجلال پاک ہو روشن ضمیری میں

دکھائی عالم ایجاد کی نشو و نما جس نے | سیاہی شب کو دی اور صبح کو بخشی ضیا جس نے
ازل کے دن زمیں کو دی زمرد گوں قبا جس نے | فلک کو نیم آسمانی خلعت پر زر دیا جس نے

وہی ہو نور افزائے نگین تاج سلطانی
مبارک سایۂ دست خدائے ظل سبحانی

رہے قائم زمیں پر جب تلک یہ چرخ زنگاری | عناصر کی رہے دنیا میں جب تک چار دیواری
رہے جب تک جہاں میں روز و شب کا سلسلہ جاری | ہوا خواہوں کو دیتا ہو و دشمن کو دل افگاری

یو ذرہ ہوں اور مداح شعلہ سا سخنور ہو
یہ کب تک جب تلک شیرازۂ کونین ابتر ہو

نظم مصنفہ جناب منشی تیواری لال صاحب ورما شعلہ وکیل علیگڈھ

(کایستھ کانفرنس مرادآباد ۹۵ء)

ہم بلانے کو ہیں انکو مگر اے جذبۂ دل | او نہ بنجائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

نوید

بہت ہوئی ہے بزرگان قوم گفت و شنید | یہ سچ ہے ملتا ہے قسمت سے ایسا وقت سعید
جو دی ہے اٹھو کے علیگڈھ کے بھائیوں نے نوید | خدا بھی کرتا ہے تحریک نیک کی تائید

مخالفت کا حقیقت میں کوئی کام نہیں
ہمارا حق ہے پس و پیش کا مقام نہیں

اگرچہ آپ کی خدمت میں اہل جاہ و حشم | بڑا سوال ہے لائق نہیں ہیں جس کے ہم
مگر ہے حوصلہ افزا کچھ آپ ہی کا کرم | ابھارتا ہے جو اوٹھا اوٹھا کے جوش خون ہر دم

برا ہی گر ہے مقدر تو کیا گلہ ہوگا
اسی سوال پہ قسمت کا فیصلہ ہوگا

اخیر ہمارے ہی مہمان آپ سب کے رہے | کہاں کہاں نہیں جلسے یہ روز و شب کے رہے
رہی ہمیشہ کو مایوس ہم جواب سے رہے | ہمارے جوش ہمارے ہی دل میں دبکے رہے

کئی برس سے یہ روکھا جواب کیسا ہے
نیازمند ہیں ہم پر عتاب کیسا ہے

ہماری آرزوؤں کا ہے آپ ہی پہ مدار | ہوا قبول گذارش میں گر نہیں انکار
کہینگے قوم سے بے شبہ ہم پکار پکار | مرادآباد میں کنجاں کا تھا لگا بازار

ہر ایک ڈھنگ سے سوا اہتمام لگتے ہیں

غریب بھائی کے کب پورے دام لگتے ہیں

معاف کیجئے طرز سخن دلیرانہ
نہیں ہو آپکے نزدیک کوئی بیگانہ

ہماری عرض ہو آقا فقط غلامانہ
ہر ایک پہ آپ کا الطاف ہے کریمانہ

بڑا ستم ہے جو مایوس ہو گئے ہم اُدھیں
ہمارے سر کی قسم کھا کے اب قدم اوٹھیں

اکھڑے اُٹھے ہیں غلامی میں کیجئے منظور
سکندرآباد ہو شیراز کی طرح مشہور

نہ دور یہاں سے علیگڈھ ہے نہ میرٹھ دور
بلند شہر مظفر نگر سہارنپور

ہر ایک کا جوش الگ ہے یہاں تو یہ ہو ایکا
ہزار دل ہیں ہمارے مگر امید ہے ایک

غریب بھائی ہیں ہم اور ہمارا تو تنہ کیا
ہمارے پاس ہی کیا کند مول چل کے سوا

جو کچھ بھروسہ ہے وہ آپ ہی کی چرنوں کا
ہر ایک نیک عقیدت کا حوصلہ ہے بڑا

یہ راہ کب کا ہے اور ہم گواہ ہوتے ہیں
ابھی سے دیدہ و دل فرش راہ ہوتے ہیں

ہماری عجز بھری التجا سمجھ لیجئے
الہ آباد کا حق دوسرا سمجھ لیجئے

گوالیار کی جلدی ذرا سمجھ لیجئے
اگر گیا میں گیا تو گیا سمجھ لیجئے

قریب چھوڑ کے ہم کو حضور جاتے ہیں
گھروں پہ آئے ہوئے بھائی دور جاتے ہیں

وجوہ بھی ہیں بزرگان قوم کو معلوم
لڑاکے آگرہ سے ذیرہ دون تک ہے دھوم

برادری کا جہاں پر بہت بڑا ہے ہجوم
نہیں وہ ٹھے ہیں یہاں سے ابھی قبیلہ رسوم

پورانی ضد پہ غریب و امیر بیٹھے ہیں
اوسی لکیر پہ سارے فقیر بیٹھے ہیں

بڑائی اپنی حقیقت میں خود حقارت ہے
مخالفت کی ہر ایک بات میں مہارت ہے
ثواب پیر مغاں کی یہاں زیارت ہے
نہ کوئی صنعت و حرفت نہ کچھ تجارت ہے

دل برشتہ کی جا ہیں کباب سینے میں
ہر ایک صدر نشیں ہے شراب پینے میں

سنوارنا ہے اونھیں کا جو کچھ بگڑتے ہوں
اونھیں سے کرنی ہے صلح جو مفت لڑتے ہوں
اونھیں کے گھر کو بسانا ہے جو اجڑتے ہوں
سنبھالنا ہے اونھیں کا جو گرتے پڑتے ہوں

ہزاروں طرز ستم ہیں ہماری جاں کے لیے
زمیں ادہر ہی بہت ہے کچھ آسماں کے لیے

نہیں ہیں قابل الطاف خاص ہم ہر چند
ملے نہ آپ کی کرپا کا کیوں ہمیں آنند
مگر یہ سحر کرم تو نہیں کسی پر بند
کہ مستحق کرامت گنہگار انند

خوشی ہے آپکی پھر جائیے جدہر چلئے
یہاں سے اوٹھ کے ہمیں پہلے پاک کر چلئے

نہیں ہے عجز سے خالی کبھی ہمارا سوال
یہیں پہ چھوڑتے ہیں شکوہ ہائے ماضی و حال
یہ جوش خوں ہے سمجھے نہ شاعرانہ خیال
مبارک ہمکو ابھی سے ہو آنیوالا سال

ہمیں بھی قابل شکر و سپاس کر دیجئے
نہیں ہے دور کا نوتہ یہ پاس کر دیجئے

خوشا نوید وہ مقبول جسکی صورت ہے
مخالفت سے بہت صاف بے کدورت ہے

اب اس میں ووٹ کیجئے لینے کی کیا ضرورت ہے
گھڑی خوشی کی مبارک ہی نہ صورت ہے

صدور حکم ہو مضمون طول ہوتا ہے
چیرز دیجئے تو نہ قبول ہوتا ہے

دعا قبول ہوئی چرخ جور بھول گیا
خوشی میں ختم سخن کا میں طرح بھول گیا

زمانہ گردش قومی کا دور بھول گیا
دعائے خاص کا دنیا اک و بھول گیا

نگاہ بد نہ لگے اپنے مہمانوں کو
خدا سمیٹ کے رکھلے اب آسمانوں کو

(چیرز)

شکریہ نظم وہم کایستھ کانفرنس علیگڈھ از منشی بنواری لال شعلہ

جسپر تمام کام کا دار و مدار ہے
پہلے تو شکر رحمت پروردگار ہے

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

عزیز بھائی اقارب شفیق محسن دوست
عجب ہے لطف نظارہ جدھر کو دیکھتے ہیں

نگاہ چہروں پہ ہے پتلیاں ہیں قدموں میں
لگی ہیں آنکھیں کدھر اور کدھر کو دیکھتے ہیں

کہاں تجلی کے گئے کس کے زیر پا پہونچی
ٹٹولتے ہیں دلوں کو جگر کو دیکھتے ہیں

مرادآباد سے لائے تھے کس تمنا سے
ہم آج اپنے گئے سال بھر کو دیکھتے ہیں

وہ آرزو تھی کہ جس کے لیے یہی دن تھا
وہ ابتدا تھی کہ جسکی خبر کو دیکھتے ہیں

بتائیگا علی گڈھ کا کنفرنس عملی
ہم اپنے خون کے سچے اثر کو دیکھتے ہیں

بزرگ قوم ہیں اصحاب غیر قوم بھی ہیں
کبھی ادھر کو کبھی ہم ادھر کو دیکھتے ہیں

دلوں میں لیتے ہیں انکو تو انکو آنکھوں میں
نظر سے لطف و کرم کی نظر کو دیکھتے ہیں

ادا ہو ملکہ قیصر کا شکریہ ملکر
کہ جسکے تاج میں ہر اک گہر کو دیکھتے ہیں

گو لطف نظم کا کوئی جلسہ نہیں ہے یہ
بزم سخن نہیں ہے تماشا نہیں ہے یہ

مشہور ہو کلام تمنا نہیں ہے یہ
تعمیل حکم بھی تو زیبا نہیں ہے یہ

گو میں کھڑا ہوں اور ہی امید کے لیے
حالات کچھ ہیں اور ہی تمہید کے لیے

دسواں مرادآباد میں نیوتہ ہمارا تھا
ہمت تھی بھائیوں کی خدا کا سہارا تھا

قبضہ ہمارا خاص ہی مہر و وفاق پر
سچی مخالفت کو بھی رکھتے ہیں طاق پر

ہم وہ ہیں جان دیتے ہیں جو اتفاق پر
ہم وہ ہیں خاک ڈالتے ہیں جو نفاق پر

چنگاریوں کا طنز یہ ناقص صلاح تھی
شعلہ کا پھوٹنا یہ غلط اصطلاح تھی

دل بھی وہی ہے محبت بھی ساتھ ساتھ
تھوڑی سی بیدلی ہے الفت بھی ساتھ ساتھ

جو کھ چکے ہیں اسکی ہے ہمت بھی ساتھ ساتھ
زحمت بھی ساتھ ساتھ ہے رحمت بھی ساتھ ساتھ

بدلی نہیں ہے بات نہ بدلے مزاج بھی
ہم گویا اپنے دعووں میں سچے ہیں آج بھی

آئی نہ کچھ سمجھ میں کہ تقریر کیا ہے یہ
جو خاص میرا فرض تھا اس سے جدا ہے یہ

مضمون پروگرام سے کیوں دوسرا ہے یہ
مہماں کھڑے ہیں کہ کیا کہہ رہا ہے یہ

تھوڑی سی مہربانی یہ اک مہرباں کی تھی
میں کس طرف چلا گیا ڈیوٹی کہاں کی تھی

اظہار شکر کی مجھے عزت عطا ہوئی
محفوظ آج تک تھی جو نعمت عطا ہوئی

ہے جسکو تحفہ وہ خدمت عطا ہوئی
اک سال کی دبی ہوئی دولت عطا ہوئی

طاقت بقدر جوش بیاں تو نہیں ملی
سب کچھ ملا مگر وہ زباں تو نہیں ملی

یاں ایک اور عرض ہے گو کچھ قصور ہے
ظاہر پرستی طرز محبت سے دور ہے

کچھ شکریوں کیواسطے حد بھی ضرور ہے
ہنگامہ مبالغہ سے سراسر نفور ہے

پکے ہو دوست شکریے کیا چاہئیں

۔۔۔ا خدا سے تھی بنا یہیں ہم نہوں
ہاتھوں کی ہتیلیوں میں جو نقش قدم نہوں

دل ایک روح ایک بدن ایک لہو
مدت سے تھی تلاش تو برسوں سے جستجو

گل ایک رنگ ایک چمن ایک ایک بو
بر آئیں سب امید نکل آئیں آرزو

دولت نصیب میں تھی جو پاتو نہیں لائے تھے
یہ وہی تو قدم ہیں جو ہاتھوں نہیں لائے تھے

جو کچھ کیا ہے ہم نے کرامات کچھ نہیں
لکھنے کو ایک حرف نہیں بات کچھ نہیں

خادم ہیں اسمیں فخر و مباہات کچھ نہیں
ہم کچھ نہیں ہماری مدارات کچھ نہیں

سمجھے معاف اسمیں اگر کچھ قصور ہے
جو کچھ ہے یہ وہ آپ ہی کا سب ظہور ہے

یہ سارا فیض جوالا ہی پرشاد کا ہوا
اک وقت دوست الیشری پرشاد نے لیا

اک پورا روز بھائی ستیو پرشاد کو ملا
اور بابو رام دیال نے چھینا رہا سہا

عزت یہ میزبانی کی باتوں میں لٹ گئی
دولت ہماری چار ہی ہاتھوں میں لٹ گئی

ہم کیا ہماری کوششیں کیا ہم نے کیا ہوا
احسانمندیوں کا یہ کیا شکریہ ہوا

خدمت گزار قوم ہیں فضل خدا ہوا
حق تو یہ ہے کہ حق نہیں ہم سے ادا ہوا

بھائی ہو مہرباں ہو فقط میہماں نہیں
تم اپنے میزباں بھی ہو ہم میزباں نہیں

تشریف لائے ہیں جو رؤسا نامدار
رونق فزا ہوئے ہیں جو حکام باوقار

مسدس مشعلہ
(ماخوذ از کتاب جنگ سندی)

اے طبع کس کے حسن تجلی کی ہے صفات
دنیا لٹائے دیتی ہے کل اپنی کائنات
پوچھا وہ ہو رہی ہیں جو موجود و ممکنات
حسن ازل کو چشم کی جانب ہے التفات
پیارا نہیں ہے جگنوؤں کو اب انتظار کا
پردہ اٹھا ہے قدرت پروردگار کا

ہے حکم جسکے شرق سے نکلے نہ آفتاب
لیتا ہے روز خاک سے ذروں کا جو حساب
ہے حکم ایک قطرہ نہ برسا سکے سحاب
وہ حسن پر اثر ترا پایا ہے بے نقاب
جو دور سے جلوہ تنویر بن گیا
نقاش آپ اپنی ہی تصویر بن گیا

کیا سبزہ زار خلد اجودھیا کی ہے زمیں
پڑتی نہیں ہے موج ہوا میں شکن کہیں
پہنے ہوئے ہے بر میں قبائے زمردیں
ہوتا نہیں ہے لہروں سے دریا کی چیں جبیں
گرداب یاں نہیں ہے ذرا پیچ و تاب میں
خلوت نشیں ہیں بحر کی موجیں حباب میں

رشیوں کا جا بجا لب دریا قیام ہے
ورد زباں ہر اک کے سری رام رام ہے
دھونی رمی ہوئی ہے سیتا جی کا نام ہے
لہریں وہ آ رہی ہیں کہ دریا تمام ہے
ہر اک حباب سر کو اٹھائے ہے اوج میں
سرجو کا پانی دھارا ہے اپنی موج میں

شادابیاں بہار کی وہ ہیں علی العموم
بیکنٹھ بن رہی ہے نگر جیسے اودھ کی بھوم

ہے یہاں کی تازگی کی بہشت میں بھی دھوم
رشیوں کی بھیڑ جوگیوں منیوں کا ہے ہجوم

کیسر میں آ بسی ہی ہے کوثر کے پانی کی
ہیں سبز ساری کھیتیاں ہیں راجدھانی کی

جنت سنگل پہ گرد کی غازہ ہو گیا
ملیں لپیٹ کے گلزار کا دروازہ ہو گیا
میوہ جو چکھا اُس سے دل تازہ ہو گیا
جنت تیری بہار کا اندازہ ہو گیا

باد سحر کھلاتی ہے پھولوں کو چوم کے
شاخیں پھلوں کو پھینکتی ہیں جھوم جھوم کے

خوش لہجہ طائروں کا ہی شاخوں پہ ازدحام
زریں کوئی ہے سرخ کوئی کوئی سبز فام
ہر ایک کی زباں پہ شری رام رام رام
ہر رنگ پھولوں میں ہے ایشور کا پاک نام

آوازیں پیاری وہ آئیں کہ ہر دل پہ چوٹ ہے
چھل مل پہ گویا سارا چمن آپ لوٹ ہے

گلزار کی زمیں کو ہوئیں یہ تھا شرف
ہر غنچہ سر بجیب تھا ہر گل تھا سر بکف
گنبد کے بارہ رہی تھیں سادھوؤں کی صف
ہوتی تھی والمیک کی رامائن اک طرف

بچے جنک کے پریم سے مصروف جاپ میں تھے
بلبل کے نغمے وید کی دُھن اور لے میں تھے

لنکا کو فتح کر کے بھبھیکشن کو دے کے راج
چودہ برس میں لائے مہاراج اور مہاراج
سونپا ہے بھرت جی نے اجودھیا کا تخت و تاج
بھومی کا بھار اتار کے جوڑا رشی سماج

ہلنے لگی ہے جنبشِ برگِ گیاہ سے
کتنی زمیں سُبک ہوئی بارِ گناہ سے

دربار آج اُس شہ کون و مکاں کا ہے
یہاں وہم کا نہ دخل نہ رستہ گماں کا ہے
نظارہ عام جلوۂ حسنِ نہاں کا ہے
کچھ ناطقہ کا زور نہ قابو زباں کا ہے
شوقِ بیاں ہوا جسے خاموش ہو گیا
یاد آیا جسکو وہ سو فراموش ہو گیا

اسمیدیگ کی ہوا وہ بھجن و ہوم و دھام
کی لکشمن نے عرض کہ شاہِ فلک مقام
ہوتے ہیں رامچندر کے دربار خاص و عام
دو سادھو بالک آئے ہیں لو کش ہی جنکا نام
گر حکم ہو تو وہ بھی یہاں باریاب ہوں
اپنا ہنر دکھانے کو حاضر شتاب ہوں

خورشید رو ہی ایک تو ہی ایک مہ جبیں
ملتی کچھ آپ سے ہے شباہت کہیں کہیں
نقشِ قدم سے اُنکے اجودھیا ہی گلزمیں
نو عمر ہونہار جوانمرد اور حسیں
سارے ہنر آپ کے ادہت وہ گاتے ہیں
جوگی کے بالکے سے ہیں بینا بجاتے ہیں

حاوی ہر ایک فن پہ ہیں قادر ہنر پہ ہیں
سادھو نہیں ہیں گرچہ جٹا جوٹ سر پہ ہیں
ہمت سے لات مارے ہوئی مال و زر پہ ہیں
ترکش کے باندھنے کے نشاں کچھ کمر پہ ہیں
چہرا ہیں سے رنگ شجاعت قبول ہیں
لو کھو رہی ہی گلشن رگھو کل کے پھول ہیں

ارشاد خاص ہوتے ہی دونوں ہوئے
حیراں تھے دیکھ دیکھ کے دربار دار سب
آئے جھکے چرن چھوے رکھے بصد ادب
اکڑے عجب جمال عجب تھے تو تھیں عجب
دونوں کے بحر حسن میں نظارہ غرق تھا

جب بھیرویں نے بین کے تاروں کو چھیڑ کر
زہرہ نے ساز رکھ دیے بربط ادھیڑ کر

گن کلی اور شوق کی فرمائشیں ہوئیں — اور بہت چتر گانے کی فرمائشیں ہوئیں
روپکنی ہنڈ ہانتیال کی آرائشیں ہوئیں — ہر راگنی کے حسن کو زیبائشیں ہوئیں

ہر راگ ہاتھ باندھ کے تصویر ہو گیا
ہر زمزمہ گلے میں مضامیر ہو گیا

اٹھ کر کہا ہماری نمسکار آپ کو — ڈنڈوت سا شٹانگ ہے ہر بار آپ کو
بھومی کا کچھ اوتارنا تھا بھار آپ کو — لینا پڑا اسی لیے اوتار آپ کو

کچھ کچھ کہیں کہیں سے چرتر ہم سناتے ہیں
سیکھا ہے جو گرو سے مہاراج گاتے ہیں

گوتم کی گیہ استی آہلیہ کی کتھا — وہ دیوتوں کے لشکر کے آگے پکار تھا
شرنگی رشی کی یگیہ وہ اسنان کامنا — دشرتھ کے گھر میں جنم شری رام چندر کا

ساکار اپنے آپ نراکار یہاں ہوا
بے آئینہ کے عکس نمودار یہاں ہوا

کوشلیا سے وہ رام ہوئے جو ہیں دھن — ماتا سومترا کے لکھن اور شتروگھن
وہ کیکئی کے بھرت اور ادبھت وہ بالپن — وہ ودیا دھن شکشا وہ ششتروں کا فن

آنا وہ بسوامتر کا یگیہ کی سہائی کو
دشرتھ سے لینا رام لکھن دونوں بھائی کو

یگ کشنا اور پھر وہ سویمبر کی دھوم دھام — جانا گرو کے ساتھ جنک پور کا قیام

کونپل کہاں وہ گات کہاں جھاڑیوں کے بن
ٹکرے ہوا نہ کیوں ترا پانی کٹھور من
جنگل کی دھوپ تاپ کہاں پھول سا بدن
کٹ کر گری نہ جیبھ کہ جس سے یہ بچن

ایسی زباں میں ایسے دہن میں لگی نہ آگ
ہا کیکئی کے کوپ بھون میں لگی نہ آگ

جب حکم رامچندر کو بن باس کا ملا
پھر کیکئی کا نہ دشرتھ کا کچھ گلا
سرکا دھرو زمیں ہٹی آسماں ہلا
خوش دیوتا ہوئے کہ گل آرزو کھلا

لنکا کے جھنڈے جھک گئے اور سرنگوں ہوئے
راون کے سر سے تاج گرا بدشگوں ہوئے

کیا تہلکہ ہے کیوں تہ و بالا ہے اک جہاں
چکر میں ہیں زمیں زور میں پھر گئے آسماں
محور پہ ہے زمیں کو وہ گردش کہ الاماں
آتی ہیں جھنجھنانے کی آوازیں بے گماں

کیلی گھما رہی ہے کلا انقلاب کی
تھالی اچھل رہی ہے عجب آفتاب کی

اخراج کا جو حکم اودھ میں ہوا شیوع
خورشید حشر حشر سے پہلے ہوا طلوع
اک حادثہ بلائے قیامت کا تھا وقوع
ہر جزو اپنے کل کی طرف کر گیا رجوع

ذرے زمیں سے اڑ کے گرے آفتاب میں
تارے سمٹ کے ڈوب گئے ماہتاب میں

رخصت فلک سے جس گھڑی مہمان شب ہوئے
کیا کیا ہوئے نہ قہر نہ کیا کیا غضب ہوئے
ماتا پتا سے رام اجازت طلب ہوئے
دشرتھ پچھاڑ کھا کے گرے جاں بلب ہوئے

غل ہائے ہائے کا اب عام ہو گیا

ہر دم رہی گا نقش کف پا نگاہ میں
آنکھیں بچھاتی جاؤں گی صحرا کی راہ میں

جنگل ہی ساتھ آپ کے خلد بریں مجھے
پر بھوا مجھیں بتا دو ٹھکانا کہیں سے مجھے

جو دشت خار دار ہی ہے گلزمیں مجھے
کھائے نہ چرخ اور نہ نگلے زمیں مجھے

روکے ہوئے ہیں شرم سی جانِ حزیں کو ہوں
تکتی ہوں آسماں کو کبھی تکتی زمیں کو ہوں

صحرا و کوہ و دشت کا کس کو خیال ہے
پیش نظر ہے آپ کے جو کچھ مآل ہے

باغ او وہ چھٹے تو چھٹے کیا ملال ہے
ہے ناتھ اسپے سہل جدائی محال ہے

کر یاد رشتی آپ کی ہے ادبیا ناتھ ہو
وہ ادھینہ کل بدہو ہے جو سوامی کیساتھ ہو

آنند نت ہی آپ سے سکھ سے بھری ہوئیں
ظاہر میں گو کہ کالبد عنصری ہوں میں

سنسار کے دکھوں سے بھلا کب ڈری ہوئیں
ہم ورجا سے اے میر سوامی بری ہوئیں

چھو سکتا کون ہے مجھے چھایا ہوں برہم کی
ہیں آپ برہم اور میں ۔ مایا ہوں برہم کی

خلتا کسے ہی اسکی ۔ کہ بن میں ہی کچھ خطر
رہنے کو گھر گشا کے ہیں ۔ اور سایہ شجر

جلنے کا خوف ہی ۔ نہ کسی سنگ کا ہی ڈر
بھوجن کو کند مول ۔ بہت میوہ و ثمر

سونے کو فرش خواب پہ سبزہ نہال ہے
پوشش کو بھوج پتر ہی پتے ہیں چھال ہے

جب جانکی کی عرض تمنا ہوئی قبول
لچھمن بڑھے کہ شرف سعادت کریں حصول

بھائی بہت سے آئینگے میدان فتنہ خیز
کچھ لیلو ساتھ اپنے گدا گرز برق ریز
تیار ہو کے چاہیئے چلنا بے ستیز
جوشن زرہ کمان تبر تیر تیغ تیز
ہر چند ہم کو شستر کی پرواہ کچھ نہیں
فکر شکوہ و منزلت و جاہ کچھ نہیں

بولے لکھن کہ کوئی نہیں آپ کے سماں
کافی ہیں راکشسوں کو دہنش اور میری بان
شان خدا کے سامنے کیا آدمی کی شان
تنہا میں اک طرف ہوں رہے اک طرف جہاں
ہر گوشہ کماں میں چھپی ششتش جہات ہے
اک تیر میں بندہی ہوئی کل کائنات ہے

بلوان کوئی کتنا ہو دم میں کروں اسیر
ٹنکور سے کماں کی دہلتے ہیں شور بیر
تحت الثریٰ میں جائے تو لاؤں میں کو چیر
حکم خدا کی طرح سے گرتا ہے میرا تیر
امداد چاہیئے نہ کوئی ساتھ چاہیئے
ہاں بس یہ صرف آپکا ایک ہاتھ چاہیئے

گھر سے چلے آخر ہو گیے امادۂ سفر
سیتا جی پاؤں پڑنے کو نیچا کیے ہیں سر
رگھبیر لوٹے ہیں ماتا کے چرنوں پر
لچھمن جھکے ہیں سامنے باندھے ہوئے کمر
نکلی نہ منہ سے بات کہ ساماں یاس ہیں
کوشلیا اور سمترا ماتا اداس ہیں

رگھو رائی بولے ماتا سے یہ دھرم کی ہے ٹیک
گو اب ہمارے چھٹنے کا بھاری ہے شوک ایک
بن باس کی ہمارے لیے ہے صلاح نیک
تم کو تو رام بھرت لکھن شترہن ہیں ایک
ہم چلے ہیں نگاہ میں وہ بھی نظر میں ہیں

ہم سے زیادہ سیوا کو دو بھائی گھر میں ہیں

ہے بھائی بھرت کو بھی تو ادھکار راج کا — امنیت میں سکھی ہوں جو اُسکو تلک ملا
میں ہوں جدا نہ اُس سے نہ وہ مجھ سے ہے جدا — ایک جسم ایک جان ہے اور ایک آتما

اب آگیا کے دینے میں کیا ڈھیل چاہیے
ماتا پتا کے حکم کی تعمیل چاہیے

کوشلیا اور سمترا کا غم سے سر جھکا — رنواس میں ہے گریہ و زاری کا غلغلا
ہے شور جاں خراش دم نالہ و بکا — چھاتی بھر آئی دل امنڈ آیا گلا رکا

کیسا اداس رنگ در و بام ہو گیا
جس گھر میں تھی خوشی وہاں کہرام ہو گیا

سینہ سے غم کی ہوک اُٹھی اُٹھ کے رہ گئی — آنسو کی ندی آنکھوں کے رستے سے بہ گئی
تھی رمز خاص اچر طبیعت جو سہ گئی — پر بل تھی ہوئی کان میں کچھ آ کے کہہ گئی

ساکت مثال بت دم تقریر ہو گئیں
حیرت سے دونوں ایک سی تصویر ہو گئیں

پھر پھر کے کوکھ بھر کی ! کلیجہ دھڑک اُٹھا — لپٹا رہیں ہیں چھاتی سے اگرچہ نہیں جدا
ماتا کو اور پیارا ہی ایک پتر کے سوا — ہوتی ہے ہائے بڑی ماں کی ممتا

سنبھلے بدن نہ ضعف سے اگر کے رہ گئیں
نکلی نہ جان پتلیاں پھر پھر کے رہ گئیں

ماتاؤں کے بلاپ سے کیا کیا ملال ہیں — پژمردہ گھر کے چھوٹنے سے کچھ خیال ہیں
مرجھائے سے کنول ہیں کھڑے نڈھال ہیں — چرنوں میں سر دھرے ہوئے گودی کے لال ہیں

شفقت کا سایہ کرتے ہیں سیمیں بر دونہ ہاتھ
پیشانی چوم چوم کے پھیرے سروں پہ ہاتھ

بیدھی چرنوں میں جو گریں اور بھڑکی آگ
بس ہیں نہ رامچندر۔ نہ بس میں ہے دو بھیتا گ

بولیں! کہ ہم سی ہوگی نہ ماتا کوئی ابھاگ
بیٹا کو دیں! اسیس سدا ہو! چل سہاگ

لے لے بلائیں دیدے دعائیں نثار تھیں
دونوں لگا لگا کے گلے! بیقرار تھیں

ہا! رامچندر! ہائے لکھن کی بڑی پکار
چلاتی تھیں سمترا! رو رو کے زار زار

ہا! کُل بدھو ہماری سیا! ہائے ہاہا کار
کہتی پھریں تھیں مات کوشلیا! یہ بار بار

ہے پران! تو ہی چل کے ذرا کچھ تو کام لے
کوئی ہتو نہیں ہے! جو جاتوں کو تھام لے

چل کر وہاں سے کوپ بھون کو جو آئی یاس
یوں کھی لائی کیکئی! بن واس کا لباس

دیکھا کہ راو ہیں پڑے بیہوش و بیحواس
چودہ برس نہ رکھیو! وہ دیکھنے کی آس

اب شوک راج جینے کا کرتے ہوئے پھر و
تینو کی طرح بن میں بچرتے ہوئے پھر و

بیہوش راو تھے! مگر آہٹ پہ کان تھے
دھرتی پہ تھے پڑے ہوئے بگڑی نشان تھے

بدخواہ کیکئی کے بچن۔ دل میں بان تھے
ہا! رام تھا زباں پہ ہو نٹو نپہ پران تھے

آنکھوں سے جل! ابہکا تھا لیکر لہو کو ساتھ
دیکھا جو دونوں پتر و نکو اور کل بدھو کو ساتھ

دشمر تھ یہ بولے شوک سے روتے ہوئے ابھو
ہا! دشٹ۔ کب سے گھات میں اے کیکئی تھی تو

چوٹی گندھی پہاڑوں کی ہونے لگے سنگھار
مالا سفید ہو گئی بگلوں کی ہے قطار
بادل کی دھوپ چڑھتی اُترتی ہے بار بار
کوثر کی موجیں مار کے گرتے ہیں آبشار
ہر سنگ رنگ و بو میں گل نو دمیدہ ہے
ٹیلو پہ زلف کی طرح سبزہ خمیدہ ہے

دریا کو جوش ہے کہ پکاریں چرن کنول
بھر رکھا ہے حبابوں کے کلسوں میں گنگا جل
موجوں کو اشتیاق میں پڑتی نہیں ہے کل
ساحل کو دیکھتا ہے تلاطم اُچھل اُچھل
بہر نثار موتیوں کی اُٹھتی چھال ہے
سورج کا عکس پانی میں سونے کا تھال ہے

رتھ پر ہوئے سوار سیا۔ رام اور لکھن
نکہت چمن کی لے کے چلی گود میں چمن
صحرا نہال ہو گیا پھولا ہوا ہے بن
ہیں ہمرکاب رام۔ اجودھیا کے مرد و زن
انسان و وحش و طیر کا اک اژدہام ہے
ہمراہی ہیں درختوں کو قصد خرام ہے

تھے درشنوں کو جمع زن و مرد ہر طرف
گریاں تھے اہل شہر دو رویہ بندھی تھی صف
افسوس سے ملے تھا ہر اک اپنے دست و کف
دسرتھ کا راج پاٹ ہوا ہائے کیا تلف
کل گھر سجے تھے آج وہ برباد ہو گئے
کوچے اودھ کے گوشۂ فریاد ہو گئے

کچھ چل کے آج ساحل دریا پہ ہے قیام
تمسا ندی پہ پہنچ گیا قافلہ تمام
شب بھر یہیں ہے بسرا مہاراج کا مقام
جامے میں اپنے پھول رہی ہے اودھ کی شام
آرامگاہ بن کے زمیں فیضیاب ہے

اتنے میں ایک آہو	زریں پڑا نظر	خوش رنگ زود جسم	طلا کار سیم بر
مرجان کی شاخ سینگ	تھے پھر صورت گہر	آنکھیں طلسم زا تھیں	چھلاوہ تھا فتنہ گر
	تھلے تھے سبز دو سے	منہہ میں غزال سے	
	دنبالے جیسے چشم	بہت خوش جمال کے	
دلکش مثال حلقۂ	گیسوئے خمیدہ دم	دل رکے پھر شگاف	کی مانند چاروں سم
گردن میں گھونگرو تھے	کمر تھی شکم میں گم	رفتار کی صدا تھی	چھما چھم چھم چھم
	جسم جواہر میں یہ کھلے	سبز باغ سے تھے	
	نیلم کی تختی پشت تھی	الماس داغ سے تھے	
جنگل میں سامنے سے	گذر کر نکل چلا	کرتا ہوا کلول ادھر	کر نکل چلا
موج ہوا سے بگڑا	سنور کر نکل چلا	جو کنکا ذرا تو چوکڑی	بھر کر نکل چلا
	دیکھا اشرفی سیانے تو	کچھ جی للچا گیا	
	آہو کا رنگ نینی کو	انداز بہا گیا	
ادھر سے بولیں دیکھ	لے آئے کیا ہرنا	کیا رنگ بہنا مار ہے	کیا خوشنما بدن
سوسن کے پھول کا کوئی	غنچہ ہے یا دہن	سایہ سے بھاگتا ہے	یہ شوخ ملے چلن
	ہے ناتھ لاؤ کر یہ	غزال حسن سے ملے	
	کیا رکھی کرک چھالا ہو	جو یہ ہرن ملے	
رگھو راے سن کے تھی	اٹھے مسکرا کے چلے	تیر و کمان کو دوش	سے ادھر سجا کے چلے
سب راج جو سونپنے بیٹھا	لیٹ پہل بنا کے چلے	بھائی لکشن کو پھر حفاظت	پہ بٹھا کے چلے
	بایا رکھی ہوئی تھی	کمان کا شکار تھا	